الصلوٰۃ والسلام علیک یا نور اللہ

مسئلہ علم غیب و توسل

تصنیف

شیخ القرآن

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک

کی کتاب

وجودِ باری تعالیٰ

کے ساتویں باب میں اُٹھائے گئے

مسئلہ علم غیب و توسل

کا مدلل علمی و تحقیقی جائزہ

از قلم

پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

سابق صوبائی وزیر برائے مذہبی امور

اوقاف پنجاب

ناشر

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

نام کتاب .... مسئلہ علم غیب وتوسل

مصنف .... پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

بار .... سوم

تعداد .... گیارہ سو

سال طباعت .... اگست 2007ء

قیمت .... 130 روپے

ناشر

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

فون نمبر آفس: 042-8428922
0300-4826678
0300-7991693

عرض ناشر

محترم قارئین کرام.......... السلام علیکم ورحمتہ اللہ

جیسا کہ جناب کے علم میں پہلے ہی آچکا ہے کہ عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور مستقلاً ادارہ کا وجود بالخصوص اس غرض سے معرضِ وجود میں لایا گیا ہے کہ حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری مدظلہ العالی کی تمام تصانیف کو بحسن وخوبی اشاعت کیساتھ مارکیٹ میں لائے تو اسی سلسلے کی پہلی کتاب اہم ترین موضوع پر ''جہاد اسلامی'' شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اب یہ عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور کی طرف سے دوسری اشاعت موسومہ ''فضائل اہل بیت'' جو نام سے ہی ظاہر ہے کہ اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حضور نذرانہ عقیدت قرآن وحدیث کی روشنی میں ہدیہ قارئین ہے۔ الحمدللہ ہمارے ادارے کیطرف سے انتہائی مختصر مدت میں یہ چوتھی کتاب علمی وتحقیقی جائزہ جو کہ ڈاکٹر غلام مرتضی ملک صاحب کی کتاب وجود باری تعالی کے ساتویں باب میں اُٹھائے گئے مسئلہ علم غیب وتوسل کا انتہائی تحقیقی اور مدلل جواب حضرت قبلہ مفتی صاحب نے اس کتاب میں مسئلہ شرک اور توحید، علم غیب وتوسل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت سے تحریر فرمایا۔ جو کہ عمدۃ البیان پبلشرز لاہور کو طباعت کرنے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ رب ذوالجلال والاکرام اس علمی وتحقیقی کاوش کو شرف قبول عطاء فرمائے۔

وارا کین عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور کیلئے توشہ ءآخرت بنائے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام مع الاکرام

خیر اندیش

ڈاکٹر احمد سعید قادری

مینجنگ ڈائریکٹر عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ)

ماڈل ٹاؤن لاہور

تعارف مصنف

پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب تو ایسی شخصیت ہیں۔ جو کہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ لیکن میری سوچ میں جناب کی زندگی سے متعلق کچھ اہم معلومات موجود ہیں جن پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اکثر و بیشتر عام انسان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس بین الاقوامی شہرت یافتہ شخصیت کی بنیادی تعلیم کون سی خوش نصیب درسگاہ میں ہوئی کہ جس نے ایسے عظیم انسان تخلیق کئے۔ ہر انسان کی سب سے پہلی درسگاہ اُس کی ماں کی گود ہی ہوتی ہے۔ جتنی وہ گود مقدس و مکرم ہوگی اُتنی ہی اُس کی اولاد کی تربیت اعلیٰ ہوگی آپ آج کسی بھی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یقیناً آپ کی نظر سے بڑی بڑی شخصیات کے تذکرے ضرور گذرتے ہوں گے۔ وہاں ان شخصیات کی تربیت کی پہلی بنیادی چیز اور عظیم درسگاہ ''ماں کی گود'' کے ہی ثمرات ملتے ہیں جو کہ ایک عام انسان کو عظیم انسان بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت میں اُس پہلی درسگاہ کی تربیت کے ہی اثرات ہیں کہ آپ بہترین عالم دین باعمل، بہترین مفتی، بہترین مدرس، بہترین محقق و مصنف، بہترین شیخ الطریقت و شیخ التفسیر اور بہترین شیخ الحدیث ہیں آپ کی طبع شریف میں انتہائی نرمی، حلم بردباری برداشت اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے آپ سابق صوبائی وزیر برائے مذہبی امور و اوقاف پنجاب اور بانی و مہتمم جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور قرآن مجید کے مترجم بھی ہیں اب جناب حضرت صاحب کی بنیادی تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات پیش کرتا ہوں تا کہ قارئین کو علم ہو جائے کہ آپ نے تعلیم وتربیت اور روحانی تربیت کہاں سے حاصل کی۔

ولادت:۔ آپ کے آباؤ اجداد سادات وشرفاء بخارا سے ہیں جو حضرت سید جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بخاری سے کشمیر آئے پھر اوچ شریف ضلع بہاولپور آ کر آباد ہوئے۔آپ کی ولادت موضع کچی لعل نزد اوچ شریف تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں بروز جمعرات مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو خدا بخش علیہ الرحمہ کے گھر میں ہوئی۔آپ کے دادا بزرگوار محمد موسیٰ علیہ الرحمہ اور پردادا محمد جوہر علیہ الرحمہ تھے۔

ابتدائی تعلیم:۔ آپ نے سب سے پہلے ناظرہ قرآنِ مجید اپنے پڑوسی بزرگ عالم مولانا غلام نبی خورشیدی علیہ الرحمہ سے عرصہ تین چار ماہ میں پڑھ کر مکمل کیا۔اس کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول موضع بن والا میں حاصل کی اور مڈل تک کی تعلیم کے لئے موضع لکس کے گورنمنٹ سکول میں داخلہ لیا وہاں سے مڈل کا امتحان انتہائی اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا بعد ازاں دیگر دینی تعلیم کے لئے مخدوم حسن محمود بن غلام میراں شاہ کے گاؤں جمال الدین والی علاقہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ حکیم غلام رسول علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کیا اور اُن سے آپ نے درس نظامی کی ابتدائی کتب کے ساتھ شرح تہذیب قطبی کے اوائل شرح وقایہ اولین، اصول الشاشی، نور الانوار اور علمِ طب کی میزان طب، طب اکبر وموجز وغیرہ پڑھیں۔

1958ء میں ڈیرہ غازی خان میں استاذ العلماء علامہ مولانا غلام جہانیاںؒ صاحب سے نور الانوار، شرح جامی، مولانا عبدالغفور صاحب سے قطبی، میر قطبی، مُلا جلال، حمد اللہ شرح وقایہ اخیرین، میبذی التصریح، اقلیدس، مشکوۃ شریف، جلالین ہدایہ اولین، حسامی، مقامات حریری، حماسہ، متنبی، تصوف، لوائح جامی، لوامع جامی اور مثنوی شریف پڑھیں۔

1961ء ملتان میں غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے مدرسہ انوار العلوم میں داخلہ لیا۔ استاذ العلماء جناب مولانا عبدالکریمؒ سے تفسیرات احمدیہ پڑھی اور حضرت مفتی امید علی خاں صاحب سے توضیح وتلویح، مسلم الثبوت وہدایہ اخیرین پڑھیں۔

پھر مفتی اعظم حضرت مفتی سید مسعود علی قادری سے جلالین وعلم میراث پڑھا اور فتویٰ نویسی سیکھی۔ آخر میں حضرت علامہ قبلہ کاظمی شاہ صاحب سے مناظرہ رشیدیہ، شرح عقائد، خیالی اور دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت علم حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز:۔ علوم وفنون اور فتویٰ نویسی کے علم سے فراغت کے بعد قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی نظر عنایت والتفات نے بطور نائب مفتی آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی حکومت پاکستان نے قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو بہاولپور یونیورسٹی میں بطور پروفیسر حدیث مقرر فرمایا تو قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے جن قابل ترین تلامذہ کو بہاولپور ساتھ لے جانے کے لئے منتخب فرمایا اُن میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب نے بہاولپور یونیورسٹی سے

1965-1966ء میں ایم اے اسلامک لاء یعنی تخصص فی الفقہ والقانون الاسلامی کی سند حاصل کی اور حضرت قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرمان پر اپنی مادرِ علمی مدرسہ انوار العلوم واپس آکر استاذ الحدیث، مفتی و صدر شعبہ افتاء کے فرائض سنبھالے۔ 1977ء میں حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کی خواہش پر قبلہ مفتی صاحب جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور شیخ الحدیث و شیخ الادب العربی مقرر ہوئے اسی دوران صدر انجمن تہذیب الاسلام مین مارکیٹ گلبرگ آپ کو جامعہ مسجد غوثیہ گلبرگ لے آئے۔ جہاں عرصہ 12 سال تک جامع مسجد غوثیہ کے خطیب رہے اور یہاں جامعہ غوثیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور 1990ء تک اسی درسگاہ کے ناظم اعلیٰ و شیخ الحدیث رہے اور انتہائی خوش اسلوبی محنت خلوص اور لگن سے کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہم کنار ہوئے۔ بعد ازاں جناب پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر نقشبندی قادری نے ماڈل ٹاؤن سوسائٹی سے چار کنال کا رقبہ حاصل کر کے قبلہ مفتی صاحب کے سپرد کیا اور اُن کے پُر خلوص تعاون کے ساتھ آپ نے ماڈل ٹاؤن سنٹرل کمرشل مارکیٹ میں اپنی ذاتی دینی درسگاہ کا آغاز فرمایا جو کہ تقریباً عرصہ 17 سال سے انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن میں درج ذیل شعبہ جات کی انتہائی کامیابی کے ساتھ سرپرستی فرما رہے ہیں۔ یہ جامعہ رضویہ ایک ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے مینجنگ ٹرسٹی حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب آپکے بڑے بیٹے ڈاکٹر احمد سعید قادری ڈپٹی مینجنگ ٹرسٹی اور جناب پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر سیکرٹری جنرل ہیں حضرت قبلہ مفتی صاحب کے

دوسرے صاحبزادے جناب علامہ محمد وحید قادری جامعہ کے ناظم اعلیٰ، تعلیمات و مالیات ہیں ۔ شعبہ جات :۔ شعبۂ تحفیظ القرآن، شعبۂ تجوید و قراءت، شعبۂ درس نظامی، شعبۂ کمپیوٹر لیب، شعبۂ تخصص فی الفقہ والحدیث والقانون الاسلامی اور شعبۂ نشر و اشاعت شامل ہیں حضرت قبلہ مفتی ڈاکٹر غلام سرور قادری کی جتنی بھی تصانیف ہونگی ان کی اشاعت کے لیے مستقلاً عمدہ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور کے نام سے ادارہ معرض وجود میں لایا گیا ہے جس کے زیر اہتمام آپ کی تمام تصانیف اشاعت ہونگی اور وہی ادارہ آپ کی تمام مطبوعات کے حقوق کا تحفظ کرے گا۔ آپ کی تصانیف تقریباً 55 کے قریب ہیں جن میں خاص اہمیت کا حامل ترجمۂ قرآن مجید، عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن'' ہے جو کہ اس صدی کا ایک عظیم الشان تجدیدی کارنامہ ہے جلد چھپ کر منظر عام پر آ رہا ہے۔ انشاء اللہ ایمان افروز اور تحقیقی شاہکار و تصانیف خود مطالعہ کریں اور عزیز و اقارب میں تحفۃً پیش کریں یہ آپ کی سعادت ہوگی اور اس سے خیر و برکت کا وافر حصہ نصیب میں آئے گا انشاء اللہ۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں!

(1)۔ درود و سلام و شانِ خیر الانام ﷺ
(2)۔ ردِ امکان کذب باری تعالیٰ
(3)۔ مقام علم و علماء
(4)۔ شرح ''الفضل الموھبیے''
(5)۔ خلافت اسلامیہ اور مغربی جمہوریت
(6)۔ معجزۂ شق القمر
(7)۔ قاضی اور سربراہ مملکت
(8)۔ بیعت کی اہمیت و ضرورت
(9)۔ مسئلہ ایصالِ ثواب
(10)۔ مسئلۂ تصویر (تصویر کا جواز)

(11)۔ ندائے یا محمد یارسول اللہ ﷺ
(12)۔ نماز سے متعلق تین اہم مسئلے
(13)۔ پروفیسر طاہرالقادری کا علمی وتحقیقی جائزہ
(14)۔ تفسیر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
(15)۔ شدید غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم
(16)۔ تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم
(17)۔ مسئلہ صلوٰۃ وسلام قبل اذان
(18)۔ اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت
(19)۔ سورۂ یٰسٓ مع اردو ترجمہ وتفسیر
(20)۔ حج اور قربانی
(21)۔ عیدِ اسلام
(22)۔ نجاۃ الوالدین الکریمین
(23)۔ معرفتِ خداوندی
(24)۔ پردہ کی شرعی حیثیت
(25)۔ سورۂ ملک مع ترجمہ وتفسیر
(26)۔ ذکر وسیلہ
(27)۔ الشاہ احمد رضا بریلوی
(28)۔ عالم برزخ
(29)۔ مسئلہ علم غیب ووسیلہ
(30)۔ الوظائف القادریہ
(31)۔ قرآن کیسے جمع ہوا؟
(32)۔ فضائلِ اہلِ بیت
(33)۔ مجموعہ حیات اولیاء
(34)۔ عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن
(35)۔ شرح جامی کا اردو ترجمہ
(36)۔ حالات امام بخاری علیہ الرحمۃ
(37)۔ مسئلہ رفع یدین
(38)۔ جہاد اسلامی (اردو۔ انگلش)
(39)۔ معجزات مصطفیٰ ﷺ
(40)۔ مسائل وفضائل زکوٰۃ وصدقات (اردو۔ انگلش)
(41)۔ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(42)۔ اسلام کا قانون شہادت
(43)۔ معاشیاتِ نظام مصطفیٰ ﷺ
(44)۔ لباس مسنون
(45)۔ الیکشن یا سلیکشن
(46)۔ علماء اور حکمرانوں کے درمیان تعلق کی اہمیت

(47)۔اسلام میں داڑھی کی شرعی حیثیت (48)۔تحفۂ ملکیہ

(49)۔تہتر اسلامی فرقے اوران کی تاریخ وعقائد (50)۔تین اہم مسئلے (حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا

(51)۔تحفۂ مومن نمازی کے آگے سے گزرنا۔نماز کے بعد دعا)

(52)۔شدید غصہ کی طلاق (53) قیامِ تعظیم

(54)۔تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار" (55) شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(رد امکان کذب)

اِن درج بالا کُتب کے علاوہ حضرت کا ماہانہ مجلّہ ماہنامہ البر لاہور کے نام سے عرصہ ۱۷ سال مکمل اور اٹھارویں سال کا آغاز ہو چکا ہے جو کہ اُمت مسلمہ کے لئے بالخصوص شائع ہو رہا ہے انتہائی اہم موضوعات پر مضامین، تبصرے اور حالات حاضرہ پر اداریے اور لوگوں کے بزنس کی تشہیر اس کے حسن وقدر میں اضافے کا باعث ہو رہی ہے آج ہی اخبار ہاکر یا بک اسٹالز سے نام لے کر ماہنامہ البر لاہور طلب فرمائیں تا کہ آپ اپنے گھریلو ماحول کو دینی، روحانی اور اصلاحی پہلو میں خود کفیل بنائیں۔ یوں تو آپ کی ہر کتاب علم کا ایک خزانہ ہے مگر وہ کتابیں جو آپ نے کسی کے جواب میں "علمی وتحقیقی جائزہ" کے نام سے لکھیں یا کسی کی علمی وتحقیقی اغلاط کی نشاندہی میں لکھیں خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں مثلاً "درود وسلام شان خیر الانام" جناب جسٹس تقی عثمانی دیوبندی عالم کے جواب میں لکھی گئی اور "ڈاکٹر غلام مرتضےٰ ملک کی کتاب توحید اور وجود باری تعالیٰ کا علمی وتحقیقی جائزہ" بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے آپکی کتب ایک

بحرِ بے کراں ہیں دینی روحانی اصلاحی علم حق کے متلاشی اِن کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ۱۹۹۸ء میں آپ نے علم نحو کی مشہور کتاب الکافیہ کی عربی شرح الوافیہ پر چار جلدوں پر مشتمل عربی میں تحقیق وتخریج لکھی الکافیہ جوکہ پورے عالم اسلام کے دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی عربی زبان میں شرح فرما کر پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی (دکتورہ) کی ڈگری حاصل کی۔ نیز طبیہ کالج لاہور میں چار سالہ طب کا کورس کر کے گورنمنٹ سے طبیب کی ڈگری بھی حاصل کی۔

علمی ودینی ذوق:۔ آپ کے علمی ودینی ذوق کا یہ حال ہے کہ اپنی آبائی زمینیں اور مکانات جو آپ کے ورثے میں آئی تھیں سب بیچ کر مدرسہ اور لائبریری پر خرچ کر دیا اور سارا دن لائبریری میں بیٹھ کر مطالعہ اور تحریر وتدریس میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے صاحبزادوں کو بھی اسی لائن پر چلایا آپ کے بڑے صاحبزادے احمد سعید قادری ہومیوڈاکٹر اور بہترین عالم ہیں جامعہ کے وائس پرنسپل اور درس نظامی پڑھاتے ہیں اور دوسرے صاحبزادے علامہ محمد وحید قادری درس نظامی کے فاضل اور یونیورسٹی سے ایم۔اے ہیں وہ بھی جامعہ کے استاذ و ناظم اعلیٰ و تعلیمات ہیں اور تیسرے صاحبزادے علامہ محمود عبید قادری درس نظامی سے فارغ وانٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد سے ایل ایل بی لاء اینڈ شریعہ ہیں چوتھے بیٹے محمد حماد قادری نے ایف۔اے کے بعد درس نظامی شروع کیا جو درس نظامی کے دوسرے سال میں زیرِ تعلیم ہیں اور پانچویں سب سے چھوٹے بیٹے محمد باذل قادری قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔

تفصیل غیر ملکی تبلیغی دورے ، مناظرے :۔ قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب مصنف کتب کثیرہ ، دینی خدمات کے جذبے سے اکثر تبلیغی دورے فرماتے رہتے ہیں۔ صدر جنرل ضیاء الحق شہید کے زمانہ میں آپ نے چین کا انتہائی کامیاب سرکاری دورہ کیا۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی درخواست پر آپ جنوبی افریقہ کے کئی دورے کر چکے ہیں بلکہ ۱۹۸۶ء میں جنوبی افریقہ کے دورے کے دوران (شہر کیپ ٹاؤن) مرزائیوں کے ساتھ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا آخر میں مرزائی لیڈر سلیمان ابراہیم لاجواب ہو کر مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا اور اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح کے کئی مناظروں میں حضرت کاظمی علیہ الرحمۃ نے آپ کو بھیجا تو اُن کی دعا سے ہمیشہ آپ کامیاب وفتحیاب رہے۔

(لیڈی سمتھ) میں دیوبندی مولانا عبدالرزاق سے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر مناظرہ ہوا جس پر اُنہوں نے اقرار کیا کہ واقعی یہ عبارات گستاخانہ وکفریہ ہیں اس مناظرہ کی بھی کیسٹ موجود ہے آپ برطانیہ کا بھی چار دفعہ تبلیغی دورہ کر چکے ہیں ایک موقع پر آپ سلطان باہو ٹرسٹ یو۔ کے ٹھہرے ہوئے تھے کہ مرزا طاہر احمد نے (جنگ) لندن میں ختم نبوت کے حوالے سے ایک بیان دیا جس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے اسے بھی مناظرہ کا چیلنج کیا جو کہ برطانیہ (جنگ) اخبار کی شہہ سُرخی سے یہ خبر شائع ہوئی جس پر مرزا طاہر احمد نے مناظرہ کرنے اور گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح آپ متحدہ عرب امارات کئی مرتبہ تبلیغی دورے فرما چکے ہیں۔ یورپین ممالک جرمنی ، بالجیم ، ہالینڈ ، انگلینڈ ، ساوتھ افریقہ اور متحدہ عرب امارات کے بھی دورے کر چکے ہیں اُن ممالک کے علاوہ تقریباً اکثر ممالک میں

آپ کے کثیر تعداد میں مریدین ہیں علاوہ ازیں پاکستان میں بھی ارادتمندوں کا ایک وسیع حلقہ موجود ہے چونکہ کویت میں حلقہ ء ارادت ہے وہاں ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو دورۂ کویت کے دوران کویت کے سابق وزیر برائے مذہبی امور شیخ طریقت علامہ سید یوسف ہاشم الرفائی جودین اسلام اور خصوصاً مسلک اہل سنت کی مثالی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اُن کی موجودگی میں قبلہ مفتی صاحب نے عربی میں خطاب فرمایا اور اعلیٰحضرت کے کچھ نعتیہ کلام حدائق بخشش کا بھی عربی میں ترجمہ کر کے اس کی تشریح فرمائی۔ جس پر قبلہ رفائی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام حدائق بخشش کا عربی ترجمہ فرمادیں۔ جو کہ مسلک حق اہل سنت کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور اہل عرب اس سے خوب استفادہ کرسکیں گے آپ نے پاکستان میں بھی کئی مناظرے کئے جبکہ چیچہ وطنی میں ایک مشہور عیسائی پادری سعید المسیح سے کئی دن مناظرہ کیا آخر میں وہ بھی آپ کے علمی دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگیا اور توبہ کر کے مشرف با اسلام ہوگیا جو عیسائی پادری تائب ہوا اُس کا نام احمد سعید رکھا گیا آج کل وہ کراچی میں ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا ہے علاوہ ازیں موضع کمیر میں دربار شریف حضرت پناہ سے ملحقہ مسجد میں ایک قابض دیوبندی خطیب نے مناظرے کا چیلنج کیا جب حضرت مفتی صاحب علماء اہل سنت کی معیت میں وہاں پہنچے تو مذکورہ مولوی صاحب میدان سے بھاگ گئے۔ آخر میں ۱۲ ان بزرگوں کے اسماء گرامی جن سے آپکو خلافت ملی ہے۔

شریعت و طریقت کی سندیں وخلافتیں

۱۔حضرت قبلہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ وقادریہ ونقشبندیہ وسہروردیہ کی خلافت۔

۲۔استاذ العلماء وشیخ طریقت حضرت غلام جہانیاں علیہ الرحمہ (ڈیروی) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ چشتیہ معینیہ، فریدیہ کی خلافت۔

۳۔مفتی اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ کی خلافت۔

۴۔شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مظہریہ مجددیہ کی خلافت۔

۵۔مفتی عرب وعجم قطب مدینہ منورہ ضیاء الامۃ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کی وسلسلہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف وسلسلہ نبہانیہ کی اور حضرت قطب مدینہ کو حضرت سیدنا علی حسین اشرفی کچھوچھہ شریف علیہ الرحمہ اور امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ سے براہ راست خلافت حاصل تھی۔

۶۔ استاذ العلماء فقیہ امت حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ (لاہوری) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ وحنفیہ (شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ) کی خلافت۔

۷۔حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین بغدادی علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت۔

۸۔ شیخ الاسلام حضرت امام محمد بن زکریا مدنی انصاری (مدینہ منورہ) سے علوم شریعت کے ساتھ چاروں سلسلوں کی خلافت۔

۹۔ شیخ الاسلام حضرت امام سید محمد بن سید علوی مالکی مکی (مکہ مکرمہ) سے چاروں سلسلوں کے علاوہ جملہ بلاد عرب وعجم کے مشائخ کبار کے جملہ سلاسل شریفہ کی اجازت وخلافت۔

۱۰۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ (فیصل آبادی) سے خلافت۔

۱۱۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان سیدی ابوبرکات سید احمد الوری رحمتہ اللہ علیہ لاہور سے خلافت۔

۱۲۔ سلطان الفقراء والصوفیہ حضرت غلام رسول ریاض آبادی (ملتانی) خلیفہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ سے خلافت۔ یہ تھیں آپ سے متعلق معلوماتی گزارشات جو کہ ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔

اللہ رب العزت ایسے پاکان امت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے امین

دعا گو

مینجر عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم۔



عرضِ مصنّف

راقم نے کوشش کی ہے کہ اس "تحقیقی جائزہ" میں دلائل کی زبان سے بات کی جائے اور ڈاکٹر صاحب کا ادب و احترام بھی ملحوظ رہے، کیونکہ مقصد نہ تو مخالفت برائے مخالفت ہے اور نہ ہی اپنے علمی تفوق کا اظہار بلکہ مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی کا حصول اور عامۃ المسلمین کی صحیح راہنمائی ہے۔ اس کے باوجود خطاء و نسیان کا امکان ہے اس لئے اگر کوئی ایسا کلمہ درج کتاب ہو جائے جسے محترم ڈاکٹر صاحب اپنے شایانِ شان نہ سمجھیں تو راقم ڈاکٹر صاحب سے پیشگی معذرت خواہ ہے کہ اس سے مقصد صرف اظہارِ حق ہوگا نہ ایذار خاطر شریف سہ

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وجۂ تالیف

محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب کی ایک کتاب "وجود باری تعالےٰ اور توحید" نظر سے گذری۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کو کئی ایک حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ اس کا ساتواں حصہ، جو کتاب کے صفحہ ۲۶۴ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۷۰ پر ختم ہوتا ہے، دیکھ کر راقم کو حیرت ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب نے اگرچہ اس حصہ کا عنوان "توحید" کے نام سے قائم فرمایا ہے مگر انہوں نے سارا زور قلم توحید کی تحقیق و شرک کی تردید کی بجائے جمہور مسلمین (اہل سنت وجماعت) کے عقائد پر بے جا اور غیر منصفانہ تنقید پر صرف کر ڈالا ہے جو ایک اہل علم کہلانیوالے کی شان کے لائق ہرگز نہیں ؎

سلیقہ یہ ہے علم کے حاملوں کا
تو پھر پوچھنا کیا زے جاہلوں کا

راقم اس کتاب کے مطالعہ سے پیشتر ڈاکٹر صاحب کو صاحب علم و تحقیق سمجھتا تھا مگر اس کتاب کے مطالعہ سے راقم کو اپنی غلط فہمی کا احساس ہوا اور راقم اسی نتیجہ پر پہنچا کہ ڈاکٹر صاحب ڈاکٹریٹ ایسی ڈگری رکھنے، ٹی وی پر زور بیانی کا مظاہرہ کرنے اور بہت سے سادہ لوح اردو و انگریزی خواندہ حضرات کے ہاں ایک عظیم مفکر کہلانے کے باوجود، علم عقائد سے بالعموم اور علم توحید سے بالخصوص ناواقف، غلط فہمیوں کا شکار بلکہ قرآن و سنت اور تعلیمات اسلاف کی روح سے کوسوں دور ہیں ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

بلاشبہ عقائد کے معاملہ میں بالعموم اور تصور توحید کے سلسلے میں بالخصوص جس راستہ پر ڈاکٹر صاحب گامزن ہیں وہ قرآن وسنت اور تعلیمات صحابہ وتابعین وائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے راستہ سے ہٹ کر ایک سنسان، تاریک اور نورِ حق سے محروم راستہ ہے اس راستہ پر چلنے والے پر نورِ حق کا در کبھی نہیں کھلتا اور اس کے مقدر میں بھٹکنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

پڑے ہیں دور تک سنسان رستے
ادھر تو بند ہے در روشنی کا

ڈاکٹر صاحب معاف فرمائیں یہ بات خود ڈاکٹر صاحب کے مسلم امام جناب علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد جناب امام ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ اپنی کتاب اعلام الموقعین میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

من عدل عن طریقھم ذات الیمین وذات الشمال فذالك المنقطع التائہ فی بیداء المھالك والضلال۔	جو صحابہ کے راستہ سے دائیں اور بائیں پھر گیا پس وہ راہِ راست سے کٹ چکا وہ ہلاکتوں کے جنگل اور گمراہی میں بھٹکنے والا حیران وسرگرداں انسان ہے۔

(اعلام الموقعین ج ۱ ص ۵)

یعنی جو شخص قرآن وسنت اور صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کی تعلیمات سے ہٹ کر دائیں بائیں کسی دوسرے راستہ پر چل نکلا وہ راہ راست سے کٹ کر ہلاکتوں اور بربادیوں کے جنگل اور گمراہی میں حیران وسرگرداں انسان قرار پاتا ہے۔

اب یہ بات ہمارے ذمہ ہے کہ ہم قرآن وسنت اور صحابہ وتابعین و اتباع تابعین اور ائمہ دین متین کی تعلیمات کی روشنی میں مدلل طور پر ثابت کریں گے کہ محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب اپنی کتاب مذکور کے حوالہ سے راہ راست سے

ہٹ چکے ہیں بلکہ کتاب میں جو انہوں نے جمہور مسلمانوں (اہلِ سُنت و جماعت) کے عقائد پر تنقید کا انداز روا رکھا ہے وہ انتہا پسندانہ ہے اور اس سے بڑھکر انتہا پسندی کیا ہو سکتی ہے کہ جناب نے نہ صرف انہیں مشرک قرار دیا بلکہ دورِ جاہلیت کے مشرکین سے بھی بدتر سے

رودادِ ستم اور داستانِ جفائے فلک
سب کچھ کہیں گے ان سے ملاقات بھی تو ہو

عدیم الفرصتی

عدیم الفرصتی کے باوجود، کہ دورۂ حدیث کے اسباق پڑھانا، ماہنامہ "الحق" کے تحقیقی مضامین لکھنا، افتاء کا کام کرنا، جامعہ کے معاملات پر توجہ دینا، اور ترجمہ قرآن کریم لکھنا، اس طرح کی بہت سی مصروفیات کا سامنا رہتا ہے، ڈاکٹر صاحب کی کتاب پڑھ کر محسوس ہوا کہ اس کتاب سے بہت سے خالی الذہن اور محض اُردو یا انگریزی خواندہ سادہ لوح مسلمان نہ صرف سیدھے راستے سے بھٹک جائیں گے بلکہ مسلکِ حق جو جمہور مُسلمانوں کا مسلک اور قرآن وسُنت اور تعلیمات اسلاف کا آئینہ دار ہے، کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو جائیں گے، اب اس سے انہیں بچانا ایک بہت بڑا فریضہ بلکہ وقت کا افضل جہاد ہے۔

خاموش ہوئے ہم تو بھٹک جائیں سادہ لوح
اب چراغوں کو اندھیروں میں جلا رکھنا ہے

لہٰذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اس سے توفیق کی طلب کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب کی کتاب کا علمی و تحقیقی جائزہ لکھنا شروع کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ اس حقیر سی کوشش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو عامۃ المسلمین کے لئے عموماً اور متلاشیانِ حق کے لئے خصوصاً منارۂ نور

بنائے۔ آمین۔

اور اگر محترم ڈاکٹر صاحب بہ نظر انصاف اسے ملاحظہ فرمائیں تو شاید وہ سیدھے راستے پر لوٹ آئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسکی توفیق دے۔ آمین۔

یہی دعا تا یوم نشور دیں گے
دیں گے انہیں اور ضرور دیں گے

قارئین : ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب کی ڈاکٹریٹ کی بڑی ڈگری اپنی جگہ مگر آپ ان کو اگر ان کی کتاب " وجود باری تعالیٰ اور توحید " کی روشنی میں دیکھیں گے تو آپ کو یہ معلوم کر کے بیحد تعجب ہوگا کہ موصوف لوگوں کی نظروں میں بڑے علامہ اور مفکر اسلام ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ایمان کے پہلے رکن " ایمان باللہ " کی نعمت تک سے محروم ہیں۔ یہ محض مخالفانہ تنقید نہیں بلکہ ایک روشن حقیقت ہے۔

ڈاکٹر صاحب خدا کے وجود پر یقین نہیں رکھتے

قارئین!

آپ کو یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب نے " وجود باری تعالیٰ " پر کتاب تو لکھ ڈالی ہے اور دوسروں کو وجود باری تعالیٰ کا یقین دلانے کے لئے ادھر ادھر سے مواد بھی اکٹھا کر کے کتاب کا پیٹ بھر دیا، مگر ان کا اپنا پیٹ وجود باری تعالیٰ پر یقین سے خالی ہے۔ فارسی زبان میں بزرگوں کا یہ مقولہ محترم ڈاکٹر صاحب پر صادق آتا ہے " دیگرے را نصیحت خود را فضیحت " کہ دوسروں کو وجود باری تعالیٰ کو تسلیم کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مگر خود کو اس کے یقین کی نعمت سے محروم رکھے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی اس حالت پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے کہ اوپر سے صاحب یقین اور اندر سے بے یقین، یہ اہل علم، یہ اہل فکر یہ محقق

اور یہ ڈاکٹر ــــ اہل ملت کے لئے مجھ کو ہے ماتم کرنا
ان کی خاطر ہے مجھے بزم میں گریہ کرنا

چنانچہ ڈاکٹر صاحب چند گفتگو میں کے عنوان کے تحت یہ سُرخی جماتے ہیں.
"کیا خدا کا وُجود منطقی طور پر ثابت کیا جاسکتا ہے "

منطق کیا ہے؟

منطق ایک علمِ عقلی ہے جس میں کچھ قواعد بنائے جاتے ہیں اور وہ قواعد عقلی نوعیت کے ہوتے ہیں ان قواعد کے صحیح استعمال سے انسان کی سوچ ٹھوکر نہیں کھا سکتی اور جو منطقی گمراہ ہوئے انہوں نے دراصل منطق کے قواعد کا صحیح استعمال ہی نہیں کیا.

چنانچہ علامہ مصطفےٰ آفندی م ۱۰۶۷ھ کشف الظنون میں لکھتے ہیں کہ

المنطق لکونہ حاکما علی جمیع العلوم فی الصحۃ والسقم والقوۃ والضعف سماہ الفارابی رئیس العلوم.

منطق چونکہ صحت و سقم، قوت اور ضعف میں فیصلہ کرنے والا علم و فن ہے اس لئے امام فارابی م ۳۳۹ھ نے اس کا نام رئیس العلوم رکھا.

(ج ۲ ص ۱۸۶۲)

یعنی علم منطق ایک ایسا عقلی علم ہے کہ اس کے اصول و قواعد کے صحیح استعمال سے انسان پر واضح ہو جاتا ہے کہ صحیح بات کونسی ہے اور غلط کونسی، قوی کونسی ہے اور ضعیف کونسی۔ اس لئے اس کا نام امام فارابی نے رئیس العلوم رکھا.

اور امام بو علی ابن سینا نے اس بنا پر کہ یہ علم علوم کسبیہ نظریہ اور عملیہ کی تحصیل میں ہتھیار کا کام دیتا ہے یعنی مقصود بالذات ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک آلہ یا ہتھیار ہونے کی حیثیت سے، اس کا نام "خادم العلوم" رکھا.

علامہ مصطفےٰ آفندی م ۱۰۶۷ھ کشف الظنون میں لکھتے ہیں کہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۰۵ھ نے فرمایا کہ

من لم یعرف المنطق فلاثقة له فی العلوم اصلاً وسماہ معیار العلوم۔ | جو منطق نہیں جانتا علوم میں اس کا ہرگز کوئی بھروسہ نہیں اور امام غزالی علیہ الرحمۃ نے اس کا نام معیار العلم (علم کی کسوٹی) رکھا۔

(کشف الظنون ج ۲ صـ۱۸۲۲)

اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا کہ

"وجودِ باری تعالیٰ پر دلائل تو دیئے جا سکتے ہیں۔ آیاتِ بیّنات اور براہین تو بکثرت سے دیئے جا سکتے ہیں لیکن منطقی ثبوت، کسی چیز کے بارے میں بھی نہیں دیا جا سکتا یعنی اس طرح جیسا کہ ۲+۲=۴"

(وجودِ باری تعالیٰ اور توحید صـ۳۵۶)

اس کے جواب میں محترم ڈاکٹر صاحب کے حضور تحفۂ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" ہی پیش کیا جا سکتا ہے اور یا ان کی عقلِ رفتہ پر "اِنّا للہ واِنا الیہ راجعون" ہی پڑھا جا سکتا ہے۔

قارئین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اس حد تک یقین نہیں رکھتے جس حد تک ۲ + ۲ کے چار ہونے پر۔

اب ڈاکٹر صاحب ارشاد فرمائیں کہ جو شخص قرآن وسنّت کے دلائل و براہین جن سے آپ اللہ تعالیٰ کی ہستی ثابت کرتے ہیں کو نہیں مانتا اور وہ کہتا ہے کہ مجھے منطقی (عقلی) دلائل سے خدا تعالیٰ کی ہستی ثابت کر کے دکھاؤ، تو کیا ڈاکٹر صاحب اسے یہ جواب دیں گے کہ "وجودِ باری تعالیٰ کو منطقی وعقلی دلائل سے اس طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ ۲ + ۲ = ۴ ؟ اس طرح وجودِ باری تعالیٰ کا کوئی منکر وجودِ باری تعالیٰ کا قائل ہو سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب کی یہ بات "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" کے محاورہ کے مطابق

وُجودِ باری تعالےٰ کا ایک داعی خود ہی اپنی دعوت کی معقولیت کا منکر ہوا جا رہا ہے۔ اور اپنے نظریہ کی عمارت قائم کرنے کے بعد اسے اپنے ہاتھوں خود ہی منہدم کر رہا ہے ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

انکارِ خدا کی دعوت

ڈاکٹر صاحب کی چند اہم گفتگوؤں میں سے پہلی گفتگو ہی دراصل خالی الذہن لوگوں کے یقین کو متزلزل کرنے کو کافی ہے چنانچہ وہ یہ بات لکھنے کے بعد کہ "اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں کوئی ایسی منطقی دلیل نہیں دی جا سکتی جیسے ۲+۲ = ۴"

مزید لکھتے ہیں:

"طالب علمی کے زمانہ کے ایک صاحب بہت شوخی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وجود شوخی کا مظاہرہ کر رہے تھے مجھے شرارت سُوجھی۔ ان سے عرض کیا کہ اگر منطقی ثبوت کی ہی بات چل نکلی ہے تو سب سے پہلے ذرا اپنے ذاتی وُجود کو ثابت کر دیجئے تو آج شام چائے ہو جائے۔ کہنے لگے اس کے ثبوت کی کیا ضرورت دیکھ لو سامنے کھڑا ہوں مجھے حواس خمسہ سے محسوس کر سکتے ہو۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو کیا میرے وجود میں کوئی شک ہے؟

میں نے کہا جی ہاں شک ہے پہلے تو یہ ثابت کیجئے کہ آپ جاگ رہے ہیں اور خواب کے عالم میں نہیں اور نہ میں خواب کے عالم میں ہُوں۔ اسی لئے کہ بہت دفعہ خواب کے عالم میں بھی ایسا ہوا کہ ہم نے بہت یقین کے ساتھ کسی چیز کو بطورِ ثبوت کے پیش کیا حالانکہ وہ سب کچھ خواب

ہی تھا اور کسی چیز کا وجود نہیں تھا، حتیٰ کہ اپنی ذات کا وجود اس جگہ نہیں تھا یہاں تک کہ یہ بھی ہوا کہ ہم نے خواب میں اپنے خواب تک کو بیان کیا ہے۔"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صد ۲۵۶)

قارئین! غور فرمایئے کہ ڈاکٹر صاحب کس طرح مختلف انداز سے اس شخص کی قوتِ ایمانی و یقینی کو "جو وہ وجودِ باری تعالیٰ" پر رکھتا ہے کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اسے چکر دے رہے ہیں حتیٰ کہ اسے چکرا کر رکھدیا جیساکہ وہ خود لکھتے ہیں:

"اس پر وہ صاحب چکرا گئے کہنے لگے میں تمہیں ایک گھونسہ رسید کرتا ہوں تمہیں خود ہی پتہ چل جائیگا کہ میں موجود ہوں یا نہیں۔ میں نے کہا کہ خواب میں بھی کئی مرتبہ گھونسے بازی ہوئی ہے لیکن وہ خواب ہی ہوتا ہے نہ گھونسے کا وجود ہوتا ہے اور نہ گھونسہ مارنے کا۔" (صد ۲۵۷)

ڈاکٹر صاحب سوفسطائیہ خیالات رکھتے ہیں

ڈاکٹر صاحب سوفسطائی خیالات رکھتے ہیں کیونکہ تمام حقائق جو اپنے وجود خارجی وعینی کے ساتھ محسوس ہوتے اور دیکھائی دیتے ہیں۔ سب کے سب ڈاکٹر صاحب کے نزدیک محض خواب خیال ہیں۔ چنانچہ ان صاحب کو جو ڈاکٹر صاحب سے بیداری میں بات کر رہے تھے۔ انہیں فرما رہے ہیں کہ وہ اپنا بیدار ہونا ثابت کریں حالانکہ وہ ڈاکٹر صاحب کے سامنے بیٹھے تھے اور بیدار تھے اور ڈاکٹر صاحب انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر بھی انہیں ان کے بیدار ہونے کا یقین نہ تھا اسے محض خواب خیال قرار دینے پر مصر تھے۔

عقائد نسفی میں فرماتے ہیں کہ

حقائق الاشیاء ثابت ہیں:

حقائق الاشیاء ثابتۃ والعلم اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں اور ان کا علم

بہا متحقق خلافاً للسوفسطائیۃ۔ متحقق ہے برخلاف سوفسطائیہ

اسکی شرح امام علامہ محقق مدقق سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۹۲ھ فرماتے ہیں کہ

فان منهم من ینکر حقائق الاشیاء ویزعم انها اوهام وخیالات باطلة وهم العنادیة (الی ان قال) والحق انه لا طریق الی المناظرة معهم خصوصاً اللاادریة لانهم لا یعترفون بمعلوم لیثبت به مجهول بل الطریق تعذیبهم بالنار لیعترفوا او یحترقوا۔

(شرح عقائد ص ۲۲-۲۳)

سوفسطائیہ میں سے ایک گروہ حقائق اشیاء کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ جو کچھ ہمیں نظر آتا یا محسوس ہوتا ہے سب اوہام اور خیالاتِ باطلہ ہیں اور یہ عنادیہ کہلاتے ہیں ان کے بعد دوسرے گروہوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان تمام سوفسطائیوں سے بالعموم اور لاادریوں سے بالخصوص مناظرہ ومباحثہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ کسی معلوم کو مانتے ہی نہیں جس سے کسی مجہول کو ثابت کیا جائے بلکہ ان سے مباحثہ کا ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ ان کو آگ میں ڈالا جائے تاکہ یا تو اس کے وجود حقیقی کو تسلیم کر لیں یا جل جائیں۔

جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کو اس شخص نے کہا کہ " میں تمہیں گھونسا مارتا ہوں تمہیں درد ہوگا تو معلوم ہوگا کہ میرا وجود ہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے اسے بھی یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ خواب میں گھونسے بازی ہوتی ہے۔ اگر وہ امام تفتازانی والا عمل کرتے اور ڈاکٹر صاحب کو دیا سلائی سے جلاتے اور ڈاکٹر صاحب درد سے ضرور چلا اٹھتے تب وہ اس شخص کے وجود کو اور بیداری کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ مگر انہیں اس بات کا خیال نہ آیا کیوں کہ انہوں نے شرح عقائد نہیں پڑھی تھی اور امام تفتازانی کے نسخہ کا علم نہیں رکھتے تھے۔

کیا وُجودِ باری صرف ترجیحی حیثیت سے ثابت ہے؟

اسکے بعد ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ وہ صاحب

"کہنے لگے کہ یہاں یہ دیکھو کہ آیا زیادہ قابلِ ترجیح بات کیا ہے کہ میں موجود ہوں یا نہیں، یعنی (MOST PROBABLE) کیا ہے۔ میں نے کہا اب تم راہ پر آئے پہلے تم ثبوت مانگ رہے تھے اب تم یہ پوچھ رہے ہو کہ دلیل دو۔ اب تم دلیل کی طرف آ گئے ہو اور مختلف باتوں میں ترجیح ڈھونڈ رہے ہو۔ یہی کام ہم وجود باری تعالیٰ کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی تو فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ مختلف باتوں میں سے کون سی بات قابل ترجیح ہے لیکن کسی بات کا قطعی منطقی ثبوت دینا ناممکن ہے۔" (صہ ۲۵)

ہم اس پر "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیْمِ" کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں وجود باری تعالیٰ پر جو دلائل دیئے اور ثبوت پیش کئے اور انہیں قطعی و یقینی طریقہ سے بیان کیا یہاں آخر میں آ کر ایسے ڈھیلے ہو گئے کہ اب ان دلائل کی قطعی منطقی حیثیت سے انحراف و اعراض کر کے انہیں محض ترجیحی حیثیت دینے پر اتر آئے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود و عدم (ہونے اور نہ ہونے) میں یہ بات قابل ترجیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے مگر اس پر قطعی منطقی ثبوت دینا ناممکن ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

علامہ اقبالؒ پر غلط الزام

ڈاکٹر صاحب نے علامہ اقبال کے درج ذیل شعر

تیری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود تیرا

کو بھی اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اپنے غلط موقف کی تائید میں پیش کر کے علامہ اقبال پر غلط الزام عائد کر دیا کہ وہ بھی کسی چیز کے وجود کو قطعی و منطقی طور پر ثابت نہیں مانتے تھے۔ حالانکہ علامہ کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب ان کے کلام سے سمجھے ہیں بلکہ علامہ اقبال وجود باری تعالےٰ کے منکر سے الزامی طریقہ پر بات کر رہے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ "اس کے نزدیک خدا کا وجود ثابت نہیں" ہم اس سے کہیں گے کہ پھر ہمارے نزدیک تمہارا وجود بھی ثابت نہیں، کیونکہ منکر جو اپنے وجود کو ثابت مانتا ہے کسی کو اس کا خالق تو مانے گا ہی، بس وہی خدا ہوگا۔ اس طرح اسے خدا تعالیٰ کا وجود ماننا لازم ہوگا اور اگر وہ خالق کا وجود نہیں مانے گا تو اسکو مخلوق کے وجود کی بھی نفی کرنا پڑے گی اور مخلوق میں خود منکر کا اپنا وجود بھی ہے اسکی بھی نفی لازم آئے گی لہٰذا علامہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل نہیں ہماری نگاہ میں اس کا اپنا وجود بھی ثبوت کا محتاج ہے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کا منکر اپنے وجود کو ثابت نہیں کر سکتا۔ علامہ اقبال کا کلام منکرِ وجود باری تعالےٰ پر الزام ہے جسے ڈاکٹر مفکر غلام مرتضیٰ صاحب نے غلط فہمی سے وجود باری تعالےٰ کے بارے میں علامہ اقبال کا نقطۂ فکر گردان کر ان پر غلط الزام عائد کر دیا ہے کہ وہ بھی وجود باری تعالیٰ کو قطعی منطقی طور پر ثابت نہیں مانتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کا کفّار کی پیروی کرنا

ہمیں افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اشیاء کے حقائق اور موجودات کے وجود کے بارے میں اسلامی مفکرین کی بجائے کفار سائنسدان کی پیروی اختیار فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

" واضح رہے کہ فلسفہ کی تاریخ میں فلسفیوں کو یہ بات ثابت کرنے میں بہت مشکل آئی کہ ان کا وجود ہے یا نہیں۔ فلسفی اور ریاضی دان ڈیکارٹ نے اپنے وجود کے حق میں یہ دلیل دی ہے کہ میں سوچتا ہوں اس لئے میں موجود ہوں۔" (صہ۲۵)

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب ان الفاظ پر اس بحث کا خاتمہ کرتے ہیں۔

" حقیقت یہ ہے کہ ثابت تو اپنے وجود کو نہیں کیا جاسکتا، کجا یہ کہ کسی اور چیز (وجود باری تعالےٰ) کا منطقی ثبوت لائیں۔"

(وجود باری تعالےٰ اور توحید صہ۲۵)

حالانکہ ابھی اسلامی مفکرین کا نقطۂ نظر عقائد نسفی کے حوالہ سے گذرا کہ

"حقائق الاشیاء ثابتة والعلم بها متحقق۔" کہ اشیاء کی حقیقتیں ثابت اور ان کا علم تحقق وحق ہے۔

اپنے منہ اپنی تردید ڈاکٹر صاحب کا یہ خیال کہ " ہم اپنے وجود کو منطقی طور پر ثابت نہیں کرسکتے تو کسی اور چیز اور بالخصوص وجود باری تعالیٰ کو قطعی منطقی طریقہ کیسے ثابت کرسکتے ہیں" اپنے منہ اپنی تردید کے مترادف ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اسی کتاب میں متعدد مقامات پر قرآن مجید کے دلائل کو قطعی منطقی دلائل قرار دے کر وجود باری تعالےٰ کو منوانے کی کوشش فرمائی ہے (ملاحظہ ہو)

" وجود باری تعالےٰ پر ایک خاص دلیل جسے اہل فلسفہ اور متکلمین پیش کرتے چلے آئے ہیں قرآن مجید میں ایک مختلف انداز سے بیان ہوئی ہے دال ان قال) تسلسل عقلاً بھی محال ہے بلکہ انسان اس کے تخیل سے بھی عاجز ہے اس بنا پر لامحالہ سلسلۂ علل واسباب کا کہیں نہ کہیں خاتمہ ہونا ضروری ہے

عملاً ممکن ہی نہیں قرآن مجید میں یہی دلیل پیش کی گئی ہے ۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے قرآن کریم کی سورۂ انبیاء آیت ۲۲ ۔ سورہ مومنون آیت ۹۱ ، سورۂ حدید آیت ۳ اور سورۂ اخلاص نقل فرمائی ۔ (وجود باری تعالیٰ اور توحید صہ ۱۴۹ ، ۱۵۰)

ڈاکٹر صاحب نے قرآن کریم کی ان آیتوں میں وجود و توحید باری تعالیٰ کے ثبوت میں پیش کئے گئے قرآنی دلائل کو منطقی دلائل اور منطقی اعتبار سے لاجواب دلائل قرار دیا ۔

قرآن کا انکار

مگر اس بحث کو جا کر بہ عنوان "کیا خدا کا وجود منطقی طور پر ثابت کیا جا سکتا ہے " ان الفاظ پر ختم کیا کہ

" حقیقت یہ ہے کہ ثابت تو اپنے وجود کو نہیں کیا جا سکتا کجا یہ کہ کسی اور چیز (خدا ہو یا مخلوق) کا منطقی ثبوت لائیں ۔ " (وجود باری تعالیٰ اور توحید صہ ۲۵۷)

قارئین ۔ غور فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب کی تمام تحقیقات کا انجام کیسا خراب نکلا کہ پہلے تو وجود اور توحید باری تعالیٰ کے سلسلے میں قرآن کی متعدد آیتوں سے دلائل پیش کئے اور ان کو منطقی دلائل اور منطقی تقاضے قرار دے دیا ایک بے دین و بے ایمان کافر فلسفی رینے ڈیکارٹ کے قول کو بنیاد بنا کر آخر میں ایک ایسی بات کر دی جس سے ان سب دلائل پر نہ صرف پانی پھیر دیا بلکہ اپنے ہی پیش کردہ قرآنی دلائل سے اپنا ایمان و یقین اٹھا کر اپنے دین و ایمان کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا ۔

اسلامی فکر

جناب ڈاکٹر صاحب نے ایک غیر مسلم فلسفی اور ریاضی دان کی فکر کو اختیار کر کے اشیاء کے وجود کو ثابت کرنا مشکل قرار دے ڈالا مگر یہ نہ سوچا کہ اسلامی فکر و تحقیق میں اشیاء کا وجود ثابت ہے ۔

عقائد امام نسفی اور اسکی شرح میں فرماتے ہیں کہ اسلام میں کسی چیز کے وجود

یہی ہر چیز کا نقطۂ آغاز ہوگا یعنی وہ علۃ العلل یا علۃ کل جس پر تمام علتیں ختم ہوجاتی ہیں یہی خلق و پیدائش اور کائنات کے وجود کی اصل علت ٹھیریگی قرآن مجید میں یہی منطقی دلیل ایک دو آیتوں میں اس انداز میں مذکور ہے "

اس تحریر شریف کے بعد ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید کی سورۂ ہُود کی آیت ۱۲۲ اور سورۂ نجم کی آیۃ ۴۲ نقل فرمائی ہے۔ قارئین غور فرمائیں کہ یہاں تو ڈاکٹر صاحب نے وجود باری تعالیٰ کو قرآن کریم کی دو آیتوں کے حوالہ سے دلیل کے ساتھ ثابت کیا اور قرآن کی ان دونوں دلیلوں کو منطقی دلیلیں ٹھیرایا۔

منطقی تقاضا

آگے چل کر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

" مندرجہ بالا آیتِ قرآنیہ (سورۂ انبیاء آیت ۴۲ و سورۂ بنی اسرائیل آیت ۴۲، ۴۴ سورۂ مومنون آیت ۹۱) میں (وجود باری تعالیٰ اور اس) توحید کی جو دلیل دی گئی ہے اسے متکلمین کی اصطلاح میں یوں ادا کیا جاسکتا ہے کہ عالم کون و مکان معلول ہے اور اسکی علتِ اولیٰ (باری تعالیٰ) کا وجود ایک منطقی تقاضا ہے "۔

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص۱۴۹)

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب نے یہاں بھی قرآن کریم کی تینوں آیتوں میں وجود باری تعالیٰ اور اسکی توحید پر قرآن کی تینوں آیتوں میں بیان کئے گئے دلائل کو وجود باری تعالیٰ کے لئے ایک منطقی تقاضا قرار دیا۔

باقی رہ گیا ایک خُدا

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب "باقی رہ گیا ایک خدا" کے عنوان سے وجود باری تعالیٰ اور توحید کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

" تو اس اعتبار سے دیکھا جائے تو منطقی طور پر ایک خدا سے زیادہ کا وجود

کے علم یا ثبوت کے تین ذرائع ہیں ایک حواس یعنی حواس سلیمہ دُوسرا سچے انسان کی خبر اور تیسرا ذریعہ عقل ہے۔

حواس سلیمہ سے مراد انسان کے حواس خمسہ ہیں اور سلیمہ سے مراد حواس خمسہ کا صحتمند اور تندرست ہونا ہے یعنی کانوں میں سُننے آنکھوں میں دیکھنے، ناک میں سونگھنے، زبان میں چکھنے اور ہاتھوں میں چھونے کی قوت صحیح ہونا چاہیئے - انہیں قوتوں کے استعمال سے ہم چیزوں کے خواص کے بارے میں فیصلے کرتے ہیں اور یہ فیصلے قطعی ہوتے ہیں انمیں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا - خود ڈاکٹر صاحب کو ان کی اہلیہ محترمہ آنکھوں سے دیکھ کر، کانوں سے ان کی آواز سُنکر قطعی طور پر فیصلہ فرماتی ہیں کہ وہ ان کے خاوند ہیں اسی طرح ان کے بچے فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ ان کے ابو (والد) ہیں یہ نہیں کہتے کہ وہ قطعی منطقی طور پر نہیں بلکہ محض ترجیحی بنیاد پر ان کو پہچانتے ہیں اسی طرح اگر ہم اشیاء کے وجود کو اور خود اپنے وجود کو قطعی منطقی طریقہ سے نہ مانیں تو ہم پر جو شرعی فرائض و واجبات یا حلال و حرام کے احکام عائد ہوتے ہیں ان کی حیثیت بھی قطعی نہیں رہے گی - یُوں سارا نظام شرعی مشکوک ہو کر رہ جائیگا - اسی طرح مخبر صادق حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں ان چیزوں کی خبر دی جن کا تعلق ایمانیات و اعتقادیات سے ہے، ذات باری تعالیٰ ملائکہ، جنت اور دوزخ، سب کا وجود قطعی طور پر حق و ثابت ہونے کی بجائے ترجیحی ہونے کی وجہ سے غیر یقینی قرار پائیگا - یُوں عقیدہ اور ایمان محکم ہونے کی بجائے متزلزل ہو کر رہ جائے گا اور یُوں دین و مذہب بھی اپنی قطعی حیثیت سے باقی نہیں رہے گا

ہم نشین کہتا ہے کچھ پروا نہیں مذہب گیا
میں یہ کہتا ہوں کہ بھائی یہ گیا تو سب گیا

چنانچہ شرح عقائد میں ہے کہ

والعلم الثابت بخبر الرسول یضاھی ای یشابہ العلم الثابت بالضرورة کالمحسوسات والبدیھات والمتواترات فی التیقن ای عدم احتمال النقیض والثبات ای عدم احتمال الزوال بتشکیک المشکک فھو علم بمعنی الاعتقاد المطابق الجازم الثابت والا لکان جھلا اوظنا او تقلیدا۔

(شرح عقائد ص۲۴ طبع مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سے جو علم ثابت ہوتا ہے وہ اس علم کی طرح یقینی ہوتا ہے جو نہایت روشن طریقہ سے محسوسات اور بدیہات کی طرح ہوتا ہے یعنی اسمیں نقیض (مخالفانہ فکر) کا اور متواترات کا کوئی احتمال نہیں ہوتا اور وہ اس طرح یقینی وقطعی الثبوت ہوتا ہے کہ مخالف کی تشکیک سے زائل ہونے کا کوئی احتمال نہیں رکھتا پس وہ ایک علم ہے جو ایسے اعتقاد کے معنی میں ہوتا ہے جو واقع کے مطابق اور یقینی الثبوت ہوتا ہے ورنہ وہ جہل ہوگا یا ظن یا تقلید محض۔

امام نسفی وتفتازانی کے مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سے جو کسی چیز کے وجود یا عدم وجود کا علم حاصل ہوتا ہے وہ ایک ایسا قطعی ویقینی ہوتا ہے کہ اسمیں رائی بھر بھی شک وشبہ نہیں ہوتا، اگر ایسی بات نہ ہو یعنی اسی حد تک یقینی وقطعی نہ ہو تو وہ اعتقاد یا عقیدہ نہ ہوگا بلکہ وہ جہل ہوگا یا ظن یا تقلید محض۔

جناب ڈاکٹر صاحب غور فرمائیں کہ اگر ہم ان کی یہ بات کہ "اپنا وجود بھی قطعی طور پر ثابت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ کسی اور چیز کا، اور یہ کہ ہم جس چیز کے وجود کو ثابت کرتے یا مانتے ہیں وہ محض ترجیحی حیثیت سے مانتے ہیں" صحیح مان لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سچی خبریں جو ہمارے ایمان کی رُو سے حق، قطعی اور یقینی ہیں۔ اُن سے متعلق ہمارا یقین محکم، جہل یا ظن میں بدل جائے گا۔ ایسی صُورت میں ایمان

ایمان نہیں رہے گا بلکہ کفر و نفاق میں بدل جائے گا۔ (معاذاللہ)

ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب "وجود باری تعالیٰ اور توحید" کے ذریعے درحقیقت قابلِ رحم بیچاری قوم کی کوئی علمی خدمت نہیں بلکہ انہیں اعتقادیات کے معاملہ میں تشکیک و تردد میں مبتلا کرنے کی کوشش فرمائی ہے ؂

اکبر خستہ دِل کا حال قابلِ رحم ہو گیا
اس سے سلوک کیا کہوں تیری نظر نے کیا کیا

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں :

"جتنے انبیاء اور رسول "انسانیت" کی طرف بھیجے گئے ان سب نے توحید کی دعوت دی ہے وہ مسئلہ جس میں انسانیت نے سب سے زیادہ کوتاہی کی ہے وہ "توحید" ہے۔" (وجود باری تعالیٰ اور توحید صـ۲۶۵)

کیا انبیاء اور رسول "انسانیت" کیطرف بھیجے گئے؟

ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسول "انسانیت" کی طرف بھیجے اور یہ کہ "انسانیت" نے سب سے زیادہ "توحید" میں کوتاہی کی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انبیاء اور رسول "انسانیت" کی طرف بھیجے گئے؟ اور کیا انسانیت نے سب سے زیادہ توحید میں کوتاہی کی ؟

"انسانیت" کا معنی

راقم جب ایک طرف ڈاکٹر صاحب کی شہرت اور انکی ڈگری کو دیکھتا ہے اور دوسری طرف ان کی اس علمی و تحقیقی غفلت کو، تو یہ شاعر کا یہ شعر بے ساختہ زباں پر آجاتا ہے ؂

گُل کھلائے گی نئے، گلشن میں اب بادِ بہار
رنگ ہو گا جن میں لیکن بُو نہ ہو گی زینہار

ڈاکٹر صاحب اگر "انسانیت" کا مطلب سمجھتے ہوتے تو عبارت مذکورہ میں اس قدر تحقیقی غفلت کے مرتکب نہ ہوتے۔ آیئے ہم ڈاکٹر صاحب کی اس تحقیقی غفلت سے پردہ اٹھاتے ہیں۔

انسانیت کا معنی عربی، فارسی اور اُردو لغت کی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ

" انسانیت۔ ان خوبیوں کا نام ہے جو خاص کر انسان میں پائی جاتی ہیں مثلاً رحمدل، سخاوت اور اچھے اخلاق۔"

(محیط المحیط صہ ۱۹، المنجد صہ ۱۹، اقرب الموارد ج ا صہ ۲۱ فرہنگ عمید صہ ۱۹۱، لغات کشوری صہ ۶۵، فیروز اللغات صہ ۹۱)

یعنی انسان میں اللہ تعالیٰ نے جو خوبیاں رکھی ہیں انسان کا رحمدل ہونا، سخی ہونا اور اچھے اخلاق والا ہونا، انہی خوبیوں کا نام انسانیت ہے۔

اب جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب سے کوئی پوچھے کہ ان چیزوں کی طرف رسول یا نبی بھیجنے کے کیا معنی ہیں؟ کیا یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھیں کہ ان کی طرف رسول بھیجے تاکہ وہ ان کا صفایا کریں؟ شاید ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہی نہ تھا کہ وہ کیا فرما رہے ہیں ؎

کہہ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ انبیاء اور رسول انسانیت کی طرف نہیں انسانوں کی طرف بھیجے گئے تاکہ وہ انہیں تعلیم دیں۔ کاش ڈاکٹر صاحب جمہور اہل اسلام (اہل سنت وجماعت) پر تنقید کرنے سے پہلے اپنی علمی لیاقت وصلاحیت پر ہی نظر ڈال لیتے۔ ؎

انسانیت کی حد میں جو بندۂ خدا نہیں
اس کا وجود بے شک کسی کام کا نہیں

ڈاکٹر صاحب نے نہ توحید کا معنی بیان کیا نہ تعریف

محترم ڈاکٹر صاحب نے توحید کی بحث کا آغاز " التوحید " کے عنوان سے کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ " توحید کی تین قسمیں " ہیں۔

مگر انہوں نے اسقدر اہم موضوع کا نہ تو معنی بیان کیا اور نہ ہی اسکی تعریف (Definition) فرمائی حالانکہ " توحید " ایک اہم علم بھی ہے اور ایک اہم موضوع بھی۔

ضرورت تعریف جبکہ کسی بھی موضوع کی بحث سے پہلے اسکی تعریف ضروری ہے چنانچہ امام قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی صاحب تفسیر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اپنی اصولِ فقہ کی ایک کتاب " نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول " میں لکھتے ہیں کہ

إعلم أنه لا يمكن الخوض في علم من العلوم الا بعد تصور ذلك العلم والتصور يستفاد من التعريفات

معلوم ہونا چاہیے کہ علوم میں سے کسی بھی علم میں اس وقت تک غور و خوض ممکن ہی نہیں جب تک اس کا کوئی تصور نہ ہو اور تصور تعریفوں سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

(ج ۱ ص۵)

امام قاضی بیضاوی نے واضح فرمایا کہ کوئی علم ہو یا کوئی موضوع بحث۔ اسمیں غور و خوض کرنا ممکن ہی نہیں جب تک کہ اس کا کوئی تصور ذہن میں موجود نہ ہو اور کسی شئ کا تصور اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی تعریف (Definition) نہ کی جائے۔ تو جب تعریف ہوگی تو اس کا ایک تصور (Idea) ذہن میں آجائیگا اور جب اس کا تصور ذہن میں آجائے گا تو اسمیں غور و خوض کرنا بھی ممکن و آسان ہوجائیگا اور یوں اس پر غور و خوض سے اسکی حقیقت اس کے تمام لوازمات و مناسبات کے ساتھ کھل کر

سامنے آجائے گی ؎

رقم کرتا ہوں میں کیا کیا سینۂ قرطاس پر
سمجھے کوئی اسے یا بالکل نہ سمجھے کوئی

توحید کا لغوی معنی

جناب ڈاکٹر صاحب نے تو توحید کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان نہیں فرمایا۔ البتہ ہم بیان کئے دیتے ہیں تاکہ ہماری مدلل گفتگو کی روشنی میں قارئین ڈاکٹر صاحب کی مغالطہ دہی میں نہ آئیں بلکہ انہیں توحید کے صحیح اور غلط تصور کا کچھ اندازہ ہو جائے۔

توحید کا لغوی معنی ہے کسی شئی کو ایک قرار دینا یا اسے ایک جاننا،

چنانچہ امام ابوالحسن سراج الدین علی بن عثمان اوسی اوشی رحمۃ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۶۹ھ کے رسالہ " منظومۃ بدء الأمالی فی علم التوحید " کی شرح " ضوء المعالی علی منظومۃ بدءِ الأمالی " مصنفہ علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۴ھ کے حواشی " تحفۃ الأعالی " میں ہے:

واما: التوحید لغۃ فھو الحکم بأن الشیٔ واحد او العلم بأن الشیٔ واحد"	توحید کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو ایک قرار دینا یا کسی شئ کو ایک جاننا

(تحفۃ الأعالی مطبوعہ مصر ص ۱۱)

یہ تو توحید کے لغوی معنی کی بحث تھی۔ اس کے بعد اس کا اصطلاحی معنی بیان کیا جاتا ہے۔

توحید کی تعریف (DEFINITION)

شریعت کے محاورہ میں

توحید کا معنی یا توحید کی تعریف (Definition) حضرت علامہ محدث علی بن سلطان محمد القاری م ۱۰۱۴ھ رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں:

وھو اثبات الوحدانیۃ للذات الصمدانیۃ۔

ذات بے نیاز کے لئے یکتائی ثابت کرنا توحید ہے۔

(ضوء المعالی ص۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ جو ایک ذات بے نیاز ہے، اس کے لئے یکتائی ثابت کرنا یا تسلیم کرنا توحید کہلاتی ہے۔

امام جلیل و فاضل نبیل علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۹۱ھ اپنی مشہور کتاب شرح مقاصد میں توحید کی یوں تعریف کرتے ہیں کہ

حقیقۃ التوحید عدم الشریک فی الالوھیۃ وخواصھا۔

توحید کی حقیقت، الوھیت اور اس کے خواص میں شریک کا نہ ہونا ہے۔

(شرح المقاصد ج ۲ ص ۶۴)

یعنی اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں اور ان چیزوں میں جو الوھیت کے ساتھ خاص ہیں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، توحید کی حقیقت ہے۔

توحید کے خواص

امام موصوف نے توحید کے خواص کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ عالم کی تدبیر کرنا، اجسام کا پیدا کرنا، عبادت کا مستحق ہونا اور جو صفات اسکی ذات کے ساتھ قائم ہیں ان کا قدیم ہونا، سب کے سب حقیقت توحید کے خواص میں سے ہیں۔

امام علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۶۷ھ جنکی بہت سی تصانیف اور حواشی ہیں جو عربی زبان میں علماء میں معروف و مشہور ہیں شرح مواقف پر بھی ان کا حاشیہ ہے

اسمیں آپ توحید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اعتقاد الوحدانیۃ ای عدم مشارکۃ الغیر فی الالوھیۃ۔

وحدانیت کا اعتقاد یعنی الوہیت میں غیر کی شرکت کا نہ ہونا، توحید ہے۔

(حاشیہ عبدالحکیم علی شرح المواقف ج ۸ ص ۳۹)

علامہ امام عبدالحکیم سیالکوٹی نے پہلے تو دو لفظوں میں توحید کی تعریف بیان فرما دی اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یکتائی کا اعتقاد ہی توحید ہے پھر اسکی تشریح یوں فرمائی کہ اس بات کا اعتقاد کرنا کہ "اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کوئی دوسرا شریک نہیں"، یہی توحید ہے۔

چنانچہ علامہ امام عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمۃ نبراس شرح عقائد میں فرماتے ہیں کہ

اصل التوحید عدم الاشتراك فی صفۃ الوجوب واما عدم الشرك فی الصنع واستحقاق العبادۃ فمن لوازمہ۔

اصل توحید صفت وجوب میں کسی کا شریک نہ ہونا ہے اور رہا صنع اور استحقاق عبادت میں شریک نہ ہونا تو یہ توحید کے لوازم میں سے ہے۔

(نبراس ص ۱۵۵)

مطلب یہ ہے کہ روح توحید اسقدر ہے کہ انسان اس بات کا اعتقاد کرے کہ واجب (ازلی و قدیم اور ابدی) ایک ہی ذات ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ رہی صفتِ تخلیق اور استحقاق عبادت میں شرک کی نفی تو یہ توحید کے لوازم میں سے ہے۔

قدیم وازلی وابدی اور واجب الوجود لذاتہ کا مطلب

یہاں قارئین کے فائدہ کے لئے ضمنی طور پر قدیم وازلی وابدی اور واجب الوجود

لذاتہ کا مطلب بیان کیا جاتا ہے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں قدیم و ازلی کے معنی ہیں جو ہمیشہ سے چلا آرہا ہو جس کے وجود کی کوئی ابتداء ہی نہ ہو اور ابدی کے معنی ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ چلا جائے گا زمانہ مستقبل میں اس کے وجود کی کوئی انتہاء ہی نہیں ہے اور واجب الوجود لذاتہ کا مطلب ہے جس کی اپنی ذات ہی اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کا ہونا ضروری اور نہ ہونا محال ہے۔

(تفسیر کبیر ج ا صہ ۱۲۸-۱۲۹ و شرح عقائد مطبوعہ مصر صہ ۵۸-۵۹، المسامرہ ج ا صہ ۲۲)

توحید کی تین قسمیں

توحید کی تعریف، جو ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب نے چھوڑ دی تھی، ہم نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دی، قارئین کرام نے محسوس کر لیا ہوگا کہ ہم نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی بلکہ وہی کہی ہے جو ہمارے اسلاف و بزرگانِ دین نے فرمائی اس سلسلے میں ہر بات کے ساتھ حوالہ بھی پیش کیا ہے جو سند کی حیثیت رکھتا ہے، حوالہ کے بغیر بات کہنا ایسے ہے جیسے سند کے بغیر بات کہنا۔ اور جس بات کی سند نہ ہو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن محترم ڈاکٹر صاحب نے توحید کے سلسلے میں جو فرمایا وہ ایجاد بندہ کے طور پر فرمایا ہے

حضرت خود واقعات تصنیف کریں
ہم بیٹھ کے انجمن میں تعریف کریں

جناب ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

"توحید کی تین قسمیں ہیں: توحید ربوبیت، توحید اسماء و صفات اور توحید الوہیت (عبادت)"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صہ ۲۶۵)

توحید کی قسموں میں ڈاکٹر صاحب کو مغالطہ

اسمیں شک نہیں کہ توحید کی تین قسمیں ہیں یعنی توحید کی قسموں میں ڈاکٹر صاحب کو مغالطہ ہوا ہے یہاں یہ عرض کرنا ڈاکٹر صاحب کی شان میں کوئی سوء ادبی کرنا مقصود نہیں، ہم تو ان کا بہت ہی احترام کرتے ہیں لہٰذا ان کی شانِ عالی کے خلاف کچھ کہنے یا لکھنے کا سوچ بھی نہیں سکتے بلکہ ایک حقیقت واقعہ کا اظہار مقصود ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے "علم توحید" کسی سے سیکھا یا پڑھا ہی نہیں ہے اگر جناب نے باقاعدہ طور پر "علم توحید" پڑھا ہوتا تو انہیں توحید کی قسموں کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلط فہمی نہ ہوتی۔ توحید کے سلسلے میں انہوں نے جو کچھ بھی فرمایا ہے وہ تقریباً وہابی تحریک کے بانی جناب ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید اور اسکی شرح فتح المجید کا ہی چربہ ہے اور ابن عبدالوہاب نجدی نے اپنے خیالات کی بنیاد امام ابن تیمیہ کے خیالات پر رکھی وہ بھی عقائد میں جمہور مسلمین (اہل سنت) کے عقائد جو قرآن وسنت کے مطابق ہیں، سے ہٹ کر نئے عقائد ایجاد کئے اور ابن عبدالوہاب نجدی نے بھی ان کے پیچھے چل کر امت مسلمہ کے راستہ سے الگ راہ اختیار کی پھر ان کی پیروی میں محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب بھی امت مسلمہ کے راستہ سے ہٹ گئے ہیں کیونکہ انہوں نے توحید کے بارے میں جو کچھ فرمایا ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید اسکی شرح فتح المجید، پھر ان کے امام ابن تیمیہ کی ہی کتابوں سے مواد نقل کر کے کام چلایا ہے انہوں نے از خود علم توحید پر کوئی تحقیقی کام کیا ہی نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب ابن عبدالوہاب نجدی کے تصور توحید کے پیروکار ہیں:

لہٰذا قارئین کرام کو باور کرایا جاتا ہے کہ جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب

جمہور مسلمین (اہل سنت وجماعت) کے برعکس ابن عبد الوہاب نجدی اور ابن تیمیہ کے تصورِ توحید کے پیروکار ہیں۔ یہ بات ان کے خلاف نہ تو بہتان ہے اور نہ ہی افترا ہے بلکہ یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے جو اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین پر واضح ہو جائیگی ؂

ہم اپنی خود آگہی کو نمایاں کر گئے
بس انہیں کے راز کو عریاں کر گئے

ابن عبد الوہاب نجدی کون تھے؟

چونکہ ہم نے ابن عبد الوہاب نجدی کا نام لیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان کا کچھ تعارف بھی کرا دیا جائے اور اس کے بعد کچھ ابن تیمیہ کا تعارف کرایا جائیگا تاکہ قارئین شرح صدر کے ساتھ اس حقیقت سے باخبر ہو جائیں کہ ڈاکٹر صاحب توحید عقائد میں اُمت مسلمہ سے ہٹ کر دو شخصوں کے خیالات وعقائد کے تابع ہو گئے۔

جناب ابن عبد الوہاب کا نام گرامی محمد اور ان کے والد محترم کا نام گرامی عبد الوہاب تھا۔ اس جناب محمد بن عبد الوہاب نجدی کو ابن عبد الوہاب نجدی کہتے ہیں اور ان کی تحریک کو "وہابی تحریک" کہتے ہیں یہ تحریک جمہور مسلمین (اہل سنت وجماعت) کے عقیدہ حقہ، جو قرآن وسنت واسلاف کی تعلیمات کا آئینہ دار ہے، کے خلاف چلائی، جس کا آغاز جزیرۂ عرب کے مشہور صوبہ "نجد" سے ہوا۔ اس لئے اسے وہابی تحریک بھی کہتے ہیں اور نجدی تحریک بھی۔

یہ ابن عبد الوہاب نجدی ریاض کے قریب واقع شہر عیینہ میں ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور شہر درعیہ میں سن ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۲ء میں وفات پائی۔ اس کی تحریک کا عنوان "توحید" تھا مگر اسکی روح انبیاء واولیاء کی شان میں تنقیص کرنا اور جمہور مسلمین (اہل سنت وجماعت) جو انبیاء واولیاء کے وسیلہ کے قائل ہیں انہیں کافر ومشرک

ٹھہرا کر انہیں واجب القتل ٹھہرانا اور ان کے اموال کو مالِ غنیمت سمجھ کر لوٹ لینا تھا اس سلسلے میں اس نے کتاب التوحید کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس کا ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نے اردو ترجمہ کر کے اسے تقویۃ الایمان کے نام سے شائع کیا ان دو کتابوں نے اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھدیا جسکی دوبارہ بحالی کے اب کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ درعیہ کے امیر محمد بن سعود جو ۱۷۶۴ء بنی حنیفہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے وہ ابن عبد الوہاب کے خیالات کے حامی ہو کر اس کے مددگار بن گئے اور سعودی عرب کے موجودہ حکمران محمد بن سعود کی نسل میں سے ہے۔

اس زمانہ کے بے شمار علماء و محدثین نے جناب ابن عبدالوہاب نجدی کے خیالات باطلہ کا رد لکھا جن میں سے خاص کر مکہ مکرمہ کے عظیم فقیہ اپنے زمانہ کے بے مثال عالم دین و محدث، مکہ کے مفتی اعظم حضرت امام السید احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی قابلِ ذکر ہے آپ ۱۲۳۱ھ بمطابق ۱۸۱۶ء مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اپنے آفتاب علم کے نور سے ایک عالم کو جگمگا دیا دین متین کی مثالی خدمات انجام دیں جن کی عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور صدائیں، قرآن و سنت کی سچی فکر سے لبریز گونجیں شاید حرمین شریفین کی منور فضاؤں میں ابھی تک تحلیل نہیں ہوئی ہونگی۔ آپ نے ۱۳۰۴ھ بمطابق ۱۸۸۶ء ماہِ مدینہ سرورِ سینہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبدِ خضراء کے زیرِ سایہ قدسیہ داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور جنت البقیع شریف میں استراحت فرما ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ ؎

متاعِ دولتِ کونین ان کو تھی حاصل
ان کے پہلو میں تھا اک حق آگاہ دل

نیز وہابی تحریک کے عروج کے زمانہ میں شام کے مفتی اعظم اور اس وقت کی اسلامی عدالت کے چیف جسٹس علامہ امام السید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین دمشقی حنفی اپنے

زمانہ کے بے مثل فقیہ و محدث و مفسر نے بھی وہابی تحریک کے بارے میں بڑے مختصر طریقہ سے تعارف کرایا۔ آپ کی ولادت ۱۱۹۸ھ بمطابق ۱۷۸۴ء اور وفات ۱۲۵۲ھ بمطابق ۱۸۳۶ء کو ہوئی، آپ کی اسلامی قانون پر عظیم کتاب "ردالمحتار علی الدر المختار" مشہور زمانہ ہے جسے فتاویٰ شامی بھی کہتے ہیں۔ آپ اسمیں حق کے باغیوں اور دین سے نکلے ہوؤں یعنی خارجیوں کے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ

کما وقع فی زماننا فی اتباع ابن عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علماءهم الخ (فتاوی شامی ج ۳ ص ۲۶۲)	جیساکہ ہمارے زمانہ میں ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں میں حق کے خلاف خروج ظاہر ہوا جو نجد سے نکلے اور حرمین شریفین پر قابض ہو گئے اور وہ بطور فریب اپنے آپ کو حنبلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ صرف وہی (وہابی) مسلمان ہیں اور کوئی نہیں اور یہ کہ جو لوگ ان کے عقیدے کے خلاف ہیں وہ مشرک ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے عوام اہلسنت اور علماء اہلسنت کا قتل جائز قرار دیا۔

ٹ ٹ ٹ

یہ وہابی تحریک کی حقیقت تھی جسے شام کے مفتی اعظم نے مختصر الفاظ میں بیان کر دیا۔ مصر کے علماء و فقہاء میں سے اپنے زمانہ کے عظیم مفسر و جلیل القدر محدث حضرت علامہ امام احمد بن محمد الصاوی المصری المالکی الخلوتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وہابی تحریک کے خلاف آواز بلند کی۔ آپ کی ولادت ۱۱۷۵ھ بمطابق ۱۷۶۱ء اور وفات ۱۲۴۱ھ بمطابق ۱۸۲۵ء ہوئی۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں

اور تفسیر جلالین کی شرح بھی لکھی ہے اسمیں لکھتے ہیں کہ

الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنة و یستحلون بذلك دماء المسلمین واموالهم کما هو مشاهد الاٰن فی نظائرهم وهم فرقة بارض الحجاز یقال لهم الوهابیة یحسبون انهم علی شیء الا انهم هم الکاذبون استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله اولئك حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون نسأل الله الکریم ان یقطع دابرهم۔

خارجی وہ لوگ ہیں جو قرآن وسنت کے من گھڑت معنی کرتے اور اس کے ذریعے مسلمانوں (اہل سنت) کے خون اور اموال کو جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ان کے ہمنوا لوگوں میں دیکھنے میں آتا ہے اور یہ خارجیوں کا ہمنوا فرقہ زمین حجاز میں ظاہر ہوا جسے وہابیہ فرقہ کہا جاتا ہے یہ فرقہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے حالانکہ یہ لوگ جھوٹے ہیں شیطان نے ان پر غلبہ پالیا اور انہیں خدا کی یاد بھلادی یہی لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سنو شیطان کا گروہ ہی گھاٹے میں ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ انہیں جڑ سے اکھیڑ دے۔

(حاشیة الامام احمد الصاوی علی تفسیر الجلالین ج ۳ ص ۳۰۷ / ۳۰۸)
(سورۂ فاطر)

قارئین نے محسوس کیا ہوگا کہ فتنۂ وہابیت یا تحریک وہابیت سے اس زمانہ کے اکابر علماء و محدثین کس قدر ناراض تھے اور ان کی ناراضگی بجا تھی کیونکہ ایک شخص

اٹھا اور ایک نئے دین کو ایجاد کیا جس کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کو (اپنے اور اپنے ماننے والوں کے سوا) تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ان کا قتل عام کر ڈالا، انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام واولیاء امت کی شان میں تنقیص و توہین کو اپنا مشن بنا لیا اور ان سے طلبِ شفاعت و توسل کو شرکِ اکبر (بت پرستی کے برابر) قرار دیا ابن کے اور اسکے حامیوں کے بارے میں یہ اکابر علماء محدثین اور کیا کہتے بلکہ جو کچھ انہوں نے کہا اس سے حقیقۃً تحریک وہابیت کی خونریزی (قتل مسلمین و تکفیر مسلمین ایسے جرم کی مذمت کا حق ادا نہیں ہو پایا۔

حقیقت یہ ہے جناب ابن عبدالوہاب نجدی کی توحید کا فلسفہ، اسلاف کی توحید کے فلسفہ سے یکسر متصادم ہے، ابن عبدالوہاب نجدی کی توحید کا فلسفہ ظلمات ہی ظلمات ہیں اور اس کے پیروکار ادھر ہی جا رہے ہیں، بمطابق فرمانِ خداوندی:

"ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ" ایک پر ایک اندھیرے ہیں

(النور: ۴۰)

؎ چلا ہے فلسفہ لیکر انہیں سوئے ظلمات
خوب ہی تنگ ہوں گے انہیں ماننے والے

ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں امام وصدر علماء دیوبند کے خیالات

قارئین، محترم ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب تصور توحید میں جس شخصیت (ابن عبدالوہاب نجدی بانی تحریک وہابیت) کے پیروکار ہیں، جیساکہ ہم آگے چل کر انشاءاللہ دلائل سے ثابت کریں گے ان کے بارے میں علماء دیوبند کے امام اور دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین جناب علامہ حسین احمد المعروف مدنی صاحب لکھتے ہیں۔

"صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا ہے اس لئے اس نے اہل سُنّت والجماعت سے قتل وقتال کیا (لڑائی کی) ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا (یعنی اپنے عقائد باطلہ کو قبول کرنے پر انہیں سختی سے مجبور کرتا رہا) ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا (جیسے کافروں کا مال) ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین (مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے باشندوں) کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ (سخت اذیتیں) پہنچائیں، سلف صالحین (صحابہ و تابعین) اور اتباع (تبع تابعین وائمہ مجتہدین و بزرگان دین) کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع (پیروکاروں) سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضیکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس طائفہ (فرقہ وہابیہ) سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیئے۔ وہ (عرب کے) لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر عداوت نہیں جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔" (الشہاب الثاقب طبع دیوبند صفحہ ۴۲)

صدر المدرسین دیوبند اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

"محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ کہ جملہ عالم وتمام مسلمانان دیار (دنیا بھر کے مسلمان) مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال (لڑائی کرنا) ان کے اموال ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے چنانچہ (علماء اہل حدیث میں سے) نواب صدیق حسن خاں (بھوپالی) نے خود اس کے ترجمہ (حالات) میں ان دونوں کی تصریح کی ہے الخ

(الشہاب الثاقب طبع دیوبند ص۴۲)

اسکے بعد لکھتے ہیں کہ

"وہابیہ تمام (مسلمانوں) کو ادنیٰ شبہ خیالی سے کافر ومشرک کہتے ہیں اور ان کے اموال وغیرہ کو حلال جانتے ہیں؛ (ص۴۴)

صدر المدرسین دیوبند اسکے بعد لکھتے ہیں:

"ابن عبدالوہاب نجدی اور اسکے اتباع (پیروکار) کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں، اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخ ہے جو احاد امت (عام مسلمانوں) کو ثابت ہے بعض ان کے (نجدی حضرات) حفظ جسم نبی کے قائل بلا علاقہ روح (زندگی کے تصور کے بغیر) اور (ابن عبدالوہاب نجدی کے) متعدد (کئی ایک پیروکاروں) کی زبان سے بہ الفاظ کریہہ (کردہ) کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارۂ حیات نبوی سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔"

(الشہاب الثاقب ص۴۵)

اسکے بعد جناب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں۔

"زیارتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحضوری (حاضری) آستانہ شریفہ و ملاحظۂ روضۂ مطہرہ کو یہ طائفہ (فرقہ وہابیہ) بدعت حرام وغیرہ لکھتا ہے اس طرف (روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف) اس نیت (زیارت کی نیت) سے سفر کرنا محظور و ممنوع جانتا ہے (الی ان قال) ان (وہابیوں) میں سے بعض سفر زیارت (روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو معاذ اللہ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں۔ اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوۃ وسلام ذاتِ اقدس نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس (روضۂ اقدس) کی طرف متوجہ ہوکر دعا وغیرہ مانگتے ہیں۔"

(الشہاب الثاقب ص۴۶)

پھر لکھتے ہیں۔

"وہابیہ مسئلہ شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہزاروں تاویلیں اور گھڑ نت کرتے ہیں اور قریب قریب انکار شفاعت کے بالکل پہنچ جاتے ہیں۔" شانِ نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل (برابر) ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانۂ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی وضعف اعتقادی (گمراہی) کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں۔ ان (وہابیوں) کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعاء میں آپ ذات پاک سے بعد وفات

ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ، معاذ اللہ، نقل کفر کفر نباشد، کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذاتِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ و السلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔"

(الشہاب الثاقب ص۴۷)

پھر لکھتے ہیں:

"وہابیوں کے نزدیک توسل انبیاء علیہم السلام (انبیاء کے وسیلہ سے دُعا کرنا) جائز نہیں اولیاء سے تو درکنار۔ پھر الفاظ "بحق فلاں" کا استعمال اور بھی زیادہ ان (وہابیوں) کے ہاں مکروہ (حرام) ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کے مدائح (بزرگوں نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نظمیں اور قصیدے لکھے ہیں) وہ جائز نہیں کہتے"۔ الی ان قال وہابیہ کے متعدد رسائل اس بارہ میں شائع ہو چکے ہیں کہ وہ صراحۃً (کھلم کھلا) توسل از حضرت سرورِ کائنات علیہ السلام کو و نیز توسل بالاولیاء حرام (انبیاء و اولیاء سے وسیلہ پکڑنے) سے منع کرتے ہیں جس کا جی چاہے تحقیق کرے۔ (الشہاب الثاقب ص۵۰)

جناب صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند وہابیوں کی کچھ گستاخیاں لکھنے کے بعد شرعی فیصلہ سناتے ہیں کہ

"جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرورِ کائنات علیہ السلام ہوں (جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا وہم پیدا ہو) اگرچہ کہنے والے نے حقارت (گستاخی) کی نیت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے"۔

(الشہاب الثاقب ص۵۰)

پھر لکھتے ہیں:

"وہابیہ اشغال باطنیہ و اعمالِ صوفیہ، مراقبہ، ذکر و فکر و ارادت و مشیخت و ربط القلب بالشیخ و فنا و بقا و خلوت وغیرہ اعمال کو فضول و لغو، بدعت و ضلالت (گمراہی) شمار کرتے ہیں اور ان اکابر کے اقوال و افعال کو شرک وغیرہ کہتے ہیں اور ان سلاسل (قادری چشتی و نقشبندی سہروردی وغیرہ سلسلوں) میں داخل ہونا بھی مکروہ و مستقبح (بُرا) بلکہ اس سے بھی زائد (شرک) شمار کرتے ہیں چنانچہ جن لوگوں نے دیار نجد (سرزمین نجد) کا سفر کیا ہوگا یا ان (وہابیوں) سے اختلاط (میل ملاپ) کیا ہوگا اسکو بخوبی معلوم ہوگا۔"

(الشہاب الثاقب صہ ۵۹)

پھر لکھتے ہیں:

"وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اسکی وجہ سے مسائل میں وہ (وہابیہ کا گروہ) اہلِ سنت والجماعت کے مخالف ہوگئے چنانچہ غیر مقلدین ہند (ہندوستان کے اہلحدیث کہلانے والے) اسی طائفہ شنیعہ (گندے وہابیوں) کے پیروکار ہیں وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقت اظہار دعوی حنبلی ہونیکا اقرار کرتے ہیں لیکن عمل درآمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنبلی خیال کرتے ہیں اسکی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں ان کا بھی مثل غیر مقلدین (اہلحدیث کہلانیوالوں)

کے اکابرامت کی شان میں الفاظ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے۔ (الشہاب الثاقب صـ۶۲/۶۳)

پھر لکھتے ہیں:

" مثلاً " الرحمن علی العرش استوٰی " وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہت وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے ثبوت جسمیت وغیرہ۔ (اللہ تعالیٰ کا جسم دار ہونا) لازم آتا ہے"

(الشہاب الثاقب صـ۶۴)

اور لکھتے ہیں:

" مسئلہ نداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یا رسول اللہ کہکر پکارنے) میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں (الی ان قال) وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے (کہ ہوسکتا ہے کہ" یا رسول اللہ کہکر پکارنے والے کی پکار اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنوا دے یا روحانی قوت سے آپ سن لیں) اور جملہ انواع (نداء یا رسول اللہ) کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے کہ وہ "الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ" کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے باشندوں) پر سخت نفرین کرتے اس (نداء یا رسول اللہ) اور (الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ کے) خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء (مذاق) اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں۔"

(الشہاب الثاقب صـ۶۲/۶۵ ملخصاً)

پھر لکھتے ہیں:

"اور وہابیہ وہاں (روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی (یا رسول اللہ کہنے سے) منع کرتے ہیں دو وجہ سے اوّلاً یہ کہ استعانت لغیر اللہ تعالیٰ (غیر اللہ سے مدد چاہنا) ہے اور دوم یہ کہ ان کا اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں بلکہ وہ بھی مثل دیگر مسلمین کے متصف بالحیوٰۃ البرزخیہ اسی مرتبہ سے ہیں پس جو حال دیگر مومنین کا ہے وہی ان کا ہوگا یہ جملہ عقائد ان (وہابیوں) کے ان لوگوں پر بخوبی ظاہر و باہر (واضح) ہیں جنہوں نے دیار نجد عرب کا سفر کیا ہو یا حرمین شریفین میں رہکر ان (وہابی) لوگوں سے ملاقات کی ہو یا کسی طرح سے ان کے عقائد پر مطلع ہوا ہو یہ لوگ جب مسجد نبوی شریف میں آتے ہیں تو نماز پڑھکر نکل جاتے ہیں اور روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام و دعاء وغیرہ پڑھنا مکروہ (حرام) و بدعت شمار کرتے ہیں (وہابیوں کے) اپنی افعال خبیثہ واقوال واھیہ کی وجہ سے (صحیح العقیدہ غیر نجدی) اہل عرب کو ان سے نفرت بے شمار ہے۔"

(الشہاب الثاقب صہ ۶۲)

پھر لکھتے ہیں :

"وہابیہ ، سوائے علم احکام الشرائع (شریعت کے مسائل کے سوا) جملہ علوم واسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں۔"

(الشہاب الثاقب صہ ۶۷)

پھر لکھتے ہیں :

" وہابیہ نفس (محض) ذکر ولادت ، حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو قبیح (حرام) و بدعت کہتے ہیں اور علی ہذا القیاس اذکار اولیار کرام (اولیاء اللہ) رحمہم اللہ تعالیٰ (کے تذکرے) کو برا سمجھتے ہیں۔"

(الشہاب الثاقب ص۶۷)

پھر لکھتے ہیں کہ

"اسی وجہ سے جبکہ وہ (وہابیہ) غلبہ کر کے حرمین شریفین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) پر حاکم ہو گئے تھے ہزاروں (صحیح العقیدہ اہلسنت) کو تہ تیغ کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں۔"

(الشہاب الثاقب ص۶۷/۶۸)

قارئین: علماء دیوبند کے پیر و مرشد و امام، علامہ حسین احمد مدنی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے جو ابن عبدالوہاب نجدی بانی تحریک وہابیت اور ان کے پیروکاروں کے عقائد و خیالات اور ان کے کارنامے بیان فرمائے بلاشبہ صحیح ہیں، خود مکہ مکرمہ کے اس زمانہ کے مفتی اعظم و محدث حضرت علامہ سید احمد زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب " الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ " میں وہابیوں کے بارے میں اسی طرح لکھا ہے۔

جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب کا نظریہ توحید اسی نجدی توحید کا مظہر ہے اور بلاشبہ یہ نظریہ توحید اس نظریۂ توحید کے قطعاً برعکس ہے جو نظریۂ توحید ہمیں قرآن و سنت اور امت مسلمہ کے اکابر سے ورثہ میں ملا ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے "توحید" کے بیان کی آڑ میں اہلسنت پر جو حملے کئے ہیں اور انہیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے دور کے مشرکوں سے بھی بدتر مشرک قرار دے کر ان کی دل آزاری کا جو سامان مہیا فرمایا ہے، اس پر اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے سے

کرلے مشق ستم، عاشقاں را چہ غم
دل ہیں سینہ سپر خوب سے خوب تر

امام ابن تیمیہ

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب کے "تصور توحید" کی بنیاد جناب ابن عبدالوہاب نجدی بانی تحریک وہابیہ کے تصور توحید پر ہے اور جناب ابن عبدالوہاب نجدی کے تصور توحید کی بنیاد امام ابن تیمیہ کے تصور توحید پر ہے یہی وجہ ہے کہ جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب نے اپنی کتاب کے حصہ ہفتم میں جو "التوحید" کے عنوان سے ہے۔ ابن عبدالوہاب نجدی اور ابن تیمیہ کی کتابوں کے حوالوں پر ہی اکتفا فرمایا، جبکہ ان دونوں حضرات کے افکار جمہور مسلمین (اہل سنت و جماعت) اور امت مسلمہ کے افکار و عقائد کے قطعاً برعکس تھے، ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں تو ہم لکھ چکے کہ اس زمانہ کے علماء نے اسے اور اس کے پیروکاروں کو فرقہ باطلہ و فرقہ گمراہ قرار دیا۔

اب جناب ابن تیمیہ کے بارے میں بھی علماء امت کے خیالات ملاحظہ فرمائیں، امام ابن تیمیہ کا نام احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام الحرانی الدمشقی، کنیت ابوالعباس اور شہرت "ابن تیمیہ" کے ساتھ ہے۔ ان کا تولد ۶۶۱ھ بمطابق ۱۲۶۳م اور وفات قلعہ دمشق میں بحالت قید ۷۲۸ھ میں ہوئی۔

مکہ مکرمہ کے عظیم الشان فقیہ و محدث جنہیں دسویں صدی ہجری کے علماء نے "خاتمۃ الفقہاء والمحدثین" کا لقب دیا، امام علامہ احمد شہاب الدین بن حجر الھیتمی المکی متوفی ۹۷۴ھ رحمۃ اللہ علیہ۔ "ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

ابن تیمیہ عبد خذلہ اللہ	ابن تیمیہ ایک ایسا بندہ ہے جسے اللہ
واضلہ واعماہ واصمہ	نے رسوا کیا اور اسے گمراہی میں ڈالا

واذله وبذلك صرح الائمة
الذين بينوا فساد احواله
وكذب اقواله ولم يقصر
اعتراضه على متأخرى
الصوفية بل اعترض على
مثل عمر بن الخطاب وعلى بن
طالب رضى الله عنهما
والحاصل ان لايقام لكلامه
وزن بل يرمى فى كل وعر
وحزن ويعتقد فيه انه
مبتدع ضال ومضل جاهل
غال عامله الله بعدله و
اجارنا من مثل طريقته و
عقيدته وفعله امين ولازال
يتتبع الاكابر حتى تمالأ عليه
اهل عصره ففسقوه وبدعوه
بل كفره كثير منهم فهو
سائر زمانه يسب الاوصاف
والذوات ولم يقنع بسب
الاحياء حتى حكم بتكفير
الاموات ولم يكفه التعرض

اور اسے اندھا اور بہرا بنا دیا اور
اسے ذلیل کیا اور اسی کی صراحت کی ان
ائمہ نے جنہوں نے اس کے فسادِ احوال
اور کذب اقوال کو بیان کیا، اس کا
اعتراض متأخرین صوفیہ تک محدود نہیں
رہا بلکہ اس نے حضرت عمر بن خطاب اور
حضرت علی بن ابی طالب ایسی ہستیوں پر
بھی اعتراض کیے۔ خلاصہ یہ کہ اسکی
باتوں کو کوئی وزن نہ دیا جائے بلکہ انہیں
گہرے گڑھوں میں پھینک دیا جائے اور
یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ابن تیمیہ بدعتی، گمراہ
اور گمراہ کن جاہل، حد سے تجاوز کرنے
والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ انصاف
کے ساتھ معاملہ کرے اور ہمیں اس کے
طریقہ اور اس کے عقیدہ اور اس کے فعل
سے پناہ میں رکھے۔ آمین۔ ابن تیمیہ
ہمیشہ اکابر امت کے پیچھے پڑا رہا حتیٰ کہ
اس کے زمانہ کے لوگ اس پر ٹوٹ
پڑے اور اسے فاسق اور بدعتی قرار
دیا بلکہ ان میں بہت سے علماء نے اسے
خارج از اسلام قرار دیا وہ عمر بھر اوصاف

على من تأخر من صالحي
السلف حتى تعدى الى
الصدر الاول ومن له اهل
المراتب في الفضل وقد ذكر
عمر بن الخطاب فقال ان عمر
له غلطات وبليات اى
بليات واخبر عنه بعض
السلف انه ذكر علي بن
ابي طالب رضي الله عنه
بمجلس آخر فقال ان عليا
اخطأ في اكثر من ثلثمائة
مكان ومما خرق فيه الاجماع
قوله في على الطلاق انه
لا يقع عليه الطلاق بل
عليه كفارة يمين ولم يقل
بالكفارة احد من المسلمين
قبله وان طلاق الحائض
لا يقع وكذا الطلاق في طهر
جامع فيه وان الحائض يباح
لها الطواف بالبيت ولا
كفارة عليه، وان الطلاق

و ذوات کو گالیاں دیتا رہا اور زندوں
کو برا کہنے پر قناعت نہ کی بلکہ اس نے
دنیا سے رخصت ہو جانے والے بزرگوں
تک کو کافر کہہ دیا اور اس کے اعتراضات
متاخرین نیک بزرگوں تک ہی محدود نہ
رہے بلکہ اس نے پہلے زمانہ (زمانہ صحابہ)
کے صاحب فضل بزرگوں پر بھی اعتراضات
کئے اور اس نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عمر سے بھی
زبردست غلطیاں سرزد ہوئیں اور بعض بزرگوں
نے بتایا کہ ایک دوسری محفل میں اس نے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر کرتے ہوئے
کہا کہ حضرت علی نے تین سو سے زیادہ غلطیاں
کیں اور ابن تیمیہ نے جن اجماعی باتوں کا انکار
کیا ان میں سے ایک یہ کہ طلاق کی قسم کھانے
سے طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ کفارہ لازم آئیگا
حالانکہ اس سے پہلے کسی مسلمان عالم نے
یہ بات نہیں کی اور اس نے یہ بھی کہا کہ
حیض والی عورت کی طلاق نہیں ہوتی اور
کہا کہ جس طہر میں جماع ہوا اس میں طلاق نہ
ہوگی اس نے یہ بھی کہا کہ حیض والی عورت

الثلث يرد الى واحدة وان
مخالف الاجماع لا يكفر ولا
يفسق وان ربنا سبحانه و
تعالى محل الحوادث وانه
مركب تفتقر ذاته افتقار
الكل للجزء وان القرآن
وان العالم قديم بالنوع
وقوله بالجسمية والجهة
والانتقال وانه بقدر العرش
لا اصغر ولا اكبر وان
الانبياء غير معصومين وان
رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا جاه له ولا يتوسل به
وان انشاء السفر اليه بسبب
الزيارة معصية لا تقصر
الصلوة فيه وان التوراة
والانجيل لم تبدل الفاظهما
انما بدلت معانيهما .
(الفتاوى الحديثيه ملخصاً
ص ۱۱۴ تا ۱۱۶)

کے لئے بیت اللہ کا طواف جائز
ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں اور اس
نے یہ بھی کہا کہ تین طلاقیں ایک طلاق
بنے گی اور یہ کہا کہ اجماع کا منکر نہ کافر
ہے نہ فاسق اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ
محل حوادث ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا جسم
مرکب ہے اور اسکی ذات ایسے
محتاج ہے جس طرح کُل جزء کا محتاج ہے
اور یہ کہ قرآن حادث ہے اور یہ کہ جہان
قدیم بالنوع ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ
کی جسمیت جہت اور ایک جگہ سے
دوسری جگہ منتقل ہونے کا عقیدہ اختیار
کیا اور یہ کہ اللہ کا جسم عرش کے برابر ہے
نہ اس سے چھوٹا ہے اور نہ بڑا ہے اور یہ
کہ انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں اور یہ
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کے ہاں
وہ مقام نہیں کہ آپ کا وسیلہ پکڑا جائے
اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس
کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے اس لئے اس
سفر میں نماز کی قصر نہ ہوگی اور یہ کہ تورات
اور انجیل کے الفاظ تبدیل نہیں کئے گئے البتہ ان کے معنوں میں تبدیلی کی گئی ۔

یہ جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب کے پیشوا لوگ ہیں، ابن عبدالوہاب نجدی اور ابن تیمیہ، جنہیں بعض علماء اہل سنت نے بے دین، گمراہ اور گمراہ کن قرار دیا لیکن جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کے ساتویں حصہ کے "توحید" جیسے اہم موضوع کو امت مسلمہ کے صحیح العقیدہ علماء و محدثین و مفکرین کے عقائد و افکار کی روشنی میں بیان کرنے کی بجائے اسے ایسے دو شخصوں کے افکار کی تاریکیوں میں دھکیل چھوڑا، جن کو زمانہ بھر کے علماء محدثین نے ٹھکرا دیا لہٰذا ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ تصور توحید کو اپنانے والا ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتا پھریگا۔ درحقیقت ڈاکٹر صاحب نے توحید کے مسئلہ پر عوام کی صحیح راہنمائی کرنے کی بجائے راہزنی کی ہے ؎

رہرو باخبر رہو کہ گماں
رہزنی کا ہے رہنماؤں پر

توحید کی قسمیں

ہم نے ڈاکٹر صاحب کی بیان کردہ توحید کی تین قسموں کے سلسلے میں شروع میں عرض کیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو توحید کی تین قسموں کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلط فہمی ہوئی ہے بلکہ وہ دیدہ دانستہ غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں۔

وہابی توحید کے اقسام انہوں نے خود "توحید" پر کوئی تحقیق نہیں فرمائی بلکہ موصوف نے توحید کی جو تین قسمیں بیان فرمائی ہیں یہ وہابیہ توحید کی تین قسمیں ہیں۔ جنہیں جناب ابن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکاروں نے اپنے سعودی عرب کے مدرسوں کے نصاب میں شامل کر رکھا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"توحید کی تین قسمیں ہیں: توحید[1] ربوبیت، توحید[2] اسماء وصفات اور توحید الوہیت (عبادت)"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صفحہ ۲۶۵)

ڈاکٹر صاحب نے اس کا کوئی حوالہ بیان نہیں کیا کہ یہ تین قسمیں انہوں نے کہاں سے نقل کی ہیں۔ جبکہ انہیں اس کا حوالہ دینا چاہیے تھا۔

قارئین نے ملاحظہ فرمایا ہوگا اور فرمائیں گے کہ ہم کوئی بات بھی حوالہ کے بغیر عرض نہیں کرتے۔

کیونکہ ڈاکٹر صاحب بذاتِ خود تو ایسی شخصیت نہیں کہ ان کی بات بلا چون و چرا تسلیم کر لی جائے۔ کیونکہ جس کی بات بلا چون و چرا تسلیم کی جا سکتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے اور یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب و سنت کے بعد اجماع امت مسلمہ ہے خصوصاً توحید (عقائد) کے معاملہ میں تو سند کی زیادہ ہی ضرورت ہے کہ اسمیں تھوڑی سی غلطی انسان کو ایمان سے کوسوں دور لے جا سکتی ہے۔

قارئین! اس کے باوجود کہ ڈاکٹر صاحب نے حوالہ بیان نہیں فرمایا مگر ہم نے ان کا حوالہ و سند جہاں سے انہوں نے توحید کی یہ تینوں قسمیں نقل فرمائی ہیں تلاش کر لی ہے۔

ڈاکٹر صاحب چونکہ سعودی عرب میں رہے ہیں وہاں ایک کتاب چھٹی کلاس کے بچوں کو پڑھائی جاتی ہے۔ اس کتاب کا نام "مقرر التوحید للصف الاول المتوسط" ہے۔ اور یہ کتاب تحریک وہابیت کے بانی ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید سے مواد لیکر تیار کی گئی ہے۔

اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ

انواع التوحید الثلاثۃ : (۱) توحید الالوھیۃ والعبودیۃ (۲) توحید الربوبیۃ (۳) توحید الاسماء والصفات۔

توحید کی تین قسمیں ہیں (۱) توحید الوہیت وعبودیت (۲) توحید ربوبیت (۳) توحید اسماء وصفات۔

(مقرر التوحید ص۱۱،۱۲ طبع جدہ)

یہ توحید کی وہی تین قسمیں ہیں جو ڈاکٹر صاحب کی کتاب کے حوالہ سے قارئین نے ملاحظہ فرمائی ہیں۔

الحمد للہ ہماری یہ بات پایۂ تحقیق کو مدلل طور پر پہنچ چکی کہ جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب کی فکرِ توحید کا سرچشمہ کتاب وسنت اور جمہور مسلمین اہلسنت کی تعلیمات کی بجائے وہابی تحریک کے بانی جناب ابن عبدالوہاب نجدی کی وہابیانہ توحید ہے۔

اسلامی توحید کی تین قسمیں

اہلسنت کی مشہور کتاب جو توحید کے موضوع پر صدیوں سے دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے یعنی عقائد نسفیہ اسمیں فرماتے ہیں کہ توحید کی تین قسمیں ہیں۔

۱. توحید ذاتی

۲. توحید صفاتی

۳. توحید فعلی

۱. توحید ذاتی

عقائد نسفیہ کے مصنف امام ابوحفص عمر بن محمد نسفی م ۵۳۷ھ پھر اسکے شارح امام تفتازانی علیہ الرحمۃ توحید ذاتی کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :

المحدث للعالم هو الله تعالیٰ ای الذات الواجب الوجود الذی یکون وجوده من ذاته ولا یحتاج الی شیٔ اصلا۔
(شرح عقائد ص۵۲)

کہ جہاں کو وجود عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے یعنی اللہ وہ ذات ہے جو واجب الوجود ہے جس کا وجود اسکی ذات سے ہے (ذاتی ہے) وہ ہرگز کسی چیز کا محتاج نہیں۔

اس عبارت میں بتایا گیا ہے عالم (جہان) کا پیدا کرنے والا ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو واجب الوجود ہے جس کا وجود ذاتی ہے اسے کسی نے وجود نہیں دیا وہ از خود ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور ہمیشہ چلا جائے گا۔ وہ ہر چیز سے غنی اور بے نیاز ہے اکسی چیز کا محتاج نہیں۔ یعنی وجوب ذاتی اور غناء ذاتی اسکی شان خاص ہے۔

یہ توحید ذاتی کا اجمالی بیان ہے جسکی تفصیل بہت سے صفات پر مشتمل ہو سکتی ہے۔

۲۔ توحید صفاتی

پھر توحید صفاتی کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وله صفات ازلية قائمة بذاته وهی لا هو ولا غيره یعنی ان صفات الله تعالیٰ لیست عین الذات ولا غیر الذات وهی العلم[۱] والقدرة[۲] والحیاة[۳] والسمع[۴] والبصر[۵] والارادة[۶] والکلام[۷] (الی ان قال)

اور اسکی صفات ازلیہ ہیں اور وہ نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات اور وہ صفات علم[۱]، قدرت[۲]، حیات[۳]، سمع[۴]، بصر[۵]، ارادہ[۶] اور کلام[۷] (و قدم) ہے آگے چل کر فرمایا اور اللہ اپنے بندوں کے تمام افعال کا خالق ہے

...

واللہ خالق لافعال العباد

کلہا الخ

شرح عقائد ص ۶۹-۹۶)

اسمیں توحید کی تینوں قسموں کا بیان آگیا توحید ذاتی، توحید صفاتی اور توحید فعلی۔

۳۔ توحید فعلی

جامع زبدۃ العقائد والتوحید میں لکھتے ہیں کہ

والتعدد فی الذات او الصفات او الافعال مستحیل علیہ۔ (ص ۳-۴)	ذات وصفات اور افعال تعدد اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں، صفات میں اور افعال میں وحدہٗ لاشریک ہے، کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔

مسامرہ شرح مسایرہ میں فرماتے ہیں کہ

التوحید ھو اعتقاد الوحدانیۃ فی الذات والصفات و الافعال (ج ۱ ص ۴۷)	توحید اس بات کا اعتقاد ہے اللہ تعالیٰ ذات میں، صفات میں اور افعال میں وحدہٗ لاشریک ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ اسلامی توحید کی تین قسمیں ہیں ایک توحید ذاتی، دوسری توحید صفاتی اور تیسری توحید فعلی۔

شرح جوھرۃ التوحید میں فرماتے ہیں کہ علم توحید کی رو سے توحید کی تین قسمیں مراد ہوتی ہیں۔

المراد ھنا: وحدۃ الذات والصفات و وحدۃ الافعال (ص ۵۹)	وحدت ذات، وحدت صفات اور وحدت افعال۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، اسماء، صفات، افعال، قضاء، وقدر اور حکمت کا اقرار کرنا اور اسی کو توحید علمی وخبری بھی کہتے ہیں۔

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص۲۶۵، ۲۶۶)

توحید ربوبیت کے بیان میں ڈاکٹر صاحب کی غلط فہمی

ڈاکٹر صاحب نے توحید ربوبیت کے بیان میں دو غلطیاں فرمائیں ہیں ایک تو یہ کہ "توحید ربوبیت" میں توحید کے تمام اقسام وانواع و لوازمات توحید جمع کر ڈالے ہیں۔ اگر "توحید ربوبیت" میں یہ تمام توحیدیں جمع ہیں یعنی توحید ذات، توحید اسماء وصفات وتوحید افعال وقضاء وقدر وغیرہ تو پھر ڈاکٹر صاحب نے توحید کی الگ الگ تین قسمیں کیوں قرار دیں بس ایک توحید ربوبیت ہی کہدیتے اور اگر ان کے خیال میں توحید کی الگ الگ ہی تین قسمیں ہیں تو قسمیں (جنہیں قسیم بھی کہتے ہیں) ایکدوسرے میں کیسے داخل ہوگئیں۔

ڈاکٹر صاحب قسموں کا مطلب بھی نہیں سمجھے

شاید ڈاکٹر صاحب قسموں کا مطلب ہی نہیں سمجھے ورنہ وہ ایسی بات نہ کرتے شاید انہوں نے درس نظامی کی فنی بنیادی کتابیں نہیں پڑھیں ورنہ وہ ایسی غیر اصولی بات ہی نہ کرتے۔ ہم تو طالب علموں کو جب علم نحو پڑھاتے اور کلمہ کی بحث سمجھاتے ہیں کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم وفعل وحرف تو انہیں وہاں سمجھا دیتے ہیں کہ کلمہ مقسم ہے اور اسم وفعل وحرف اسکی تین قسمیں ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے یہ تینوں قسمیں ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ ایک کلمہ اسم بھی ہو فعل بھی اور حرف بھی۔

اسی طرح توحید مقسم ہے اور جو اسکی قسمیں ہیں وہ آپس میں ایک جگہ جمع

یعنی توحید ذاتی و توحید صفاتی اور توحید فعلی۔

علامہ امام محدث علی بن سلطان القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

الحاصل ان توحید اھل الایمان ھو تصدیق بالجنان واقرار باللسان علی انہ تعالیٰ احد فی ذاتہ واحد فی صفاتہ وخالق لمصنوعاتہ۔

مسلمانوں کی توحید دل کے ساتھ اس بات کی تصدیق اور زبان سے اقرار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں اکیلا اور اپنی مخلوق کا واحد خالق ہے۔

(ضوء المعالی صد ۱۴)

اسمیں بھی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی تین قسمیں یہ ہیں:

توحید ذاتی، توحید صفاتی اور فعلی۔ پھر اسکی شرح میں فرماتے ہیں۔

انہ لا مشابھۃ للمخلوقین للہ تعالیٰ فی ذاتہ ولا فی صفاتہ ولا فی افعالہ۔

بے شک مخلوقات کی اللہ تعالیٰ سے کوئی مشابہت نہیں، اسکی ذات میں اور نہ اسکی صفات میں اور نہ اس کے افعال میں۔

(تحفۃ الاعالی صد ۱۵)

اس سے بھی واضح ہے کہ توحید کی تین قسمیں یہ ہیں جو مسلمانوں کے اسلاف و بزرگان بیان فرما رہے ہیں نہ وہ کہ جو شیخ نجدی اور ان کے پیروکار بیان فرما رہے ہیں۔

۱۔ توحید ربوبیت اس کے بعد ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ

توحید کی یہ قسم اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے وجود پر ایمان اور اس کے تنہا رب ہونے کے اقرار پر مشتمل ہے۔

نہیں ہوں گی مثلاً اسلامی توحید یعنی مسلمانوں کے ہاں جو توحید کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ توحید ذاتی و صفاتی و فعلی تینوں الگ ہیں ایک جگہ جمع نہ ہوں گی مگر ڈاکٹر صاحب کی نجدی توحید عجیب ہے کہ اسکی قسمیں ایسی ہیں جو الگ الگ قسمیں ہوتے ہوئے ایک بھی ہو جاتی ہیں۔ غالباً ڈاکٹر صاحب لکھتے وقت اس گمان میں تھے کہ جیسے ٹی وی پر تقریر فرماتے ہوئے اوٹ پٹانگ ہانکتے رہتے ہیں اور وہاں علم و تحقیق سے نابلد سامعین سر دھنتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی ان کی کتاب بھی غور و فکر کے بغیر پڑھی جائے گی اور کوئی ان پر تنقید کرنے کا حوصلہ نہیں کرے گا لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہے کیونکہ ٹی وی پر بولنا اور چیز ہے اور کتاب لکھنا اور چیز۔ ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کتاب ناقدین کے ہاتھ جاتی ہے اور وہ اس پر ناقدانہ نظر ڈالے بغیر نہیں رہتے ۔

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدے میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

توحید علمی و خبری ڈاکٹر صاحب نے توحید ربوبیت کے بیان میں دوسری غلطی یہ فرمائی ہے کہ انہوں نے "توحید ربوبیت" کو توحید علمی و خبری قرار دیا ہے۔ جبکہ توحید کی تینوں قسموں کے مجموعہ کو توحید علمی و خبری کہتے ہیں۔

چنانچہ محدث و فقیہ علامہ علی بن سلطان القاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ

فان القرآن اما خبر عن اللہ واسمائہ وصفاتہ وافعالہ فھو التوحید العلمی الخبری (ص۱)	پس بلاشبہ قرآن یا اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء و صفات اور اس کے افعال کی خبر ہے پس یہ توحید علمی و خبری ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی و توحید اسماء، وصفات اور توحید افعال تینوں کے مجموعہ کو توحید علمی و خبری کہتے ہیں۔

توحید ارادی طلبی توحید کا دوسرا قسم ڈاکٹر صاحب نے بیان نہیں کیا بلکہ توحید سے متعلق بہت سی ایسی اہم اور ضروری چیزیں ڈاکٹر صاحب نے بیان نہیں کیں جن کے بغیر فکر توحید نامکمل رہ جاتی ہے اس لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب بیان توحید میں نامکمل یا ناقص قرار پاتی ہے۔

توحید کی دوسری قسم جسے شرح علامہ علی القاری نے شرح فقہ اکبر میں بیان کردیا ہے وہ ہم قارئین کے معلومات میں اضافہ کے لئے یہاں بیان کر دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ

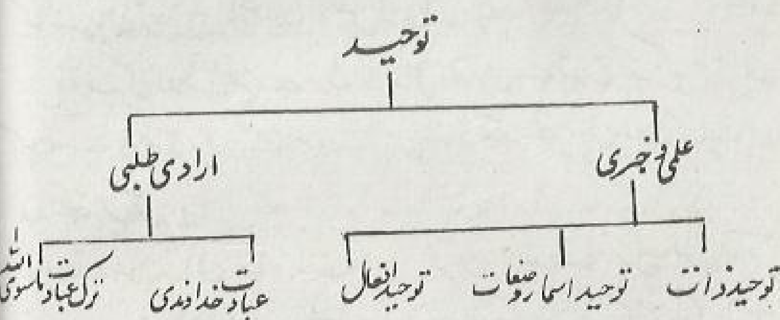
واما دعوته الی عبادته وحده لاشریک له وخلع ما یعبد من دونه فهو التوحید الارادی الطلبی۔ (ص۱)

قرآن اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت اور اس کے سوا جن کی پوجا کی جاتی ہے ان کو چھوڑ دینے کی دعوت ہے پس یہ توحید ارادی طلبی ہے۔



نقشۂ توحید

حضرت علامہ امام وفہام علی بن سلطان القاری علیہ الرحمۃ نے جو توحید کے جملہ اقسام بیان کئے ہیں ہم انہیں بھی قارئین کے فائدہ کے لئے نقشہ کی صورت میں پیش کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔



کیا اللہ تعالیٰ کی کوئی ایسی صفات ہیں جنہیں کوئی اور شریک ہو سکتا ہے؟

اس کے بعد جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب "شرک فی الصفات اور علم غیب کا مسئلہ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

> "توحید اسماء و صفات پہ ایمان نہ ہونے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اللہ کی بعض ایسی صفات ہیں جنہیں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہو سکتا، غیر اللہ کو شریک کر دیا جائے۔"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صفحہ ۲۶۸)

قارئین! ڈاکٹر صاحب کی مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو رہی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اور ان کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں ایک وہ جن میں کوئی اور (غیر خدا) شریک ہو سکتا ہے اور دوسری وہ جن میں کوئی بھی شریک نہیں ہو سکتا۔ ان کی اس عبارت پر پھر غور فرمائیں۔

"اللہ کی بعض (کچھ) ایسی صفات ہیں، جن میں کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا"

بلاشبہ ان کی یہ عبارت اس حقیقت کو بالکل ہی واضح کر رہی ہے جو ہم عرض کر چکے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کچھ ایسی صفات بھی ہیں جن میں کوئی اور (غیر خدا) شریک ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب خود شرک میں مبتلا ہو گئے

قارئین! یقین فرمایئے کہ ڈاکٹر صاحب یہ لکھ کر شرک کے مرتکب ہوئے حالانکہ وہ دوسروں کو شرک سے بچنے کی تلقین فرماتے ہیں اور مشرک کے معاملے اس حد تک سے تجاوز کر جاتے ہیں کہ جو صحیح العقیدہ اہل سنت مسلمان ہیں انہیں بھی زبردستی مشرک ٹھہرانے والے ڈاکٹر صاحب بے سوچے سمجھے یہ فرما کر کہ "اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کہ جن میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہو سکتا غیر اللہ کو شریک کر دیا جائے۔" (صفحہ ٢٦٨)

خود ہی شرک کا ارتکاب کر لیا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی مذکورہ بالا عبارت میں اپنے اس لفظ سے کہ "اللہ تعالیٰ کی بعض ایسی صفات ہیں کہ جن میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہو سکتا الخ" اللہ تعالیٰ کی صفات کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے بعض ایسی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک ہو سکتا ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

ڈاکٹر صاحب اہلسنت مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے سے پہلے اپنے ایمان کی خبر لیں۔

پہلے اپنے جنوں کی خبر لو
پھر میرے عشق کو آزمانا

ڈاکٹر صاحب نے پہلے تو "توحید اسماء و صفات" کا عنوان قائم کیا یعنی اللہ تعالیٰ اسماء و صفات میں وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے مگر یہاں فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کہ انمیں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہو سکتا وہ بعض ہیں گویا ساری نہیں ہیں یعنی بعض صفات میں اسکے ساتھ کوئی شریک ہو سکتا ہے اور یہ بلاشبہ شرک ہے۔

عقیدۂ اہلسنت

جبکہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکی تمام صفات ازلی ہیں اور مخلوق کی صفات حادث ہیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ جیسا موصوف ہوگا ویسی اسکی صفات ہوں گی۔ موصوف ازلی اور قدیم تو اسکی صفات بھی ازلی اور قدیم جیساکہ اللہ تعالیٰ ازلی و قدیم اور اسکی صفات بھی ازلی و قدیم اور موصوف حادث تو اسکی صفات بھی حادث۔ چنانچہ مخلوق کی صفات مخلوق کی طرح حادث۔ جیساکہ امام اعظم ابوحنیفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ

لم یزل ولایزال باسمائہ وصفاتہ لم یحدث لہ اسم ولا صفۃ۔

یعنی اللہ اپنے اسماء و صفات کیساتھ ازلی ہیں اس کا کوئی اسم حادث نہیں" اور نہ کوئی صفت۔

اسکی شرح میں محدث علی بن سلطان القاری فرماتے ہیں:

"یعنی ان صفات اللہ واسماءہ کلھا ازلیۃ لابدایۃ لھا

کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اور اس کے تمام اسماء ازلی ہیں کہ ابتداء نہیں اور

وابدیۃ لانھایۃ لھا ۔ ابدی ہیں کہ ان کی انتہا نہیں ۔

(شرح فقہ اکبر ص۲۳)

اس کے بعد آگے چل کر فرماتے ہیں :

وصفاتہ کلھا فی الازل بخلاف صفات المخلوقین ۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلیہ ہیں بہ خلاف مخلوق کی صفات کے ۔

(شرح فقہ اکبر ص۳۱)

یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی ہیں اس کے برعکس مخلوق کی صفات ازلی نہیں بلکہ حادث ہیں ۔

اگر ڈاکٹر صاحب کی بات کو مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا اور بعض میں ہو سکتا ہے تو جن صفات میں کوئی شریک ہو سکتا ہے وہ ازلی نہیں ہوں گی بلکہ حادث ہوں گی جبھی تو مخلوق میں سے کوئی فرد انمیں اللہ تعالیٰ کا شریک ہوگا تو اس سے اللہ تعالیٰ کا محل حوادث ہونا لازم آئیگا اور یہ غلط اور محال ہے کیونکہ ذاتِ قدیم یا ذاتِ ازلی محل حوادث نہیں ہو سکتی اور اگر وہ بعض صفات جنمیں کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے ازلی ہوں گی تو اس سے لازم آئے گا کہ موصوف حادث ہو اور صفات قدیم ہوں یہ بھی محال ہے ۔

ڈاکٹر صاحب جس طرف بھی رُخ کریں گے انہیں استحالہ کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ ان کے لئے خلاصی کا کوئی راستہ نہیں جب تک کہ اپنے کہے ہوئے سے توبہ کر کے راہِ راست پر نہ آجائیں ۔

سلجھ جاتی ہے اک الجھن تو مشکل اور بڑھتی ہے
کسی صورت محبت کی پریشانی نہیں جاتی



امام احمد رضا کا عقیدہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہم مسلک اہلحدیث کہلانے والی حضرات اہلسنت کے ایک عظیم محدث وفقیہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ اور ان کے ہم مسلک علماء اہلسنت پر بلاوجہ طعن کرتے اور ان پر ناجائز اور زبردستی طور پر شرک کا الزام عائد کرتے ہیں ان کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے:

"عقیدہ، جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں۔" (بہار شریعت ج ۱ صـ۲)

یہ ہے سچی توحید، کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جیسے قدیم اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ ان میں مخلوق میں سے کسی فرد کے شریک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پھر فرماتے ہیں:

"عقیدہ، صفات الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بددین ہے۔"

(بہار شریعت ج ۱ صـ۴)

سیدنا الشاہ فضل الرسول القادری البرکاتی البدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ "توحید" کے موضوع پر لکھی گئی اپنی مشہور کتاب "المعتقد المنتقد" (۱۲۷۰) میں فرماتے ہیں کہ

"مسئلۃ۔ صفات اللہ تعالیٰ فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ فمن قال انہا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف فیہا بان لا یحکم بانہا قدیمۃ او حادثۃ او شک فیہا او تردد فی ہذہ المسئلۃ ونحوہا فہو کافر

اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی ہیں، حادث نہیں اور نہ مخلوق، تو جو شخص کہے کہ صفات باری تعالیٰ مخلوق ہیں یا حادث ہیں یا اس مسئلہ میں توقف کرے ان کے قدیم یا حادث ہونے کا فیصلہ نہ کرے یا اسمیں شک یا تردد تو وہ اللہ تعالیٰ

باللہ تعالیٰ۔ (ص ۵۳) کا منکر ہے۔

الحمدللہ یہ امر واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ اور ابدیہ ہیں۔ ان میں سے کوئی صفت ایسی نہیں جس میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک ہے اللہ تعالیٰ اپنی ذات و اسماء و صفات اور افعال میں وحدہ لاشریک لہ ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب کو شدید مغالطہ لگا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات ایسی ہیں جنمیں کوئی شریک نہیں ہوسکتا، نہیں نہیں بلکہ ہم اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ہی ایسی ہیں جنمیں کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں ہوسکتا۔

ڈاکٹر صاحب کے مغالطہ کا سبب

شاید ڈاکٹر صاحب کو یوں مغالطہ لگا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفت "سمیع" اور ایک صفت "بصیر" بھی مذکور ہے یعنی قرآن میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ "سمیع و بصیر" (سننے اور دیکھنے والا) ہے اور قرآن میں یہی دونوں صفتیں انسان کے لئے بھی مذکور ہوئی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ انسان کے بارے میں فرماتا ہے کہ

"فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا" پس ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا۔
(سورۂ دھر آیۃ ۲)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت رؤف و رحیم بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی رؤف و رحیم فرمایا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت "علیم" ہے اور قرآن میں یہی صفت "علیم" حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے بھی استعمال ہوئی ہے۔ لہٰذا سمیع و بصیر اور رؤف و رحیم اور علیم اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات ہیں جن میں انسان بھی اس کے ساتھ شریک ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب اس حقیقت کو بھول گئے

کہ اللہ تعالیٰ کی یہ اور دُوسری تمام صفات ازلیہ اور ابدیہ اور قدیم اور غیر مخلوق ہیں جبکہ انسان کی یہ صفات حادث اور مخلوق ہیں جنہیں انسان میں اللہ نے پیدا کیا لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ صفات صفاتِ ذاتیہ ہیں کسی نے اسے یہ صفات عطا نہیں کیں اور نہ وہ مخلوق ہیں بلکہ وہ ازلی و ابدی و قدیم ہیں۔ تو شرکت کہاں پائی گئی، یہ تو محض اشتراک اسمی ہیں نہ شریکیت فی الصفات۔

افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب، ڈاکٹر کہلاتے ہوئے بھی اس بات سے بے خبر ہیں کہ صفات میں شریک ہونا اور چیز ہے اور محض اسم میں اشتراک لفظی اور چیز۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان القاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

وصفاته کلها واقعة فی الازل بخلاف صفات المخلوقین ای لا تشابه نعوتهم وان وقع الاشتراك الاسمی فی صفات الحق ونعت الخلق من العلم والقدرة والرؤیة والکلام والسمع ونحوه

(شرح فقہ اکبر صہ۳۱)

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازل میں مخلوق کی صفات کے برعکس یعنی اللہ کی صفات مخلوق کی صفات سے کوئی مشابہت نہیں رکھتیں اگرچہ صفات حق اور صفات خلق مثلاً علم و قدرت و رؤیۃ و کلام و سمع وغیرہ میں اشتراک اسمی واقع ہوا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی ہیں وہ انسانی صفات کے ساتھ کوئی مماثلت و مشابہت نہیں رکھتیں اگرچہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کی صفات میں نام کا اشتراک واقع ہوا ہے مثلاً علم (جاننا)، قدرت (طاقت رکھنا)، رؤیت (دیکھنا)، کلام (بولنا) اور سمع (سننا) وغیرہ یہ صفتیں قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لئے بھی آئی ہیں اور انسان کے لئے بھی۔ تو یہ محض نام کا اشتراک ہے یعنی اس سے انسان کو صفات باری تعالیٰ

میں شریک ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اسماء میں صفات میں اور افعال وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے ان میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تمام صفات باری تعالیٰ ازلی ہیں جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری ذات ازلی ہے ہی نہیں تو کوئی اس کی کسی صفت میں شریک کیسے ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

قارئین! یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری رکھنے والا ایک انسان، عقیدۂ توحید کی اس قدر بنیادی بات سے بھی بے خبر ہے۔

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
تحریر سے دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

مسئلہ علمِ غیب

اس کے بعد جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"مثلاً یہ کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر انبیاء، اولیاء یا ملائکہ کو علم غیب کی صفت سے متصف سمجھ لیا جائے تو یہ شرک فی الصفات ہوگا۔"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صفحہ ۲۶۹)

ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ علم غیب تو چھیڑ دیا ہے مگر علم غیب کی تعریف نہیں کی یعنی یہ نہیں بتایا کہ "علم غیب" کیا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ ڈاکٹر صاحب پر فرض عائد ہوتا تھا کہ واضح کرتے کہ "علم غیب" غیب جاننا، ایک ایسی بات ہے جسے عام پڑھے لکھے لوگ نہیں سمجھتے، زیادہ سے زیادہ لفظ "علم" کے معنی تو ان کو معلوم ہوں گے

گروہ بیچارے کیا سمجھیں کہ "غیب" کیا چیز ہے اور غیب کسے کہتے ہیں۔

غیب کی تعریف

لیجئے اس سلسلے میں ہم عرض کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام آگے چل کر مسئلہ کی حقیقت کو جان سکیں اور مسئلہ علم غیب پر منکرین کے موقف کی غلطی سے آگاہ ہو سکیں۔

لغت کی رو سے "غیب" پوشیدہ چیز کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں غیب کے معنی بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ م ۵۰۲ھ فرماتے ہیں۔

الغیب مصدر غابت الشمس وغیرھا استترت عن العین، یقال غاب عنی کذا قال اللہ تعالٰی "ام کان من الغائبین" واستعمل فی کل غائب عن الحاسۃ وعما یغیب عن علم الانسان (الی ان قال) والغیب ما لا یقع تحت الحواس ولا تقتضیہ بداھۃ العقول وانما یعلم بخبر الانبیاء علیھم السلام۔ (کتاب المفردات صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷)

غیب "غابت الشمس وغیرہ" کا مصدر ہے جب سورج آنکھ سے چھپ جائے تو کہتے ہیں سورج غائب ہو گیا اور کہا جاتا ہے وہ مجھ سے ایسے غائب ہو گیا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے "یا وہ غائبین سے تھا" اور غیب ہر اس کے لئے استعمال ہوتا ہے جو انسانی حواس سے پوشیدہ ہو اور جو انسان کے علم سے باہر ہو اور غیب ہر وہ چیز ہے جو انسانی حواس کے قابو میں نہ آئے اور نہ ہی عقل کی تیزی سے معلوم ہو اور وہ صرف انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے معلوم ہوتا ہو۔

امام راغب علیہ الرحمۃ نے جو غیب کی تعریف فرمائی ہے اس سے درج ذیل نکات واضح ہو گئے۔

غیب اسے کہتے ہیں:

(الف) جو انسانی حواس سے معلوم نہ ہو سکے۔

(ب) جو عقل کی تیزی کے ذریعے بھی معلوم نہ ہو۔

(ج) جو صرف انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے معلوم ہو۔

قارئین! اوپر کی شق (ج) پر غور فرمائیں کہ غیب کے جاننے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کا بتانا ہے۔ مگر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا لیکن امام راغب کے فرمان مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب بتاتے ہیں اور ان کے ذریعے ہی غیب کی بات معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کا انکار کرنا ایک نئے مذہب کی بات تو ہو سکتی ہے اسلاف کی نہیں۔ کیونکہ امام راغب کا جو فرمان اوپر نقل کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ائمہ دین و محدثین و مفسرین اہل سنت کا یہی موقف رہا ہے کہ لوگوں میں سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی غیب جانتے اور بتاتے ہیں اور غیب جاننے کا وہی ذریعہ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ انبیاء ذاتی طور پر تو غیب نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ ہی کے بتانے سے جانتے ہیں۔

غیب کی قسمیں

امام قاضی ناصر الدین بیضاوی م ۶۹۲ھ اپنی مشہور تفسیر بیضاوی شریف میں فرماتے ہیں کہ

الغیب المخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا تقتضیہ بدھۃ العقل وھو قسمان (۱) قسم لا دلیل علیہ وھو المعنیٌّ

غیب وہ پوشیدہ چیز ہے جسے انسان کی حس نہ پا سکے اور نہ ہی عقل کی تیزی سے جانا جائے اور غیب کی دو قسمیں ایک وہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو

بقولہ تعالیٰ " وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو و
(۲) قسم نصب علیہ دلیل کالصانع وصفاتہ والیوم الاخرۃ واحوالہ وھو المراد بہ فی ھذہ الاٰیۃ۔
(تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۵۵)

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان " اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا " سے مراد یہی غیب نمبر ایک ہے اور دوسرا وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے اللہ تعالیٰ ، اسکی صفات قیامت کا دن اور اسکے احوال اور اس آیت میں غیب کا یہی دوسرا قسم مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کونسا غیب خاص ہے ؟

خلاصہ یہ کہ غیب اسکو کہیں گے جو حواس وعقل سے بدیہی (روشن) طور پر معلوم نہ ہو سکے اسکی دو قسمیں ہیں ایک وہ غیب جس پر کوئی دلیل نہ ہو یہ علم غیب ذاتی ہے اور قرآن میں جہاں جہاں ایسی آیات آئی ہیں جنمیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے غیب کے جاننے کی نفی کی گئی ہے اس سے یہی علم غیب ذاتی مراد ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور غیب کی دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات ، صفات ، نبوتیں ، انبیاء ، ان کی امتوں اور ان سے متعلقہ خبریں ، شریعتوں کے احکام ، عالم برزخ ، روز قیامت اور ان کے احوال ، مرنے کے بعد اٹھنا ، حشر ونشر ، حساب جزاء وغیرہ کا علم جس پر عقلی یا نقلی دلیلیں قائم ہیں۔

علامہ محی الدین المعروف شیخ زادہ متوفی ۹۵۱ھ حاشیہ بیضاوی شریف میں فرماتے ہیں کہ

(وقسم نصب علیہ دلیل) اور غیب کا ایک وہ قسم ہے جس پر دلیل

المراد بالدليل ما يعم العقلي والنقلي فان الصانع وصفاته مما نصب عليه دليل من طريق العقل واليوم الآخر واحواله مما ثبت بدليل نقلي وكلا القسمين غيب بالمعنى المذكور الا ان الانسان يعلم القسم الثاني منه نصب عليه من الدليل والغيب الذى اختص علمه بالله سبحانه وتعالى هو القسم الاول منه ويدخل فيه (اى القسم الثاني) العلم بالله سبحانه وتعالى وبصفاته والعلم بالآخرة والعلم بالنبوة والعلم بالاحكام والشرائع -

(حاشیہ شیخ زادہ ج اص ۸۹)

قائم ہے دلیل سے مراد عقل اور نقل دونوں ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ان امور میں سے ہیں جن پر دلیل عقلی قائم ہے اور قیامت کا دن اور اس کے احوال جو دلیل نقل سے ثابت ہیں اور غیب کے معنی مذکور کے اعتبار سے دونوں قسمیں غیب ہیں مگر انسان غیب کا قسم ثانی جانتا ہے جس پر دلیل قائم ہے اور جو غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، وہ قسم اول ہے اور قسم ثانی میں (جسے انسان جانتا ہے) اللہ تعالیٰ، اسکی صفات اور آخرت کا علم اور نبوت کا علم اور احکام وشرائع کا علم داخل ہے۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ جو غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں، نہ عقلی اور نہ نقلی۔ اور جس پر عقلی ونقلی دلیل قائم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات روزِ اول

سے لیکر روزِ آخرت تک یعنی جہاں سے مخلوق کی پیدائش ہوئی وہاں سے لے کر روزِ آخرت (قیامت) اور اس کے بعد جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک یہ تمام علوم ہیں جن پر عقلی و نقلی دلائل قائم ہیں اور نقلی دلائل سے مراد آسمانی کتب و صحائف اور بالخصوص قرآن مجید اور کلا مہائے انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ اور آپ کے فیوض و برکات کاملہ ہیں اور ان تمام علوم کو قرآن مجید حاوی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر چیز کا روشن بیان کر کے اتارا پھر اس تفصیل کو ہر شخص اپنی علمی قابلیت اور روحانی صلاحیت کے مطابق سمجھیگا اور اس کے مطابق اُس پر علوم کا انکشاف ہوتا چلا جائیگا۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

من اراد علم الاولین والآخرین فلیتدبر القرآن۔	جو شخص اولین وآخرین کا علم چاہے وہ قرآن میں غور کرے۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ صفحہ ۲۹۰)

امام دیلمی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

من اراد علم الاولین والآخرین فلیثور القرآن۔	جو اولین وآخرین کا علم چاہے وہ قرآن میں غور وفکر کرے۔

(کنز العمال ج ۱ صفحہ ۵۴۸)

یہ علم غیب کی تعریف اور اس کے دو قسموں کا بیان تھا جسے ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب نے نظر انداز کرتے ہوئے علم کی بحث چھیڑ دی جبکہ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ پہلے علم غیب کی تعریف کرتے پھر اسکی قسمیں بیان کرتے اس کے بعد ہی اس کا حکم شرعی بیان فرماتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔

کیونکہ اگر وہ اس تحقیق کی طرف آتے تو اہلسنت کے خلاف آگے چل کر جو انہیں کہنا تھا اس کی گنجائش ہی باقی نہ رہتی، اس لئے ڈاکٹر صاحب نے محققانہ راستہ اختیار کرنے کی بجائے متعصبانہ طریقہ اختیار فرمایا ؎

انتہائے تعصب بھی دیکھنے کی چیز ہے
کس طرف جانا تھا ان کو کس طرف چلے جا رہے ہیں

اس کے بعد جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب فرماتے ہیں۔

"علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صفحہ ۱۶۹)

ڈاکٹر صاحب کی یہ بات علی الاطلاق درست نہیں بلکہ انہیں یوں کہنا چاہیئے تھا۔ کہ وہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یا اس کے ساتھ ہے، جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ چنانچہ امام قاضی ناصر الدین بیضاوی علیہ الرحمۃ اور شیخ زادہ بیضاوی کے حوالہ سے ہم لکھ چکے ہیں۔

قسم لا دلیل علیہ وھو المعنیٰ بقولہ تعالیٰ "وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو"
(تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۵۵)

کہ غیب کا ایک وہ قسم ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کہ "اس کے پاس غیب کی کنجیاں جنہیں ان کے سوا کوئی نہیں جانتا" سے یہی غیب مراد ہے۔

یعنی جو علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے وہ وہی علم غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ اسی طرح شیخ زادہ لکھتے ہیں کہ

الغیب الذی اختص علمہ باللہ تعالیٰ ھو القسم الاول۔
(شیخ زادہ ج ۱ ص ۸۹)

وہ غیب جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ قسم اول ہی ہے۔

علامہ امام محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۷۰ھ اپنی مشہور تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ غیب دو قسمیں ہیں کہ

فمنه مالم ينصب عليه
دليل وتفرد بعلمه اللطيف
الخبير سبحانه وتعالى كعلم
القدر مثلا ومنه ما نصب
عليه دليل كالحق تعالى
وصفاته العلا فانه غيب
يعلمه من اعطاه الله تعالى
نورا على حسب ذلك النور
فلهذا تجد الناس متفاوتين
فيه وللاولياء نفعنا الله
تعالى بهم الحظ الاوفر منه
ومن هنا قيل: الغيب
مشاهدة الكل بعين الحق
فقد يمنح العبد قرب النوافل
فيكون الحق سبحانه بصره
الذى يبصر به وسمعه الذى
يسمع به ويرقى من ذلك
الى قرب الفرائض فيكون
نورا فهناك يكون الغيب

ان میں سے ایک وہ غیب ہے جس پر
کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی اور یہ غیب صرف
اللہ سبحانہ وتعالیٰ جانتا ہے جیسے
تقدیر کا علم (جو علم الٰہی میں ہے نہ کہ لوح
محفوظ والی) اور انہیں سے دوسرا وہ
غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم کی گئی
جیسے اللہ تعالیٰ اور اسکی صفات عالیہ
پس یہ وہ غیب ہے کہ اسے ہر وہ شخص
جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نور عطا
فرمایا، اس نور کے مطابق (جانتا ہے)
پس اسی لئے تم لوگوں کو علم غیب میں
مختلف درجات پر فائز پاتے ہو اور
اولیاء کرام کے لئے، اللہ ہمیں ان سے
نفع دے، علم غیب کا بہت بڑا حصہ ہے
اور یہاں سے کہا گیا ہے کہ غیب کل
کائنات کا چشم حق کے ساتھ ملاحظہ
کرنا ہے پس بلاشبہ بندے کو
قرب نوافل سے نوازا جاتا ہے تو
اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسکی وہ آنکھ

له شهودا والمفقود لدينا عنده موجودا الخ

(تفسیر روح المعانی ج ا ص ۱۱۴)

ہوجاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور بندہ یہاں سے قرب فرائض کی طرف ترقی کرتا ہے تو نور ہوجاتا ہے پس وہاں پہنچتا ہے تو غیب اس کے لئے حاضر اور وہ جو ہمارے لئے موجود نہیں اس کے ہاں موجود ہوتا ہے۔

استخراج مسائل

امام آلوسی علیہ الرحمۃ کے اس فرمان سے درج ذیل مسائل واضح ہو گئے۔

۱۔ ایک یہ کہ غیب کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ جس پر کوئی دلیل قائم نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسے تقدیر جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے متعلق ہے چونکہ بندوں کی اخروی زندگی لامحدود ولا متناہی ہے لہٰذا اس سے متعلق سلسلہ تقدیر جو علم الٰہی میں ہے لامحدود ولا متناہی ہے۔ بندوں کا علم لامحدود ولا متناہی چیز کے سلسلہ کا احاطہ نہیں کرسکتا اس لئے اس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی خاص ہے نہ کہ لوح محفوظ میں لکھی گئی تقدیر، کیونکہ لوح محفوظ محدود ہے تو اس پر لکھی گئی تقدیر بھی محدود لہٰذا بندوں کا علم اس کا احاطہ کرسکتا ہے۔ چنانچہ سراج اولیاء سیدنا و مرشدنا غوث اعظم شیخ الکل شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"وعینای فی اللوح المحفوظ" (بہجۃ الاسرار)

کہ اللہ کے فضل و کرم سے میری آنکھیں لوح محفوظ میں لکھا ہوا دیکھ رہی ہیں۔

بلکہ لوح محفوظ میں جو کچھ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم مقدسہ کا ایک حصہ ہے۔ کما قال الامام البوصیری فی القصیدۃ البردۃ۔

(ب) وہ غیب جس پر کوئی دلیل قائم ہے جیسے اللہ تعالیٰ اور اسکی صفات وغیرہ کا علم - اس غیب کو ہر وہ شخص جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نُور عطا فرمائے۔

۲- دُوسرا یہ کہ اولیاء کرام کو بھی علمِ غیب کا بہت بڑا حصہ عطا ہوتا ہے۔

۳- تیسرا یہ کہ اولیاء کرام چشمِ حق کے ساتھ کل کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۴- چوتھا یہ کہ بندہ کو جب قربِ نوافل حاصل ہوتا ہے تو اسکی آنکھوں اور کانوں پر پر انوارِ الٰہیہ کا خاص فیضان ہوتا ہے تو وہ ان انوارِ الٰہیہ کے فیضان سے دیکھتا اور سنتا ہے لہٰذا اسے دور کی چیز دکھائی اور سنائی دیتی ہے۔

(۵) پانچواں یہ کہ بندہ ترقی کر کے جب قربِ فرائض سے نوازا جاتا ہے تو وہاں غیب اس کے لئے حاضر اور جو ہمارے سامنے موجود نہیں اس کے سامنے موجود ہوتا ہے۔

بندے غیب جانتے ہیں

امام الائمہ فخر الامہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ متوفی ۶۰۶ھ اپنی مشہور تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ

فان قیل : أ فتقولون : العبد یعلم الغیب ام لا؟ قلنا قد بینا ان الغیب ینقسم الی ما علیہ دلیل والی ما لا دلیل علیہ - اما الذی لا دلیل علیہ فھو سبحانہ وتعالی العالم بہ لا غیرہ واما الذی علیہ دلیل فلا یمتنع ان نقول : نعلم الغیب ما لنا

پس اگر سوال کیا جائے کہ بندہ غیب جانتا ہے یا نہ؟ ہم جواب دیں گے کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل قائم ہے اور دوسرا وہ جس پر دلیل قائم نہیں رہا وہ جس پر دلیل قائم نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا اور کوئی نہیں جانتا اور رہا وہ غیب جس پر دلیل ہے تو اس بات میں کوئی امر مانع نہیں کہ ہم کہیں

علیہ دلیل۔ کہ ہم وہ غیب جانتے ہیں جس پر ہمارے لئے دلیل ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۸)

ان تمام حوالوں میں ڈاکٹر صاحب کے لئے درس عبرت ہے جو علی الاطلاق غیب جاننے کو اللہ تعالیٰ کی خاص صفت قرار دیئے جا رہے ہیں۔ ان ائمہ مفسرین نے واضح فرمایا ہے کہ غیب علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں، اور جس پر کوئی دلیل قائم ہے اسے اللہ تعالیٰ کے بندے بھی جانتے ہیں۔ کاش کہ ڈاکٹر صاحب علم غیب کی بحث چھیڑنے سے پہلے قرآن کریم کی ان عالی شان تفسیروں کو ملاحظہ فرما لیتے، لیجئے اگر انہوں نے یہ زحمت گوارا نہیں فرمائی تو ہم نے ان کی خدمت میں یہ حوالے پیش کر دیئے ہیں تاکہ انہیں اپنی کوتاہ نظری کا احساس اور اپنی غلطی کا انکشاف ہو۔

محفل میں اُن کا آج تڑپ جائے انگ انگ
اے دل نئی امنگ، اے مُطرب نئی ترنگ

غیر خدا کے بارے میں علمِ غیب کا اعتقاد شرک نہیں

اس کے بعد جناب ڈاکٹر صاحب اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"اگر انبیاء و اولیاء یا ملائکہ کو علم غیب کی صفت سے متصف سمجھ لیا جائے تو یہ شرک فی الصفات ہوگا۔" (صہ ۲۶۹)

ہم گزشتہ سطور میں ائمہ مفسرین کے حوالوں سے جو عرض کر چکے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل قائم نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا وہ جس پر کوئی دلیل قائم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو بھی حاصل ہے، انبیاء علیہم السلام تو بڑی چیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کے لطف و کرم سے نوازے جانے والے اولیاء کرام بھی اپنے اپنے حسب حال اس علم غیب سے حصہ پاتے ہیں۔ اسکی روشنی میں جناب ڈاکٹر صاحب کی یہ بات بے بنیاد اور قطعاً غلط ہے۔ اور یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب جو بات کہتے ہیں ائمہ دین متین و سلف صالحین میں کسی کا حوالہ پیش نہیں کرتے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہی عقل کل سمجھتے ہیں اور بزرگانِ دین وائمہ مجتہدین اور حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعلیمات کی روشنی میں چلنا اپنی شان کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اس سے اس راستہ پر چلنے کی ہمیشہ دعا کیا کریں جس پر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین گامزن رہے۔

اھدنا الصراط المستقیم	(اے اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا،
صراط الذین انعمت علیھم	ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے احسان کیا۔)
(سورۂ فاتحہ)	

لیکن ڈاکٹر صاحب جو راستہ بتا رہے ہیں اسکی صداقت پر انبیاء وصدیقین وشہداء اور صالحین کی تعلیمات کا کوئی ثبوت وحوالہ پیش نہیں کرتے، معلوم ہوا کہ یہ راستہ ڈاکٹر صاحب کا اپنا ایجاد کردہ ہے، یہ انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین کا راستہ نہیں ہے یہ لات ومنات کا راستہ ہے۔ لات ومنات صرف پتھر کے بتوں کا نام ہی نہیں، انسان میں جو کبر ونخوت اور خواہش نفس ہے وہ بھی لات ومنات سے کم نہیں ہے۔ ایسے لوگ ہر زمانے میں ہوئے ہیں اور ہوتے رہیں گے جو ہادی برحق کا بھیس بدل کر لوگوں کو گمراہ کرتے رہے اور کرتے رہیں گے ؎

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات ومنات

اس کے بعد ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب لکھتے ہیں:

"یہ مسلمانوں کی بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ ان کی بہت بڑی تعداد شرک کی اس خطرناک قسم میں گرفتار ہے۔" (صد ۲۶۹)

اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ یہ ان مسلمانوں کی نہیں بلکہ جناب ڈاکٹر صاحب کی بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ اپنی نادانی کی بنا پر صحیح العقیدہ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد (سوادِ اعظم) کو شرک میں گرفتار بتا کر ان پر مشرک ہونے کا فتویٰ تھوپ رہے ہیں۔

صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کی ابتداء

قارئین! آپ کو یہ معلوم کر کے شاید تعجب ہوگا کہ ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب اور ان کے وہابی برادران جو صحیح العقیدہ مسلمانوں پر مشرک ہونے کے فتوے عائد کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ان وہابی حضرات کو اپنے خارجی پیشواؤں سے ہی ورثہ میں ملا ہے۔ کیونکہ اسکی ابتداء خارجیوں نے ہی کی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شرک کا فتویٰ

چنانچہ واقعہ تحکیم کے بعد خارجیوں نے حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما پر شرک کا فتویٰ لگایا اور کہا کہ انہوں نے اپنے درمیان ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کو حکم بناکر شرک کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ" کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم نہیں اور انہوں نے اللہ کے اس فرمان کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور غیر اللہ کو حکم بنایا کہ جو یہ دونوں (ابو موسیٰ اشعری و عمرو بن عاص) فیصلہ کریں گے علی و معاویہ کو قبول ہوگا۔ لہٰذا یہ دونوں مشرک و کافر ہو گئے (معاذ اللہ)

البدایہ والنہایہ میں ابن جریر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ

یا علی اشرکت فی دین اللہ الرجال ولا حکم الا للہ الخ

اے علی! تو نے مردوں (ابو موسیٰ و عمرو بن عاص) کو اللہ کے دین میں شریک کیا اور اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔

(ج ۷، ص ۲۹۲)

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ

ھٰذہ کلمۃ حق ارید بھا باطل

بات حق ہے مگر اس سے غلط بات مراد لی گئی ہے۔

(ج ۷، ص ۲۹۲)

اس سے واضح ہوا کہ شروع ہی سے اہل حق پر شرک کے فتوے لگتے چلے آ رہے ہیں اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے پھر ابن عبدالوہاب نجدی نے پھر برصغیر میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اور اب جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک اور ان کے ہمنوا اپنے مذکورہ بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صحیح العقیدہ اہلسنت مسلمانوں پر جو دنیا میں بڑی تعداد (اکثریت) میں ہیں شرک کے فتوے عائد فرما رہے ہیں اور یہ بھی واضح ہوا کہ خارجیوں نے قرآن کی آیت پڑھ کر اور اس سے غلط معنی و مراد لیکر حضرت علی پر شرک کا فتویٰ عائد کیا ایسے ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک اور

ان کے ہمنوا بھی قرآن کی آیتوں سے غلط مراد لے کر صحیح العقیدہ سُنّی مسلمانوں پر شرک کے فتوے عائد فرماتے ہیں۔ جیسے خارجی تعصب محض رکھتے اور جہل مرکب میں مبتلا ہو کر صحیح العقیدہ سُنّی مسلمانوں کو مشرک ٹھیراتے ہیں یہی حال ڈاکٹر صاحب ایسے وہابی حضرات کا ہے کہ تعصب محض اور جہل مرکب میں مبتلا ہو کر صحیح العقیدہ سُنّی مسلمانوں کو مشرک ٹھیراتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بڑی نیکی کر رہے ہیں ؎

ان کی آنکھوں پہ تعصب کے پڑے ہیں پردے
کھوٹی باتوں کو بھی اپنی یہ کھرا کہتے ہیں

جہالت اس کے بعد ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ لکھتے ہیں کہ

"یہ لوگ اپنی جہالت کے سبب یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کو علم غیب حاصل ہے۔"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صد ۲۶۹)

ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہو کہ بات وہ نہیں جو آپ نے فرمائی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمنوا وہابی حضرات ہی اپنی جہالت کے سبب یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کو علم غیب حاصل نہیں ہے۔

ہم گزشتہ صفحات پر وضاحت سے عرض کر چکے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں وہ اس کے مقرب بندوں (انبیاء و اولیاء) کو حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ مفردات کا حوالہ گذرا کہ:

"یعلم بخبر الانبیاء" قسم ثانی انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے معلوم ہوتا ہے۔

(صد ۳۶۶ / ۳۶۷)

۱۔ شرح بیضاوی مصنفہ امام محی الدین شیخ زادہ م ۹۵۱ھ کا حوالہ گذرا کہ:

(القسم الثانی) العلم باللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ وبصفاتہ والعلم بالآخرۃ والعلم بالنبوۃ والعلم بالاحکام والشرائع۔

علم غیب کا دوسرا قسم اللہ تعالیٰ کی ذات اسکی صفات، آخرت، نبوت اور احکام وشرائع کا علم ہے۔

یعنی علم غیب کا دوسرا قسم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم ہے، آخرت یعنی قیامت کے قائم ہونے اور اسمیں جو جو حالات، جس جس کو پیش آئیں گے۔ جنت ودوزخ اور اسمیں داخل ہونے والوں، نیکیوں اور برائیوں کی بنا پر دی جانے والی جزائیں اور سزائیں، سب کچھ علم آخرت میں آگیا، نبوت کا علم یعنی جب سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا، دنیا میں پیغمبر تشریف لاتے رہے، ان کا تبلیغ فرمانا اور کچھ لوگوں کا انہیں ماننا اور کچھ لوگوں کا نہ ماننا، اور ان کے احوال وواقعات جو انہیں پیش آئے، آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قیامت تک آنے والوں میں کون کون آپ پر ایمان لائے گا اور کون کون نہیں لائیگا اور سلسلے میں پیش آنیوالے واقعات وحوادث، ظہور امام مہدی ونزول مسیح ابن مریم علیہ السلام اور اس زمانہ کے واقعات، تاقیام قیامت، یہ تمام علوم ونبوت وآخرت سے متعلقہ علوم غیبیہ اور علم الاحکام وشرائع، تمام انبیاء ومرسلین کی شریعتوں کے احکام حتیٰ کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے جملہ احکام اور ان کی حکمتیں یہ تمام علوم علم غیب کے قسم ثانی میں آتے ہیں، اسکے بارے میں امام محی الدین شیخ زادہ فرماتے ہیں:

"ان الانسان یعلم القسم الثانی" (شرح بیضاوی شیخ زادہ ج ۱ ص ۸۹)

بلاشبہ علم غیب کا قسم ثانی انسان (انبیاء واولیاء) جانتے ہیں۔

۲۔ امام محمود آلوسی بغدادی کی تفسیر روح المعانی کا حوالہ بھی پیش کیا گیا اسمیں الفاظ

ناقابل فراموش ہیں۔

فیکون نورا فھنالک یکون الغیب له مشهودا والمفقود لدینا عنده موجودا.
(روح المعانی ج ۱ ص۱۱۴)

کہ قرب فرائض سے بندۂ خدا (اپنے باطن سے) نور ہوجاتا ہے تو اس قربہ پر پہنچ کر اس کے لئے غیب شہود اور ہمارے ہاں کا عدم موجود اسکے ہاں موجود ہوجاتا ہے۔

یعنی بندہ قرب فرائض کی برکت سے (اپنے باطن کے اعتبار سے) نور ہوجاتا ہے اور ایک ایسے مرتبہ پر فائز ہوجاتا ہے کہ جہاں وہ غیب کا شاہدہ کرتا ہے اور جو چیزیں ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوتی ہیں وہ اسکی نظر میں موجود ہوتی ہیں۔

۴۔ چوتھا حوالہ امام فخر الدین رازی کا گذرا کہ آپ نے بھی علم غیب کی دو قسمیں بیان فرمائیں اور ایک قسم کے بارے میں فرمایا کہ

فلا یمتنع ان نقول، نعلم الغیب مالنا علیه دلیل،
(تفسیر کبیر ج ۲ ص۲۸)

جس غیب پر دلیل (سمعی یا عقلی) ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ غیب جانتے ہیں۔

یہ تمام ائمہ وفقہاء ومفسرین فرمارہے ہیں کہ علم غیب کا ایک قسم ہے جسے انبیاء واولیاء جانتے ہیں مگر افسوس اور صد افسوس کہ ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ اور ان کے ہمنوا وہابی حضرات اپنی جہالت کے سبب کہتے ہیں کہ نہیں جانتے بلکہ اسے شرک ٹھیراتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے سوا تمام ائمہ مسلمین ومفسرین وفقہاء اسلام اور امت مسلمہ کی ایک بڑی تعداد (اکثریت) پر مشرک ہونے کا فتویٰ تھوپتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ؂

خوف خدا اور شرم نبی
یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دوسرے انبیاء اور خود سید الانبیاء علیہم السلام کی بڑی شان ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام جنکی نبوت میں ہی اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا ولی، اگرچہ ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ وہ رسول تھے، ان کے بارے میں امام ابن جریر طبری م ۳۱۰ھ اپنی تفسیر جامع البیان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی جو انہوں نے حضرت ابی بن کعب سے سنی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمیں حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ بیان کیا گیا اس کے آخر میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ

وکان رجلاً یعلم علم الغیب قد علم ذلك۔	حضرت خضر ایک ایسے مرد تھے جو علم غیب جانتے تھے انہیں علم غیب دیا گیا تھا۔

(جامع البیان جزء ۱۵ ص ۱۸۱)

اگر ڈاکٹر صاحب اپنی آنکھوں سے وہابیانہ تعصب کی پٹی اتار کر حدیث کے ان الفاظ کو بغور ملاحظہ فرمائیں " یعلم علم الغیب " (کہ حضرت خضر علم غیب جانتے تھے) تو ان کو یقین آ جائے گا کہ انبیاء واولیاء کے علم غیب کا انکار کرنے والے اپنی جہالت کے ہی سبب اس کا انکار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی بہتان تراشی

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب لکھتے ہیں:

" ان میں سے بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء واولیاء کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے بلکہ یہ علم ان کی ذاتی صفت ہے "

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۲۹)

کاش کہ ڈاکٹر صاحب اس سلسلے میں کوئی حوالہ پیش کرتے کہ فلاں عالم نے اپنی فلاں کتاب میں یہی لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام، جلد، صفحہ لکھتے اور طباعت کا

حوالہ نقل کرتے۔ اس قدر بڑا الزام، مگر حوالہ نہ دارد۔

قارئین! ہم آپ کی خدمت میں وثوق، اعتماد اور تحقیق سے عرض کرتے ہیں کہ اہلسنت میں سے (جنہیں یہ لوگ بریلوی کہتے ہیں) کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کی ذاتی صفت ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمنوا وہابی حضرات کا اہلسنت پر یہ کھلا بہتان ہے بلکہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کی کوئی صفت بھی ذاتی نہیں ہے بلکہ ان کا وجود بھی ذاتی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے تو ان کی کوئی دوسری صفت کیسے ذاتی ہو سکتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (الصافات ۹۶)

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور جو تم عمل کرتے ہو۔

یعنی تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق اللہ ہے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ (التین ۴)

ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں بنایا۔

اسمیں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے اچھی صورت میں بنایا یعنی اسے ظاہری اور باطنی لحاظ سے وہ اوصاف اور خوبیاں عطا فرمائیں جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں دیں۔

تیسری جگہ فرمایا:

"اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ" (السجدہ ۵، ۷)

وہ (اللہ ہے) جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اسکی شان کے لائق خوبیاں رکھیں۔

چوتھی جگہ فرمایا:

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ (الدھر ۷۶/۲) — پس ہم نے انسان کو سُننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔

ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ انبیاء، واولیاء، فرشتوں، جنوں، انسانوں بلکہ تمام چیزوں کا وجود اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ان کی جملہ صفات، خوبیاں اور ان کے اعمال سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اور اسی کا عطیہ ہیں۔ کوئی شخص بھی جس کا قرآن کریم پر ایمان ہو ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی طرف سے کھلا بہتان ہے ؎

بیگانۂ منزل ہیں مگر راہنما ہیں
زمانہ کی نوازش کے یہ انداز بھی کیا ہیں

امام اہلسنّت اعلیحضرت بریلوی کا عقیدہ

شیخ الاسلام والمسلمین ومحبوب المؤمنین امام اہلسنت اعلیحضرت مولانا ومرشدنا امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۴۰ھ اپنی کتاب مستطاب "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" میں لکھتے ہیں کہ

إن العلم اما ذاتی ان کان مصدرہ ذات العالم لامدخل فیه لغیرہ عطاء ولا سببا واما عطائی اذا کان بعطاء غیرہ فالاول مختص بالمولی سبحنه وتعالی لا یمکن

علم یا تو ذاتی ہے اگر عالم کی ذات اس کا مصدر ہو اسمیں اسکے غیر کا کوئی دخل نہ ہو نہ عطاء کے طور پر اور نہ سبب کے طور پر اور یا عطائی ہے جبکہ کسی غیر کی عطاء سے ہو۔ پہلا (ذاتی) اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کہ اور کے لئے ممکن

لغیرہ ومن اثبت شیئا منہ ولو ادنی من ادنی من ذرۃ لاحد من العالمین فقد کفر واشرک وبار و ھلک والثانی مختص بعبادہ عزجلالہ، لا امکان لہ فیہ ومن اثبت شیئا منہ للہ تعالیٰ فقد کفر واتی بما ھو اخنع و اشنع من الشرک الاکبر۔

(صـ ۱۵/۱۶)

نہیں اور جس نے اس (ذاتی علم) سے جہان بھر میں کسی غیر خدا کے لئے ثابت مانا اگرچہ ذرہ میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ ہو تو اس نے کفر کیا اور شرک کیا اور ہلاک و برباد ہوا اور دوسرا (علم عطائی) اللہ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے اسمیں اللہ کے لئے کوئی امکان نہیں اور اور جس نے اس (عطائی) میں سے اللہ کیلئے کچھ ثابت مانا اس نے شرکِ اکبر سے بھی بڑھ کر بُری بات کی۔

جناب ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمنوا وہابی حضرات ذرا آنکھیں کھولیں امام اہلسنت شاہ احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کو کسی تعصب کے بغیر ملاحظہ کریں تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ انہوں نے سُنّی مسلمانوں پر سخت افتراء اور بدترین بہتان باندھا کہ وہ علم غیب کو انبیاء و اولیاء کی ذاتی صفت مانتے ہیں۔

اگر ڈاکٹر صاحب میں کچھ شعور ہے تو امام اہلسنت کا یہ حوالہ ان کے لئے کافی ہے جس کے بعد انہیں اپنے گھڑے ہوئے بہتان سے توبہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ انہیں راہِ راست پر لانے کو ایسے بے شمار حوالے بھی ناکافی ہیں۔

؎ پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

علم ماکان ومایکون:

اس کے بعد ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب لکھتے ہیں:
"یہ لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں "عالم ماکان ومایکون" (جو کچھ تھا اور جو کچھ ہوگا سب کا علم رکھنے والا) یعنی کلیۃً علام الغیوب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صـ ۲۶۹)

ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہو کہ "علم ماکان ومایکون" جسے آپ "کلیۃً علام الغیوب" ہونے کا نام دے رہے ہیں بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ نہیں ہے کہ اس کا اعتقاد شرک ہو یا اس پر تعجب و حیرت کا اظہار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے علم میں فرق:

کیونکہ "ماکان ومایکون" (الی یوم القیامۃ) کا علم محدود ہے جبکہ علم الٰہی حد سے پاک ہے، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے علم میں جو فرق ہے اسے ملحوظ رکھنا چاہیئے اور وہ فرق درج ذیل ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا عطائی (اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود اور مخلوق کا محدود ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی و سرمدی و قدیم حقیقی اور مخلوق کا علم حادث۔ کیونکہ جیسا موصوف ہوتا ہے ویسی اسکی صفت ہوتی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر مخلوق اور خلق کا علم مخلوق ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیر مقدور اور مخلوق کا علم مقدور ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کا علم واجب البقاء اور مخلوق کا علم جائز الفناء۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیّر و تبدل محال ہے اور مخلوق کے علم میں تغیر و تبدل ممکن ہے۔

علم مخلوق محدود اور علم خالق لامحدود اور دیگر بیان کردہ اقسام فرق کے باوجود شرک کا فتویٰ لگانا ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہوگا۔ مخلوق کے لئے خواہ کتنا ہی علم مانا جائے جب اس کے دائیں بائیں اور اوپر نیچے حدود مقرر کر دی جائیں تو شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

چنانچہ ترجمان مسلک حق شیخ الاسلام والمسلمین رضائے رب العالمین سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مستطاب "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

فعلم المخلوق الحاصل بالفعل وان کثر ماکثر حتی یشمل کل ما فی العرش والفرش من اول یوم الی الیوم الأخر والوف الاف امثال ذٰلک لا یکون قط الا متناھیا بالفعل	مخلوق کا علم حاصل بالفعل اگرچہ کتنا ہی کثیر ہو حتی کہ عرش و فرش میں روز اول سے روز آخر تک اور اس کے کروڑوں مثل سب کو محیط ہو جائے جب بھی محدود بالفعل ہی ہوگا کیونکہ عرش و فرش دو کنارے گھیرنے والے ہیں

لان العرش والفرش حدان حاصران واول یوم الی الیوم الاخر حدان اخران وماکان محصورا بین حاصرین لایکون الا متناهیا۔

اور روزِ اول سے روزِ آخر تک یہ دوسری دو حدیں ہیں اور جو چیز دو گھیرنے والوں میں گھری ہوئی ہو وہ متناہی محدود ہی ہوگی۔

(الدولۃ المکیۃ صـ ۲۶)

جناب ڈاکٹر صاحب اگر علم عقائد میں گہری نظر رکھتے اور نورِ بصیرت کے حامل ہوتے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "علم ماکان ومایکون" کے مسلک اختیار رکھنے والے اہلِ حق پر زبان طعن کھولنے کی بجائے ان کے ہمنوا ہوتے۔

علم عقائد پر گہری نظر اور بصیرت تو اہلِ حق و اہلِ تحقیق سے شرفِ تلمذ و شرف نیازمندی کی برکت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ نیز کسی تعصب کے بغیر اگر کوئی اہلِ حق کی کتابوں کا صحیح طور پر مطالعہ اور اسلاف صالحین کی تحقیقات کا خلوص کے ساتھ مشاہدہ کرے تو وہ یقیناً بھٹکنے سے محفوظ رہ سکتا ہے مگر معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ڈاکٹر صاحب ان دونوں سعادتوں سے محروم ہیں ورنہ وہ راہِ راست سے نہ بھٹکتے۔

امام طیبی کا ارشاد

ڈاکٹر صاحب امام طیبی علیہ الرحمۃ کے ارشادِ گرامی کو پڑھیں جسے امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ نے "عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی" میں آیت کریمہ "اِنِّیٓ اَعْلَمُ

غَیبَ السَّمٰوَاتِ" (سورۃ بقرۃ) کی تفسیر پر صادر فرمایا کہ

قَالَ الطیبی رحمہ اللہ تَعَالیٰ ان معلوماتہ تعالیٰ لانہایۃ لہا وغیب السموات والارض وما یبدونہ ویکتمونہ قطرۃ منہ۔
(عنایۃ القاضی ج ۲ ص۱۲۹)

امام طیبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات کی کوئی حد نہیں اور آسمانوں اور زمین کا غیب اور فرشتے جو ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہیں اللہ کے علم کا ایک قطرہ ہے۔

قارئین: امام طیبی علیہ الرحمۃ کے اس فرمان پر توجہ فرمائیں کہ آسمانوں اور زمین کا غیب، جب سے آسمان و زمین بنے اور جب تک رہیں گے یعنی عرش سے فرش تک اور روز اول سے روز آخر تک کا علم جسے ہم "ما کان وما یکون" سے تعبیر کرتے ہیں، محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک ذرہ ہے جس کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ماننے کو ڈاکٹر صاحب شرک بتا رہے ہیں کیا اس کا واضح مطلب یہ نہیں کہ ڈاکٹر صاحب علوم الٰہی کو لامحدود نہیں بلکہ "ما کان وما یکون" کا مصداق ٹھہرا کر محدود بنا رہے ہیں، جو نہ صرف غلط بلکہ چوٹی کی گمراہی اور ایمان کے لئے تباہ کن بات ہے۔ بلاشبہ، صحیح العقیدہ سُنی مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ دینے والے خود ہی شرک وکفر کے گڑھوں میں جا گرتے ہیں ؎

اتنی کاوش نہ کر میری اسیری کے لئے
تو کہیں میرا گرفتار نہ سمجھا جائے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مَاکَانَ وَمَایَکُون

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے

ہیں کہ ہم اہل سنت کا مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو "ما کان وما یکون" کا علم عطا فرما دیا، اور "ما کان وما یکون" کا مطلب روزِ اول سے لیکر روزِ آخرت تک، عرشِ الٰہی سے لیکر تحت الثریٰ تک، مغرب و مشرق اور شمال و جنوب کے درمیان جو کچھ ہے سب کا علم تفصیل اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا کر دیا ہے اور علم لوح و قلم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کا ایک حصہ ہے بلکہ آپ کا علم لوح و قلم کے علم سے بھی زیادہ ہے۔ اس سلسلے میں کچھ دلائل عرض کرنے سے پہلے ہم علم غیب کے بارے میں اجماعی و اختلافی مسائل بیان کرتے ہیں تاکہ قارئین کو صحیح موقف تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

علمِ غیب کے بارے میں اجماعی مسائل

درج ذیل مسائل پر امتِ مسلمہ کے تمام علماء کا اجماع و اتفاق چلا آ رہا ہے۔

(۱) یہ کہ بلاشبہ غیر اللہ کی کوئی صفت بھی ذاتی نہیں اور خصوصاً صفتِ علم، حتیٰ کہ اس کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذرہ بھر بھی غیر اللہ کے لئے ذاتی نہیں یہ عین ایمان ہے اگر کوئی شخص غیر اللہ کے لئے ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی مانے، مشرک و کافر ہو جائے۔

(۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود اور مخلوق کا محدود اس لئے بندے کا محدود علم اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کا ہرگز ہرگز احاطہ نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ انبیاء و مرسلین، اولین و آخرین، سب کے علوم کو جمع کیا جائے تو ان کے علوم کو علم الٰہی کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہ ہو گی جو قطرہ کو سمندر بے کنار سے ہے۔

(۳) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا، قرآن کریم کی بہت سی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث سے واضح طور پر ثابت ہے جو یہ نہ مانے وہ قرآن و سُنّت بلکہ سرے سے نبوت ہی کا منکر اور اسلام سے خارج ہے۔

(۴) یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام پیغمبروں اور رسولوں بلکہ تمام جہان سے زیادہ علم عطا کیا اور اس قدر غیبوں کا علم عطا کیا کہ ان کا حساب و شمار وہ خود جانتا ہے مخلوق میں سے کوئی ایسا فرد نہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہو جو شخص یہ کہے کہ مخلوق میں سے فلاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہے وہ کافر ہے۔

چنانچہ امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض میں امام قاضی عیاض کے اس قول کے تحت کہ

(من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او عابہ) "جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا آپ کی طرف کسی عیب کی نسبت کی وہ کافر ہے۔"

لکھتے ہیں کہ

فان من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد عابہ ونقصہ الخ

(نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۶۹)

جس نے کہا کہ فلاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اس نے آپ کی طرف عیب کی نسبت کی اور آپ کی بے ادبی کی۔

یعنی جس نے (آپ کو گالی تو نہ دی مگر) یہ کہا کہ فلاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے زیادہ علم رکھتا ہے تو اس نے آپ کی طرف عیب کی نسبت کی اور آپ کی شانِ اقدس میں کمی کی لہٰذا وہ کافر و مرتد ہو گیا۔

اس سے واضح ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے یا ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ کے بارے میں اس بات کا یقین رکھے "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ مرتبہ اور سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اگر کوئی اس کے برعکس اعتقاد رکھتا ہے اس کے نزدیک مخلوق میں سے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہے تو وہ کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہے۔

علمِ غیب کے بارے میں اختلاف کی نوعیت اور مسلکِ عُرفاء

گذشتہ سطور میں مذکور اجماعی مسائل کے بعد علماء اہلسنت میں اختلاف ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بے شمار علوم غیب عطا فرمائے آیا وہ روز اول سے لیکر روز آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ قرآن کریم کی کئی ایک آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث کے عموم سے ثابت ہوتا ہے یا ان میں بعض کی تخصیص کے قائل ہوتے کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم آیات متشابہات کا علم نہیں دیا اور متشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جن کا مفہوم غور و تامل سے بھی سمجھ میں نہیں آتا اور قرآن وسنت میں ان کا مفہوم بیان بھی نہیں کیا گیا جیسے حروف مقطعات وغیرہا اور کسی نے کہا کہ آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم نہیں دیا گیا جو درج ذیل آیت میں مذکور ہیں کہ

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (لقمان ۳۴)

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

اور کسی ایک نے کہا کہ صرف قیامت کا علم نہیں دیا جبکہ عام علماء باطن اور ان کے پیروکاروں میں سے بہت سوں اور علماء ظاہر کی کثیر تعداد نے قرآن کریم کی ان آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو ان کے عموم پر رکھا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے لئے ایسے الفاظ آئے جو اصول فقہ کی رُو سے عام کہلاتے ہیں لہذا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "ما کان وما یکون" یعنی روز اول سے لیکر روز آخر تک بشمول علم قیامت اور بعض احوال آخرت تمام کائنات کا علم مانا۔ لیکن ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف قیامت کے علم کے مخفی رکھنے کا حکم تھا۔ اس لئے آپ نے اسے مخفی رکھا تاکہ قرآن میں اسکے "بَغْتَةً" "اچانک" آنے کی جو خبر دی گئی ہے اس کے برعکس نہ ہو بلکہ قیامت کے قائم ہونے کے بعد جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے کے حالات سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگاہ فرمایا اور آپ کے علم پاک کی وسعتیں لوح و قلم کے مندرجات وغیرہ کو حاوی

وشامل ہونے کے باوجود علم الٰہی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے قطرہ، بہ مقابلہ سمندر بے کنار۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا کیا۔ دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہو گا حتیٰ کہ ابتدائے تخلیق سے لیکر دوزخ وجنت میں داخل ہونے تک کا تمام حال اور اپنی امت کا خیر وشر آپ تفصیلاً جانتے ہیں۔ دنیا کو اور جو کچھ اسمیں ہو رہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا آپ ایسے ایسے دیکھتے ہیں اور دیکھتے رہیں گے جیسے اپنے ہاتھ مبارک کی ہتھیلی کو۔ چنانچہ طبرانی شریف کے حوالہ سے امام احمد قسطلانی شارح بخاری مواہب میں اور امام شہاب الدین خفاجی نسیم میں یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

قرآن سے ثبوت

: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔

(النساء ۱۱۳)

اور اللہ نے تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

اس آیت میں کلمہ "ما" عام ہے اور قرآن کا عام قطعی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ بات قطعی ویقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تمام اور کل علوم سکھا دیئے جو آپ نہ جانتے تھے۔ بلاشبہ یہ آیت کریمہ اپنے عموم قطعی کے اعتبار سے ظاہر کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "ماکان ومایکون" کا علم عطا کیا جس کو جناب ڈاکٹر صاحب "کلیۃً علام الغیوب" کے نام سے تعبیر کر رہے ہیں۔

اسکی تفسیر میں امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"من الاحکام والغیب" یعنی اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریعت کے احکام اور وہ علم غیب سکھا دیئے جو آپ نہ جانتے تھے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام صاحب نے جو "من الاحکام والغیب" فرمایا اسمیں لفظ "من" "ما" کا بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کے تمام احکام اور غیب کا وہ علم سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔

امام سیوطی نے اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے احکام شریعت کے علاوہ علم غیب ثابت کیا۔ لہٰذا یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار قرآن کا انکار ہے۔

علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ م ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ

وعلمك بالوحی من الغیب وخفیات الامور۔
(روح البیان ج ۲ صـ ۲۸۲)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعے غیب کا اور پوشیدہ چیزوں کا علم عطا کیا۔

امام محمود آلوسی م ۱۲۷۰ھ

علامہ بغداد مفتی اسلام، شیخ الاسلام محمود آلوسی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

ای الذی لم تکن تعلمه من خفیات الامور وضمائر الصدور۔
(روح المعانی ج ۵ صـ ۱۳)

یعنی اللہ نے آپ کو ان خفیہ چیزوں اور سینوں کے پوشیدہ بھیدوں کا علم عطا کیا جو آپ پہلے نہ جانتے تھے۔

⁂ ⁂ ⁂

علامہ قاضی ثناء اللہ مظہری م ۱۲۲۵ھ

اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ

وعلمك العلوم بالاسرار والمغيبات۔ | اللہ تعالیٰ نے آپ کو خفیہ باتوں اور غیبوں کا علم عطا کیا۔

امام ابو حیان اندلسی م ۷۵۴ھ

اپنی تفسیر البحر المحیط میں لکھتے ہیں:

قال ابو سليمان الدمشقي اخبار الاولين والاخرين والظاهر العموم فيشمل جميع ماذكروه۔ (تفسیر بحر المحیط ج ۳ ص ۳۴۲) | امام ابو سلیمان دمشقی نے کہا اس سے مراد اولین و آخرین کے حالات ہیں اور ظاہر آیت، عموم ہے جو ان تمام احتمالات کو شامل ہے جن کا مفسرین نے ذکر کیا۔

اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روز اول سے لیکر روز آخرت تک تمام "ما کان وما یکون" کا علم عطا کیا۔

قارئین! یہ کس قدر ستم کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان وما یکون" پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں جبکہ وہ خود قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہو رہا ہے ؎

کسی کا جور جب حد سے بڑھا ہے
تو اسے حیرت شکایت بھی ہوئی ہے

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ وَّهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ۝
(النحل : ۸۹)

اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری مسلمانوں کیلئے۔

اسمیں لفظ کل ملحوظ رکھیں جس کا معنی ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ جناب ڈاکٹر صاحب "کلیتہً" کا لفظ استعمال کرکے اس بات پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں اور اسے شرک بتا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کل اشیاء کے علم کو مانا جائے جبکہ قرآن کل اشیاء کا روشن بیان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اترا اگر قرآن کے واسطے سے آپ کل اشیاء کا علم نہیں رکھتے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کا پورا علم نہیں رکھتے (معاذ اللہ) اگر ڈاکٹر صاحب کا یہی اعتقاد ہے تو معذرت کے ساتھ کہنا پڑیگا کہ پھر ڈاکٹر صاحب کا نہ قرآن پر یقین ہے نہ اس کے اتارنے والے پر اور رہی اس ہستی پر جس پر قرآن اترا۔

یوں بھی دنیا میں پڑا کرتی ہے افتاد کبھی
اپنے ہی دام میں پھنس جاتا ہے صیاد کبھی

وسعت علوم قرآن ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش آنیوالے فتنوں کی خبر دی صحابہ نے اُن سے خلاص کا طریقہ دریافت کیا فرمایا کتاب اللہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی خبر ہے تم سے بعد کے واقعات کی بھی خبر ہے اور تمہارے مابین کا علم بھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرے اسمیں اولین و آخرین

کی خبریں ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امت کے سارے علوم حدیث کی شرح ہیں اور حدیث قرآن کی اور یہ بھی فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی حکم بھی فرمایا وہ وہی تھا جو آپ کو قرآن پاک سے مفہوم ہوا

ابوبکر بن مجاہد سے منقول ہے انہوں نے ایک روز فرمایا کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ یعنی قرآن کریم میں مذکور نہ ہو۔ اس پر کسی نے ان سے کہا سرائن کا ذکر کہاں ہے فرمایا اس آیت میں لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّکُمْ۔

ابن ابوالفضل مرسی نے کہا کہ اولین و آخرین کے تمام علوم قرآن پاک میں ہیں غرض یہ کتاب جامع ہے جمیع علوم کی جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا اتنا ہی جانتا ہے۔ (کما فی الاتقان ج ۲ صہ ۱۲۶)

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یدخل فیہ العقائد والقواعد بالدخول الاولی وذھب بعضھم الی ما یقتضیہ ظاھر الایۃ غیر قائل بالتخصیص ولا بان کل للتکثیر فقال ما من شیء من امر الدین والدنیا الا یمکن استخراجہ من القرآن وقد بین فیہ کل شیء بیانا بلیغا

کہ اسمیں عقائد و قواعد دخول اولیٰ کے ساتھ داخل ہیں یہ تفصیل ہے ان تمام باتوں کی جو قیامت اور اس کے بعد ہوں گی (دخول جنت و نار) بعض محققین آیت کریمہ کے ظاہری عموم کی طرف گئے ہیں اور کسی قسم کی تخصیص کے قائل نہیں اور نہ ہی لفظ کل کو تکثیر کے لئے مانتے ہیں بلکہ عموم و استغراق کے لئے قرار دیتے جس سے کوئی چیز باہر نہیں رہ

واعتبر فی ذلک مراتب الناس فی الفھم فرب شئ یکون بیانا بلیغا لقوم ولا یکون کذلک لاٰخرین بل قد یکون بیانا لواحد و لا یکون بیانا لاٰخر فضلا عن کون البیان بلیغا او غیر بلیغ ولیس ھذا الا لتفاوت قوی البصائر ونظیر ذلک اختلاف مراتب الاحساس لتفاوت قوی الابصار۔

(روح المعانی ج ۴، ص ۲۱۴/۲۱۵)

جاتی) اور کہتے ہیں دنیا اور دین کی کوئی ایسی بات نہیں جسے قرآن سے نہ نکالا جاسکے بلاشبہ قرآن میں زبردست طریقے سے ہر چیز کو بیان کردیا گیا ہے اور اسمیں لوگوں کے عقل وفہم کے مراتب کا اعتبار ہوگا کہ بہت سی چیزیں ایک گروہ کے لئے روشن نہیں اور دوسروں کے لئے ایسے نہیں بلکہ کبھی ایک چیز ایک شخص کے لئے روشن ہوتی ہے اور دوسرے کے لئے روشن نہیں ہوتی چہ جائیکہ کہ بیان بلیغ ہو یا غیر بلیغ اور یہ بات بصیرتوں کی قوتوں کے فرق کی وجہ سے ہے اور اسکی نظیر احساس کے مراتب کا اختلاف ہے کیونکہ آنکھوں کی قوتیں مختلف ہیں۔

* * *

شیخ اکبر کا قرآن سے استخراج

اس کے بعد علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں،

وتؤید القول بالظاھر ان الشیخ الاکبر قدس سرہٗ وغیرہٗ قد استخرجوا منہ مالا یحصی

اور ظاہر قرآن کے اعتبار کرنے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ اور

من الحوادث الكونية وقد
رأيت جدولا حرفيا منسوبا
الى الشيخ كتب عليه انه يعرف
منه حوادث اهل الحشر
واخرا كتب عليه انه
يعرف منه حوادث اهل
الجنة واخرا كتب عليه انه
يعرف منه حوادث اهل النار
وكل ذلك على مايزعمون
مستخرج من الكتاب الكريم۔

(روح المعانی ج ۱۴ ص ۲۱۶)

الجفر الجامع

ومثل هذا
الجفر الجامع ومثل هذا
المنسوب الى امير المؤمنين
علي كرم الله تعالى وجهه فانهم
قالوا انه جامع لما شاء الله
تعالى من الحوادث الكونية
وهو ايضا مستخرج من

دیگر صوفیہ کرام نے قرآن کریم سے قیامت
تک آنیوالے بیشمار واقعات قرآن
سے نکالے ہیں اور میں نے حروف کی
ایک جدول دیکھی جو شیخ اکبر کی طرف
منسوب تھی اسمیں آپ نے لکھا ہے کہ
وہ اس جدول سے اہل محشر کے حالات
کا علم رکھتے ہیں اور دوسری جدول پر
لکھا تھا کہ وہ اس سے اہل جنت کے
حالات کا علم رکھتے ہیں۔ اور ایک جدول
میں لکھا ہے کہ اس کے ذریعے وہ
دوزخیوں کے حالات جانتے ہیں اور
ان کا دعویٰ ہے کہ یہ سب کچھ قرآن عظیم
سے نکالا ہوا ہے۔

اور اسی طرح کتاب "الجفر الجامع" ہے
جو امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
کی طرف منسوب ہے۔ علماء نے فرمایا
کہ اسمیں جو اللہ چاہے قیامت تک کے
حالات جمع ہیں اور وہ سب کچھ بھی
قرآن عظیم سے نکالا ہوا ور امام جلال الدین
سیوطی نے حضرت مرسی علیہ الرحمۃ سے

القرآن العظیم وقد نقل الجلال الدین السیوطی عن المرسی انه قال جمع القرآن علوم الاولین والاخرین بحیث لم یحط بھا علماء حقیقة الا المتکلم به ثم رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ (روح المعانی ج ۱۴ ص ۲۱۶)

نقل کیا کہ قرآن کریم اولین و آخرین کے علوم کو اپنے اندر جمع کیے ہوئے ہے کہ ان علوم کا احاطہ اللہ تعالیٰ کے ہی علم نے یہ کیا ہوا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم نے۔

استخراج مسائل

علامہ امام محمود آلوسی کی مندرجہ بالا عبارت سے کئی ایک مسائل واضح ہو گئے۔

۱۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کی آیت "تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" میں عقائد اور قیامت تک پیدا ہونے والے مسائل کے قواعد بیان کئے گئے ہیں۔

۲۔ دوم یہ کہ "کل شیئ" کو اسکے عموم واستغراق پر ہی باقی رکھا جائے اسمیں کسی چیز کی تخصیص نہ کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وعلمک مالم تکن تعلم" میں لفظ "ما" اور "تبیانا لکل شیئ" میں لفظ "کل" عموم واستغراق کے لئے ہیں اس کے عموم استغراق کو اس کے حال پر باقی رکھا جائے گا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روز اول سے لیکر روز آخر تک ہر چیز کا علم تفصیلی عطا کیا گیا ہے۔

۳۔ سوم یہ کہ قرآن کریم جو ہر چیز کا روشن بیان اور ہر چیز کی تفصیل ہے اسے ہر شخص جو صاحب علم و فضل ہو اپنے علم و فہم کے ہی مطابق سمجھتا ہے۔

۴۔ چہارم یہ کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ایسے اولیاء کاملین رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم سے قیامت تک آنیوالے حالات و واقعات بلکہ جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات بھی قرآن سے اخذ کئے ہیں۔

۵۔ پنجم یہ کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے قرآن کریم سے اخذ کر کے ایک ایسی کتاب ترتیب دی تھی جسمیں قیامت تک کے حالات و واقعات کا علم تھا۔ اس کا نام الجفر الجامع " تھا۔ جب حضرت علی مرتضیٰ خلیفۂ چہارم کے علوم کا یہ عالم ہے تو ان سے پہلے خلفاء ثلاثہ (تینوں خلفاء کرام) کے علوم کا کیا ہوگا۔ لیکن یہ باتیں ان کے لئے راہنمائی اور حقیقت تک رہنمائی کا ذریعہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نگاہ شوق ومحبت اور قلب بصیر بخشا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب ایسوں کے لئے نہیں جن کا اپنا وجود خود ان کی اپنی قلب و نظر کی رسوائی کے سوا کچھ نہیں ۔

کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبار جہاں
نگاہِ شوق اگر ہو شریک بینائی
نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھکو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

۶۔ ششم یہ کہ قرآن کریم میں اولین وآخرین کے علوم (ما کان وما یکون) جمع ہیں۔

اور اسمیں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس قرآن کے علوم کا خزینہ ہے لہٰذا آپ بلا شبہ "عالم ما کان وما یکون" ہیں۔

خفاجی علیہ الرحمۃ امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ عنایۃ القاضی،

شرح تفسیر بیضاوی میں فرماتے ہیں:

وان قولہ من امور الدین تخصیص لایقتضیہ المقام
(ج ۵ صہ ۳۶۲)

کہ آیت کریمہ میں لفظ کل کی امور دین کے ساتھ تخصیص کا مقام تقاضا نہیں کرتا۔

یعنی جن حضرات نے "تبیانا لکل شیئ" میں لفظ کل کو دینی امور کے ساتھ خاص کیا ہے درست نہیں کیا یہ تقاضائے مقام کے برعکس ہے۔

الجفر والجامع

علامہ آلوسی نے تو امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کتاب بتائی ہے جو "الجفر الجامع" کے نام سے مشہور ہے مگر میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ متوفی ۸۱۶ھ نے امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی "الجفر اور الجامعۃ" کے نام سے دو کتابیں لکھی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

الجفر والجامعۃ کتابان لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد ذکر فیھما علی طریقۃ علم الحروف الحوادث التی تحدث الی انقراض العالم وکانت الائمۃ المعروفون من اولادہ یعرفونھما ویحکمون بھما وفی کتاب قبول

جفر وجامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں بے شک امیر المومنین ان دونوں میں علم الحروف کے طریقہ پر ختم دنیا تک جتنے واقعات ہونے والے ہیں، سب ذکر فرما دیئے ہیں اور ان کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے مستقبل کے واقعات کی پیشگوئیاں

العهد الذی کتبه علی بن موسی رضی اللہ عنہما الی المامون انک قد عرفت من حقوقنا مالم یعرفه اباءک فقبلت منك عهدك الا ان الجفر و الجامعة یدلان علی انه لا یتم وللمشائخ المغاربة نصیب من علوم الحروف ینتسبون فیه الی اهل البیت و رأیت انا بالشام نظما اشیر فیه بالرموز الی احوال ملوك مصر و سمعت انه مستخرج من ذینك الکتابین۔

(شرح مواقف ج ۶ ص ۲۲)

فرماتے تھے اور خلیفہ مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا امام رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا اسمیں فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے اس لئے میں تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں مگر جفر و جامعہ بتاتی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا (چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ امام رضی اللہ عنہ نے مامون رشید کی زندگی میں شہادت پائی) اور مشائخ مغرب اسی علم سے حصہ اور اسمیں اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں صاحب نظم نے شاہان مصر کے مستقبل کے احوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے میں نے سنا کہ وہ پیشگوئیاں انہی دونوں کتابوں سے نکالی ہوئی ہیں۔"

جناب ڈاکٹر مرتضیٰ صاحب آنکھیں کھولیں اور بہ نظر انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے " ما کان و ما یکون " کے علم کو

شرک بتارہے ہیں مگر ائمہ اہلسنت تو سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی جفر و جامعہ کتابوں کے بارے میں لکھ رہے ہیں کہ انمیں قیامت تک کے تمام احوال کا بیان تھا۔

اور ان کی اولاد ان کی روشنی میں مستقبل کی خبریں دیتی تھیں اور یہ کہ یہ کتابیں سیدنا علی مرتضیٰ نے قرآن کی روشنی میں مرتب کی تھیں۔ یہ ان کا مطالعہ قرآن کا عالم تھا کہ اسکی برکت سے قیامت تک کے احوال ان کے سینہ میں جن کا دعوی ہے کہ انہیں قرآن کے علوم پر بڑا عبور حاصل ہے مگر ان کے عبور کا حاصل یہ ہے کہ "بزرگوں کے وسیلہ سے دعائیں کرنے والے اور بزرگوں کی روحانیت سے استمداد و امداد باذن کے قائل سنی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مشرکین ابوجہل وغیرہ سے بھی بدتر ہیں (وجود باری تعالیٰ اور توحید صـ ۲۳۲)

"اور یہ کہ خود صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بھی دعا کرنا جائز نہیں" (صـ ۲۴۶)

"اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے انجام کا علم نہ تھا!" (معاذ اللہ) (صـ ۲۷)

اس پر اسکے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب بزبان اقبال (مرحوم ومغفور) ؎

تیرا اندیشہ افلاکی نہیں ہے
تیری پرواز لولاکی نہیں ہے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

ثم جمع فیہ علوم الاولین والآخرین۔ — کہ قرآن کریم میں اولین و آخرین کے علوم جمع کر دیئے گئے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۲ صـ ۱۴)

ڈاکٹر صاحب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں "علم ما کان وما یکون" کا انکار کر رہے ہیں جبکہ ائمہ اہلسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے طفیل آپ کی امت کے اولیاء کے لئے "علم ما کان وما یکون" مان رہے ہیں، کیونکہ اولیاء اللہ یقیناً قرآن کے علوم کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق "علم ما کان وما یکون" سے حصہ پاتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب اپنی ڈاکٹری کے زعم میں اس کے منکر بنے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کے عقیدہ و مذہب کی بنیاد قرآن و سنت کی بجائے ان کی اپنی خود ساختہ فکر و سوچ ہے۔ جس کی

کڑی صرف وہابی و نجدی عقائد سے ملتی ہے پھر آگے کٹ جاتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے ایسے لوگوں کے خیالات و افکار کی مثال یوں بیان فرمائی گئی ہے:

كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ نِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ (سورۂ ابراھیم: ۲۶)	جیسا ایک گندا درخت کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا اب اسے کوئی قیام نہیں۔

اور یہ کہ ان کے مذہب کی بنیاد نہ صرف غیر سبیل مومنین ہے بلکہ ائمہ دین متین و اسلاف مومنین کو خواہ مخواہ مشرک ٹھیرانا ہے۔

تفسیر ابن کثیر

امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

قال ابن مسعود قد بین لنا فی ھذا القرآن کل علم وکل شئ، وقال مجاھد	حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ اس قرآن میں ہر علم ہے اور ہر شئی ہے اور مجاہد نے کہا کہ ہر حلال و حرام ہے

کل حلال و کل حرام
وقول ابن مسعود اعم و
اشمل فان القرآن اشتمل
علی کل علم نافع من خبر
ما سبق وعلم ما سیاتی
و کل حلال وحرام وما
الناس الیه محتاجون
فی امر دنیاھم و دینھم
ومعاشھم ومعادھم۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸۲)

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول سب کو عام اور سب کو شامل ہے کیونکہ قرآن کریم ہر نفع بخش علم پر مشتمل ہے اس میں ماضی اور مستقبل کا علم ہے اور ہر حلال وحرام ہے اور ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی لوگوں کو ان کی دنیا ان کے دین، ان کے معاش اور ان کی آخرت کے سلسلے میں ضرورت ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو کہ " اس قرآن میں ہر علم ہے اور ہر شئی ہے۔ امام ابن کثیر نے ترجیح دیتے ہوئے واضح فرما دیا ہے کہ قرآن میں " ما سبق " کی خبر اور " ما سیاتی " کا علم ہے اسی کو " ما کان وما یکون " کہتے ہیں۔ " ما کان " اور " ما سبق " اسی طرح " ما یکون " اور " ما سیاتی " کا ایک ہی مطلب ہے۔ یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق قرآن کریم میں " ما کان وما یکون " کا علم ہے۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک امتی کا یہی ایمان واعتقاد ہونا چاہیئے کہ آپ کو قرآن کریم کا مکمل واکمل علم ہے۔ نتیجہ نکلے گا کہ آپ کو " ما کان وما یکون " کا علم ہے۔

علامہ سعید حوی اپنی تفسیر " الاساس فی التفسیر " میں آیت کریمہ مذکورہ

کے تحت لکھتے ہیں کہ

یذکر اللہ فیہ انہ ما من قضیۃ من قضایا الوجود الا وللہ فیھا الحکم الحق۔

(الاساس فی التفسیر ج ۶ ص ۲۹۶۳)

اللہ تعالیٰ اپنے اس کلام میں اس بات کا ذکر فرما رہا ہے کہ کائنات کے مسائل میں سے کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس میں اللہ کا (قرآن کے اندر) حق فیصلہ موجود نہ ہو۔

علامہ سعید حوی علیہ الرحمۃ بھی صاف صاف لکھ دیا کہ قرآن کریم میں قیامت تک آنیوالے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام قرآن کا علم ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے تمام حالات کا علم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل علم اور ہر شئی کا علم دیا گیا

امام حافظ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۱ھ اپنی تفسیر جامع البیان میں اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان لاتے ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ

انزل فی ھذا القران کل علم وکل شئ قد بین لنا فی القران ثم تلا ھذہ الآیۃ۔

(تفسیر امام ابن جریر ج ۱۴ ص ۱۰۸)

اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں کل علم اتارا اور قرآن میں ہمارے لئے ہر شئ کو بیان کر دیا گیا۔ پھر آپ نے یہ (مذکورہ بالا) آیت تلاوت فرمائی۔

اس سے بھی واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کل علم عطا

کر دیا اور ہر شئی کا علم عطا کر دیا کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے معلم قرآن بنایا اور ایسا معلم کہ جسے پڑھانے اور تعلیم دینے والا خود اللہ رب العالمین ہے جیسا کہ خود اسی نے فرمایا ہے "عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ" (الرحمٰن) کہ اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تعلیم دی اور فرمایا "سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ" کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے (الاعلیٰ ۶) اور قرآن میں ہر علم اور ہر شئی کا بیان ہے تو نتیجہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کل علم اور ہر شئی کا علم عطا کیا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود کے فرمان میں "کل علم" اور "کل شئی" کے الفاظ موجود ہیں۔ لیکن افسوس کہ ڈاکٹر صاحب قرآن کے علوم و اسرار سے آنکھیں بند کیے قرآن و سنت کے ان نورانی و عرفانی حقائق سے انحراف کر کے دین و ایمان کو تباہ کرنے والی بحث میں پڑ گئے ؎

مبتلائے بحث کو راز خدا کی کیا خبر
معنی بے لفظ اور لفظ بے صدا کی کیا خبر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دین دنیا و آخرت کی کل بھلائیوں کا علم دیا گیا

علامہ شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی م ۱۳۷۶ھ اپنی تفسیر "تیسیر الکریم الرحمن" میں آیت مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں کہ قرآن کریم:

(تبیانا لکل شیء) فی اصول الدین وفروعه وفی احکام الدارین وکل مایحتاج

دین کے اصول و فروع اور دارین کے احکام کا روشن بیان ہے اور اس میں ہر اس چیز کا انتہائی روشن

الیہ العباد فھو مبین فیہ اتم تبیین بالفاظ واضحۃ ومعان جلیۃ (الی) فصار ھدی لھم یھتدون بہ الی امر دینھم ودنیاھم ورحمۃ ینالون بہ کل خیر الدنیا والآخرۃ۔

(ج ص ۲۳۰-۲۳۱)

بیان ہے جسکی بندوں کو ضرورت ہوسکتی ہے۔ واضح الفاظ اور روشن معانی کے ساتھ (تا آنکہ) قرآن بندوں کے لئے راہنمائی ٹھہرا جس کے ذریعے وہ اپنے دین اور اپنی دنیا کے معاملہ میں راہنمائی پاتے اور پاسکتے ہیں اور ایسی رحمت کہ جس کے ذریعے وہ اپنی دنیا اور آخرت کی تمام بھلائی حاصل کرسکتے ہیں۔

الحمدللہ اس سے ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب عظیم ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے

۱۔ ان کے دین کے اصول روشن طور پر بیان کردیئے ہیں

۲۔ دین کے فروع (احکام) روشن طور پر بیان کردیئے ہیں

۳۔ ان کی ہر ضرورت کی چیز بیان کردی گئی ہے تا قیامت جو ضرورت بھی ان کو پیش آسکتی ہے۔

۴۔ قرآن ان کے لئے ان کے دین و دنیا کی ہر بات کی راہنمائی ہے۔

۵۔ قرآن ان کے لئے ایک ایسی رحمت ہے جس کے ذریعے امت کے لوگ دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں پاسکتے ہیں۔

اور یہ مسلم بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا فرمایا بلکہ آپ کو معلم القرآن بنایا تو یہ بھی تسلیم کرنا ضروری قرار پایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے اصول اور فروع کا علم دیا گیا اور یہ کہ آپ کو امت کی ہر اس ضرورت کا علم بھی دیا گیا جو تا قیامت انہیں پیش آسکتی ہے اور آپ،

نے قرآن وسنت کے ذریعے امت کی ہر اس ضرورت کا حل بھی ارشاد فرمایا کیونکہ اس کے بغیر دین مکمل نہیں قرار پاتا جبکہ فرمایا گیا کہ ہم نے دین کو مکمل کر دیا اور یہ کہ آپ کو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کا علم دیا گیا۔

اس کے بعد قارئین کرام ارشاد فرمائیں کہ کیا ڈاکٹر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ماکان و مایکون" سے متعلق علوم غیبیہ کا انکار کر کے دراصل قرآن کی شان تبیانا لکل شئی کا انکار نہیں کر رہے ہیں؟ یقیناً انکار کر رہے ہیں۔

قرآن ہر شخص کے لئے برابر واضح نہیں ہے

یہاں منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب بھی ہو جائے کہ جب قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے تو پھر سنت (حدیث) اور فقہ کی کیا ضرورت ہے؟ جواب یہ ہے کہ قرآن کریم ہر شخص کے لئے برابر واضح نہیں ہے بلکہ جس کا علم جس قدر زیادہ ہوگا اس کے لئے قرآن اسی قدر ہی زیادہ واضح ہوگا۔ اور جس کا علم جس قدر کم ہوگا اس قدر وہ قرآن کی وضاحت سے کم مستفید ہوگا اور اسے سنت اور صحابہ وائمہ تفاسیر کی تفاسیر کی حاجت ہوگی۔ اس لئے قرآن کریم میں فرمایا!

"فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"

کہ اگر تم علم والے نہیں ہو تو ذکر والوں (قرآن کے علوم کے ماہرین) سے پوچھو۔

معلوم ہوا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے خاص کر عربی زبان اس کے قواعد وضوابط کے جانے اور سیکھے بغیر قرآن سمجھ میں نہیں آئیگا۔

۳۔ تیسری آیت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ

یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور

بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ الخ | ہر چیز کا مفصل بیان

(یوسف: ۱۱۱)

علامہ آلوسی کا ارشاد

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

من الناس من حمل "کل" علی الاستغراق من غیر تخصیص ذاھبا الی ان فی القرآن تبیین کل شیٔ من امور الدین والدنیا وغیر ذلک مما شاء اللہ تعالیٰ ولکن مراتب التبیین متفاوتۃ حسب تفاوت ذوالعلم ولیس ذلک بالبعید عند من لہ قلب او القی السمع و ھو شھید۔

(روح المعانی ج ۱۳ ص ۷۲)

اور بعض اہل علم نے لفظ "کل" کو کسی تخصیص کے بغیر استغراق پر محمول کیا ہے اس طرف جاتے ہوئے کہ قرآن میں ہر چیز کا واضح بیان ہے خواہ دین کے امور ہوں یا دنیا وغیرہ کے، اس میں سے جو اللہ نے چاہا لیکن تبیین کے مراتب مختلف ہیں اہل علم کے تفاوت کے مطابق اور یہ بات اس کے نزدیک بعید نہیں جس کے پاس قلب سلیم ہے یا جس نے کان لگائے اور متوجہ ہو۔

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ بعض اہل علم حضرات اس آیت میں واقع لفظ "کل" کو اس کے عموم واستغراق پر رکھتے ہیں اور استغراق کا معنی احاطۂ افراد ہے یعنی قرآن کریم اس کائنات کی ہر ہر چیز

کا تفصیلی بیان ہے خواہ اس چیز کا تعلق دین سے ہو یا دنیا وغیرہ سے پھر اس تفصیل کو ہر اہل علم اپنے علم کے مرتبہ کے مطابق جانتا ہے اور یہ بات صاحب قلب سلیم اور متوجہ ہو کر غور سے سننے والے کے لئے بعید نہیں ہے۔

علامہ خازن کا ارشاد

علامہ امام علاء الدین علی بن محمد بغدادی الخازن اپنی تفسیر لباب التاویل میں لکھتے ہیں۔

(وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ) يعني ان في هذا القرآن المنزل عليك يا محمد تفصيل كل شئ تحتاج اليه من الحلال والحرام و الحدود والاحكام والقصص والمواعظ والامثال وغير ذلك مما يحتاج اليه العباد في امر دينهم ودنياهم۔

(لباب التاویل ج ۲ ص ۳۲۴)

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ قرآن جو آپ پر اتارا گیا ہر چیز کی تفصیل ہے جس کی آپ کو ضرورت ہو، حلال و حرام و حدود و احکام و قصص و مواعظ و امثال وغیرہ خواہ ان کے دین سے ہوں یا دنیا سے غرض ہر چیز کی تفصیل ہے۔

امام خازن کی اس عبارت سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ قرآن میں دین و دنیا سے متعلق ہر چیز کا روشن بیان اور مکمل تفصیل ہے لہٰذا واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا علم عنایت فرما کر اول و آخر تا قیامت دین و دنیا کی ہر چیز کا علم عطا کر دیا ہے۔ جس کا انکار ایک صحیح العقیدہ مومن کی شان نہیں۔

حافظ ابن کثیر

اس آیت کی تفسیر میں امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ

لکھتے ہیں:

(وتفصیل کل شیء) من تحلیل وتحریم ومحبوب ومکروہ وغیر ذالک من الامر بالطاعات والواجبات والمستحبات والنھی عن المحرمات وما شاکلھا من المکروھات والاخبار عن الامور الجلیہ وعن الغیوب المستقبلۃ المجملۃ و التفصیلیۃ والاخبار عن الرب تبارک وتعالٰی بالاسماء والصفات و تنزھہ عن مماثلۃ المخلوقات الخ (ج ۲ ص ۴۹۶)	(اور قرآن ہر شئی کی تفصیل حلال و حرام و مستحب و مکروہ وغیرہ طاعت... ، واجبات و مستحبات کا حکم محرمات اور ان سے مشابہ مکروہات سے نہی اور بڑے امور کی خبریں اور مستقبل کے غیبوں کا اجمال اور تفصیلی بیان اور رب تبارک وتعالٰی کی ذات کی اس کے اسماء و صفات کے ساتھ خبریں اور اس بات کا بیان کہ وہ مخلوقات کی مماثلت سے پاک ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ کی اس تفسیر پر نظر انصاف ڈالیں کہ انہوں نے اس آیت کے تحت کس قدر درج ذیل ایمان افروز امور کی وضاحت فرما دی کہ

۱۔ قرآن کریم تمام احکام شریعت کی تفصیل ہے۔

۲۔ یہ کہ قرآن کریم میں بڑے بڑے امور کی خبریں ہیں۔

۳۔ یہ کہ قرآن کریم مستقبل (دنیا ست تک) کے غیبوں کا اجمالی اور تفصیلی بیان ہے،

۴۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ذات، اسماء اور صفات کے بیان پر بھی مشتمل ہے۔

۵۔ خصوصاً اس بات کے بیان پر کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ اس کی کوئی چیز مخلوقات سے مماثلت، و مشابہت رکھتی ہو۔

ڈاکٹر صاحب یہ بتائیں کہ امام حافظ ابن کثیر نے جو قرآن کریم کو مستقبل کے کے غیبوں کا اجمالی و تفصیلی بیان قرار دیا کیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت نہیں ہوتا؟

اگر دل میں ذرا بھر بھی انصاف و دیانت ہو گی تو جواب اثبات میں ہی ہو گا لیکن انصاف و دیانت سے خالی قلوب کے لئے سوائے دعاء ہدایت کے کیا کیا جا سکتا ہے ؎

اہل ملت کے لئے مجھ کو ہے ماتم کرنا
ان کی خاطر ہے مجھے بزم میں گریاں ہونا

۴۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ (آل عمران آیۃ ۱۷۹)

اور اللہ اس لئے نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کرے ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سیدنا و نبینا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ علوم غیبیہ عطا فرمائے اور یہ آپ کا معجزہ ہیں۔ آپ کے علوم غیبیہ کا انکار آپ کے معجزہ کا انکار ہے۔

علامہ زحیلی

اس آیت کی تفسیر استاذ ڈاکٹر علامہ وھبہ زحیلی صدر شعبہ فقہ اسلامی دمشق یونیورسٹی، اپنی تفسیر "التفسیر المنیر" میں لکھتے ہیں۔

(یَجْتَبِیْ) یختار و یصطفی (مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ) فیطلعہ علی غیبہ کما اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی حال المنافقین

(التفسیر المنیر ج ۴ ص ۱۵۷)

(اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے) تو اسے اپنے غیب سے آگاہ کرتا ہے جیسے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال سے آگاہ فرمادیا۔

علامہ زحیلی نے واضح فرمادیا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے تمام رسول انبیاء اس کے پسندیدہ بندے ہی ہیں لہذا معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب کا علم جانتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور کل علم

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ اس نے حضرت آدمؑ کو تمام اسماء کا علم عطا کیا۔

۵ "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" (البقرہ) اس میں لفظ کل موجود ہے جو "ھا" ضمیر کی طرف مضاف اور وہ "الاسماء" الاسم کی جمع ہے جس کا معنیٰ "تمام" ہے پھر جمع "الاسماء" جمع کی "کلھا" سے تاکید فرمائی گئی تاکہ پڑھنے یا سننے والے کو معلوم ہو جائے کہ کسی چیز کا کوئی نام ایسا نہ تھا جو حضرت

آدم علیہ السلام کو نہ سکھایا گیا ہو۔ خواہ وہ نام ماضی کی اشیاء کے ہوں یا حال کی مستقبل کی گویا "الاسماء کلّھا" کی ابیات پر واضح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو "ماکان و ما یکون" کی کل اشیاء کے کل نام سکھا دیے۔ یہ لفظ "کل" ان کے علم کل کی دلیل ہے۔ جب حضرت آدم کا علم از روئے قرآن کلی ہوا تو جو تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام رسولوں کے سردار ہیں ان کا علم بطریق اولیٰ کلی ہوا۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ (ترجمہ)

"حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ تمام اجناس دکھا دیں جنہیں اس نے پیدا کیا اور انہیں یہ بات سکھا دی کہ اس کا نام گھوڑا ہے اور اس کا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں اور اس کا نام فلاں اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ "علمہ اسم کل شیء" کہ ان کو ہر شے کا نام سکھا دیا یعنی کہ پیالہ اور چلو کا بھی۔

(مدارک التنزیل ج ۱ ص ۴۰ طبع مکتبہ علمیہ لاہور)

تفسیر خازن میں مزید یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام فرشتوں اور ان کی تمام نسل کے نام اور ان کی تمام بولیوں کا علم عطا کیا۔

(تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۷)

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ (ترجمہ)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کی صفات

(خصوصیات) اور ان کے حالات اور خواص سکھائے جو ان کی ماہیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہی مشہور ہے کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تا قیامت پیدا ہونے والی ہر چیز کی جنس کے سارے نام سکھائے جو ان مختلف زبانوں میں ہوں گے جنہیں حضرت آدمؑ کی اولاد آج تک بول رہی ہے اور بولتی رہے گی خواہ عربی زبان میں ہوں یا فارسی میں یا رومی وغیرہ میں۔

(تفسیر کبیر ج ۱ صہ ۱۷۶)

تفسیر امام ابوالسعود میں اسی آیت کے تحت ہے کہ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمیع اشیاء یعنی جو ہو چکا تھا اور جو کچھ مستقبل میں ہونا تھا سب کے نام سکھائے اور تمام مخلوق کے نام سکھائے اسماء ما کان وما سیکون الی یوم القیامۃ" جو ہو چکی اور قیامت تک ہونے والی ہر چیز کے نام بتا دیئے۔ خواہ وہ چیزیں عقلی ہوں کہ عقل سے معلوم کی جاتی ہیں یا حسّی ہوں کہ حواس سے معلوم کی جاتی ہیں یا خیالی ہوں یا وہمی تمام چیزوں کی ذوات واعیان اور ان کے خواص و پہچان، علم کے اصول و قواعد ہنروں کے قوانین، ان کے آلات کی تفصیلات اور ان کے استعمالات کی کیفیت سب کا علم آدم کو عطا کر دیا۔

(تفسیر ابی السعود ج ۱ صہ ۸۴)

جناب ڈاکٹر صاحب تو امام الانبیاء وسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کے لیے "ما کان وما یکون" کا علم ماننے

سے انکاری ہیں بلکہ ماننے والوں کو مشرک قرار دینے کے در پے ہیں مگر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ دین و حضرات مفسرین تو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے "ماکان و مایکون" کا علم مان رہے ہیں۔ اب ڈاکٹر صاحب کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر قارئین پر اور واضح ہو گیا ہوگا کہ موصوف ائمہ دین کی تحقیقات سے موافقت کی بجائے مخالفت کر کے صراط مستقیم سے ہٹ چکے ہیں مگر افسوس کہ ان کو اس کا احساس نہیں ہے ؎

تحقیقات کی ائمہ کا پاس نہیں ان کو
تقصیرات کی اپنی کا احساس نہیں ان کو

(ناچیز)

علامہ امام اسمٰعیل حقی علیہ الرحمتہ اپنی مشہور تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ:۔

"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے احوال بتائے اور ان میں دینی و دنیاوی جس قدر نفع بخش خاصیتیں تھیں وہ بتائیں فرشتوں، ان کی اولاد تا قیامت تمام حیوانات و جمادات کے نام ہر چیز کے بنانے کا طریقہ تمام شہروں، گاؤں پرندوں، درختوں اور "و مایکون" اور جو کچھ ہونا ہے قیامت تک سب بتایا کھانے پینے کی چیزوں کے نام اور جنت کی نعمتوں کے نام اور حدیث میں ہے کہ ان کو سات ہزار زبانیں سکھائیں۔"

(روح البیان)

یہ تو حضرت آدم علیہ السلام کے علوم کا عالم ہے پھر سید آدم و ولد آدم کی شان علمی کا اندازہ کون کرے۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ویکون الرسول علیکم شہیدا (البقرہ ۱۴۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے نگران و گواہ ہوں گے۔

اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت علامہ اسمٰعیل حقی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ (ترجمہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ وہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب ترقی سے مانع ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گناہوں اور تمہارے ایمانی درجوں اور تمہارے اچھے اور برے عملوں اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں لہذا ان کی گواہی دنیا میں از روئے حکم شریعت اُمت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔"

(روح البیان ج ا ص ۲۴۸ و تفسیر عزیزی فارسی ج ا ص ۵۱۸)

(۷) اسمٰعیل حقی و شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ کا یہ فرمان ایمان افروز ڈاکٹر صاحب کے لیے تو کیا راس آئی ہو گا البتہ صحیح العقیدہ لوگ سنی مسلمان اس حوالہ سے ضرور اپنے ایمان تازہ کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نور اول و مخلوق اول ہیں آپ کے بعد جس قدر بھی روحیں اور جانیں مخلوق ہوئیں آپ کی روح مبارک سب کا مشاہدہ کرنے والی تھی اور اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ مقبول کو کوئی کمال یا خوبی عطا فرمائے تو وہ ایسا کریم ہے کہ جب بندہ اس کا شکر کرتا رہے وہ نہ صرف یہ کہ اس خوبی و کمال کو اس کے پاس رہنے دیتا اور اسے اس کے ہاں باقی رکھتا ہے بلکہ اس کے لیے اس

کمال میں اور ترقی فرماتا ہے جیساکہ قرآن کریم میں ہے" وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" (ابراہیم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اللہ کا شکر گزار بندہ اور کون ہو سکتا ہے لہذا یہ نعمت شہادت وشہود (مشاہدہ کرنے والا ہونا) آپ کی دائمی وابدی اور ترقی پذیر صفت ہے جو عطیہ خداوندی ہے۔
اس صفت مقدسہ سے آج بھی آپ تمام عالم کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت تک فرماتے رہیں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم آپ کا مشاہدہ نہیں کر رہے لیکن وہ ہمیں مشاہدہ فرما رہے ہیں البتہ اگر آپ چاہیں تو اپنا جلوہ دکھاتے ہیں۔

ؔ میرے خورشید کبھی تو بھی اٹھا اپنا نقاب
بہر نظارہ تڑپتی ہے نگاہِ بے تاب
تیرے جلوہ کا نشیمن ہو مرے سینے میں
عکس آباد ہو تیرا مرے آئینے میں

۸۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

من ذا الذی یشفع عندہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ

(البقرہ ۲۵۵)

کون ہے جو شفاعت کرے اللہ کے ہاں مگر اس کے حکم سے وہ جانتا ہے اسے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے اور وہ اس کے علم سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہے۔

اس کی تفسیر میں امام عالم فاضل شیخ کامل خاتمۃ المفسرین قطب الزماں شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں۔

(ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یَعْلَمُ کا ضمیر سید الشافعین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو اور معنی یوں ہو کہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آگے (گزشتہ) کے حالات جانتے ہیں اللہ کے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے کے سب واقعات جانتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور آپ لوگوں کے بعد کے حالات جانتے ہیں (قیامت کی ہولناکیاں، لوگوں کی پریشانیاں اور اضطرابیاں، اللہ تعالیٰ کا غضبناک ہونا اور انبیاء علیہم السلام سے لوگوں کا شفاعت طلب کرنا، اور ان کا نفسی نفسی فرمانا، اور مخلوق کو ایک دوسرے کے حوالے کرنا یہاں تک کہ لوگوں کا پریشان ہو کر بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا کیونکہ شفاعت کبریٰ آپ کے ساتھ ہی مختص ہے اور

کی ضمیر جار مجرور متصل مضاف الیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کنایہ ہو سکتا ہے معنی یہ ہوگا کہ
حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم لوگوں کے
احوال کا مشاہدہ کرنے والے ہیں ان کے آگے (گزشتہ) کے حالات جانتے ہیں اور ان کے عادات وخصلات ومعاملات اور واقعات کو جانتے ہیں اور ان کے بعد کے حالات
آخرت کے احوال جنتیوں و دوزخیوں کے حالات سب جانتے ہیں لیکن لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معلومات میں سے کچھ نہیں جانتے مگر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں

بتائیں (الی آخ قال) اولیاء کا علم، انبیاء کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے مقابلہ میں اور انبیاء کا علم حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مقابلہ میں اسی طرح ہے اور حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے۔ پس ہر نبی و رسول اور ہر ولی اپنی اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی علم لیتے ہیں اور کسی کو یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی بھی کمال و خوبی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ جائے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ صـ۴۰۳)

اور امام علامہ علاؤ الدین البغدادی اسی آیت کے تحت اپنے تفسیر لباب التاویل میں فرماتے ہیں (ترجمہ)

"اللہ تعالیٰ انہیں اپنے علم سے آگاہ فرماتا ہے یعنی انبیاء اور رسولوں کو تاکہ اس کا دیا ہوا علم غیب ان کے نبی ہونے کی دلیل بن جائے جیسا کہ اس نے فرمایا کہ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے رسول کے جسے وہ پسند فرماتا ہے۔

(تفسیر لباب التاویل ج ۱ صـ۴۰۳)

اس سے ثابت ہوا کہ علم غیب جاننا نبی کا معجزہ ہے جو ان کے نبی ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ لہذا نبی کے علم غیب کا انکار ان کے معجزہ کا ہی انکار ہے۔ تو جناب ڈاکٹر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ایک معجزہ کا انکار کر رہے ہیں لیکن انہیں ایک ڈاکٹر ہونے اور اس دور کی نئی روشنی کے ایک مفکر ہونے کا زعم ہے اس لیے نئی روشنی کے کہلانے والے ان کے ارد گرد جمع ہوتے ہیں مگر انہیں کیا معلوم کہ نئی روشنی دراصل پرانی روشنی کی ہی مرہونِ کرم ہے لہٰذا جو اسلام کے مسلم ائمہ دین و مجتہدین کے علوم کی پرانی روشنی سے بے خبر یا اس کا منکر ہے وہ دورِ جدید کی نئی روشنی سے بے بہرہ ہے۔ ست

نئی بجلی کہاں ان بادلوں کے جیب و دامن میں
پرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی

۹۔ سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ کے فرمان

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ — الرحمٰن، اس نے قرآن سکھایا، پیدا کیا انسانوں کو اسے بیان سکھایا۔

لفظ الانسان میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے جنسِ انسان مراد ہو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں (ملاحظہ ہو تفسیر مدارک ج ۴ ص ۲۰۷)

اور تفسیر معالم التنزیل میں امام بغوی ۵۱۶ھ اور تفسیر لباب التاویل میں امام علاؤالدین علی بن محمد البغدادی فرماتے ہیں کہ امام التابعین سیدنا طاؤس بن کیسان رضی اللہ عنہ متوفی ۱۰۶ھ فرماتے ہیں کہ یہاں الانسان سے حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور "البیان" سے مراد ما کان و ما یکون کا علم ہے "یعنی بیان ما کان و ما یکون"

لانہ کان ینبئ عن خبر الاولین و الاخرین و عن یوم الدین
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولین و آخرین اور قیامت کے دن کے

احوال کی خبر دیتے تھے۔

ماکان و مایکون کا عقیدہ اہل جنت کا عقیدہ ہے

جناب ڈاکٹر صاحب جو سنی مسلمانوں کو اس پر مشرک اور لائق گردن زدنی قرار دے رہے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم "ماکان و مایکون" کا عقیدہ رکھتے ہیں مگر ان کو ایک ڈاکٹر اور مدعی علم و تحقیق ہونے کے باوجود یہ بھی معلوم نہیں کہ جس عقیدے کو آپ شرک قرار دے کر اہل سنت کو لائق گردن زدنی قرار دے رہے ہیں یہی عقیدہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے۔ چنانچہ حضرت طاؤس بن کیسان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر تابعی جنہوں نے حضرت زید بن ثابت و حضرت عائشہ ام المومنین و حضرت ابوہریرہ و حضرت زید بن ارقم و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر صحابہ کرام سے قرآن و سنت اور عقائد کی تعلیم پائی (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صفحہ ۹۰) جب ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ماکان و مایکون" کا علم رکھتے ہیں تو یہی عقیدہ صحابہ کرام کا ہوا کیونکہ انہوں نے یہ تعلیم صحابہ کرام ہی سے پائی مگر ڈاکٹر صاحب اہلسنت پر برستے ہوئے کہتے ہیں کہ

"یہ لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم ماکان و مایکون (جو کچھ تھا اور جو کچھ ہوگا سب کا علم رکھنے والا) یعنی کلیتہً "علام الغیوب" ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں"۔

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صفحہ ۲۶۹)

لیکن ناظرین! آپ نے پڑھ لیا کہ یہی عقیدہ سیدنا طاؤس بن کیسان

رضی اللہ عنہ کا ہے جو تابعین میں سے ہیں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے بارے میں فرماتے ہیں "
(تہذیب التہذیب) کہ طاؤس جنت والوں میں سے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے " ماکان و مایکون " کا علم عطا کیا ۔ اہل جنت کا عقیدہ ہے اب سوچئے کہ جو اہل جنت کے عقیدے پر اعتراض کرے اور اسے جھٹلائے وہ کن میں سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپ کا کلمہ پڑھنے والے دو گروہ تھے ایک تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آپ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ

ع " دمتیٰ تشأ یخبرک عما فی غد " (الاصابہ ج ۳ صـ۳۵۲)

اے انسان! تو جب چاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قیامت تک کی خبر دے سکتے ہیں ۔

یہ سیدنا مالک ابن عوف رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا ۔ اور صحابہ نے بھی سنا ، ان کے اس کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا تو یہ حدیث تقریری ٹھہری ۔

اور دوسرے صحابی ہیں سیدنا سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قصیدہ مدحیہ پیش کیا اس میں ہے ۔

ع دانک مامُونٌ علیٰ کل غائب

دلائل النبوۃ للامام البیہقی ج ۲ صـ۲۵۱)

(ترجمہ) یارسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ) آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں ۔

یہ تو صحابہ کا ایمان تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قیامت تک کی جو بات پوچھی جائے آپ بتا دیتے ہیں اور دوسرے صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اللہ تعالیٰ نے "کل غیب" پر امین بنا کر بھیجا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ ہنس پڑے اور آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا "اَفْلَحْتَ یَا سَوَادُ" اے سواد تم کامیاب ہو گئے۔

سیدنا طاؤس بن کیسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وما کان ومایکون کا علم عطا کیا۔ اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جنتی قرار دیا اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ

۱۔ آپ کل قیامت تک کی ہر بات جانتے ہیں۔

۲۔ آپ ہر غیب جانتے اور اس کے امین ہیں۔

۳۔ آپ ماکان ومایکون کا علم رکھتے ہیں۔

فلاح و نجات کا ذریعہ ہے اور اہل جنت کا عقیدہ ہے۔ جبکہ ایک دوسرا گروہ بھی تھا جو کلمہ پڑھتا تھا اور نمازیں بھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ آپ کو کوئی علم غیب نہیں، آپ کیا جانیں۔

(ملاحظہ ہو تفسیر امام ابن جریر طبری ۳۱۱ھ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک گمشدہ اونٹنی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تو

قال رجل من المنافقین یحدثنا ایک منافق نے کہا محمد بتاتے

محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا و کذا فی یوم کذا و کذا وما یدریہ ما الغیب (جامع البیان ج ۱ صفحہ ۱۲۰)

ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد کو کیا معلوم کہ غیب کیا ہے انہیں غیب کا کوئی علم نہیں۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ

(سورۃ توبہ آیت ۶۵)

اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے اور تم فرماؤ کہ اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے۔

یعنی تمہارا یہ کہنا کہ ہم نے یہ بات کہ محمد غیب کیا جانیں، محض خوش طبعی اور ہنسی مذاق کے طور پر کی تھی ہماری نیت ان کی توہین کی نہ تھی، بے جا عذر ہے تم اپنی اس بات سے کہ محمد کو غیب کی کیا خبر، کافر ہو گئے۔ تو اللہ تعالٰی نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں اور اس کا اظہار کرنے والوں کو کھلا کافر قرار دیا اور وہ منافق تو تھے ہی مگر اس بات سے کھلے کافر ہو گئے معلوم ہوا کہ دل میں یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا پتہ نہ تھا، غیب نہ جانتے تھے اور نہیں جانتے، منافقت ہے اور اس کا اظہار کرنا کھلا کفر ہے۔ جبکہ اس کے برعکس یہ عقیدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کل قیامت تک کی جو بات پوچھی جائے آپ بتا سکتے ہیں اور قیامت تک کے احوال جانتے ہیں اور یہ کہ آپ کو اللہ تعالٰی

نے کل غیب کا امین بنایا اور یہ کہ آپ ما کان و ما یکون کا علم رکھتے ہیں صحابہ و تابعین کا عقیدہ تھا اور یہی اسلام والوں کا عقیدہ چلا آ رہا ہے اب قارئین بتائیں کہ کیا ڈاکٹر صاحب اہل اسلام کے مسلمہ عقیدہ پر اعتراض کر کے اور اسے ٹھکرا کر منافقین کے عقیدہ کی تبلیغ نہیں کر رہے ہیں پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے منافقانہ عقیدہ کو قرآن سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں جبکہ عقیدہ خلافِ قرآن رکھتے اور اسے بزعم خویش توحید کا نام دے رہے ہیں۔ ؎

زباں سے کر دیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے
ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
نصیحت بھی تیری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

۹۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ" (التکویر ۲۴)

کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔
یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہو چنانچہ اس کی تفسیر میں امام بغوی معالم شریف اور امام علاؤالدین لباب التاویل میں فرماتے ہیں کہ "بانیہ علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے اور وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ بتا دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ج ۲ ص ۲۱۵)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسول کے سوا کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا۔

اس میں بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو علم غیب عطا کرتا ہے اس کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ غیب کا علم جو اللہ تعالےٰ رسولوں کو دیتا ہے وہ ان کے لیئے معجزہ ہوتا ہے جس سے ان کے نبی و رسول ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر خازن و تفسیر کبیر)

۱۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ" آپ اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں۔

اس کی تفسیر کرتے ہوئے امام اسمٰعیل حقی لکھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ

ای بمستور عما کان من الازل وما سیکون الی الابد لان الجن هو الستر وما سمی الجن جنا الا لاستتاره من الانس بل انت عالم بما کان خبیر بما سیکون

(روح البیان ج ۱۰ صـ ۱۰۴)

آپ سے وہ باتیں چھپی ہوئی نہیں جو ازل میں تھیں اور جو ابد تک ہوں گی کیونکہ جن کا معنیٰ چھپانا ہے جنوں کو بھی جن اس لیئے کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کی نظروں سے چھپے ہوئے ہیں یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو کچھ ہو چکا اس کے جاننے والے اور جو ہو گا اس کی خبر دینے والے ہیں۔

قارئین تفاسیر کے حوالے تو اس قدر ہیں کہ اگر سب پیش کیے جائیں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے اس لیے اب اس قدر تو معلوم ہو گیا کہ صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین و ائمہ دین سب کا یہی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان وما یکون کا علم رکھتے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب سے یہ توقع نہیں کہ وہ ان حقائق کو مانیں کیونکہ حقیقت پسندوں کی اس دور میں بڑی کمی ہے کم ہی ایسے لوگ ہیں جو اپنے خیالات پر نظر ثانی کر کے اصلاح قبول کریں ورنہ "انا" دوسرے معنوں میں تکبر و ضد انسان کو حق کے قریب نہیں آنے دیتی۔ اپنی انا کو مٹانا ہر ایک کا نہیں اہل دل کا ہی کام ہے۔ ؎

نفی ہستی اک کرشمہ ہے دل آگاہ کا
لا کے دریا میں نہاں موتی ہے الا اللہ کا

علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث و شروح

اب ہم احادیث کی روشنی میں علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بات کرتے ہیں تاکہ قارئین پر مزید واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب کا مذہب نہ قرآن کے مطابق ہے اور نہ ہی حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء میں بحوالہ بخاری شریف سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبر عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ

مشکوٰۃ شریف صـ۵۰۶
صحیح البخاری ج ا صـ۴۵۳

حضور علیہ السلام ایک جگہ ہم میں کھڑے ہوئے تو آپ نے ہمیں ابتداء پیدائش مخلوق سے لے کر آخر تک سب خبریں دیں یہاں تک کہ جنتی اپنے جنت کے گھروں اور دوزخی اپنے جہنم کے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے۔ اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور اسے بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کی شان دیکھئے کہ آپ نے ایک تو عالم کی تخلیق کی ابتدا بتائی کہ کیسے ہوئی پھر اس کے بعد کے حالات بتائے یعنی ماضی بعید و ماضی قریب پھر حال اور اس

کے مستقبل تا قیامت سب کچھ بتا دیا یعنی روزِ اول سے لے کر روزِ آخر تک ایک ایک ذرہ و قطرہ تک کا حال بیان فرما دیا۔

ایک سوال کا جواب

اگر کوئی سوال کرے کہ یہ تمام احوال ایک دن میں بیان کر دینا کیسے ممکن تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسم باسط کی تجلی سے ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے ایک وقت کو اس قدر پھیلا دے کہ اس میں تمام احوال کا بیان کرنا ممکن ہو جائے جبکہ دوسروں کے لیے وقت ویسے کا ویسے ہے چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے خادم کو گھوڑے پر زین رکھنے کا حکم دیتے وہ زین رکھنا شروع کرتا اور آپ کتاب زبور شریف پڑھنا شروع کر دیتے وہ ابھی زین رکھ کر فارغ ہوتا تو آپ زبور ختم کر چکے ہوتے جبکہ زبور قرآن کریم سے چار گنا بڑی تھی۔
اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو ایک رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے قرآن کریم شروع فرماتے اور دوسرا پاؤں رکھتے ہوئے قرآن ختم فرما لیتے یہ کرامت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی قابض کی تجلی سے زمین و آسمانوں اور زمانوں کی مسافتیں سمٹ جاتی ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ قیامت کا پچاس ہزار سال کا طویل ترین دن اہل ایمان کے لیے اس قدر سمٹ کر چھوٹا ہو جائے گا کہ ایمان والوں کو اس قدر قلیل وقت محسوس ہو گا جیسے ظہر کی نماز ادا کرنے کا تھوڑا سا

وقت ہے۔

لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر وقت میں تمام احوال بیان فرمادیئے۔

چنانچہ اس حدیث کی شرح میں محدثین لکھتے ہیں کہ

فیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائھا الی انتہائھا۔

اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں ابتدا سے لے کر انتہا تک ساری مخلوق کے حالات کی خبر دی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۵ و فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۶ صہ ۲۲۳ و ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۵ صہ ۲۵ و مرقاۃ شرح المشکوٰۃ ج ۵ صہ ۳۲۷)

اس حدیث کے تحت امام بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔

وفی ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ وکیف قد اعطی جوامع الکلم مع ذلک۔

(عینی شرح بخاری ج ۱۵ صہ ۱۱۰)

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجلس میں روز آخر تک تمام احوال واخبار بتا دینا آپ کے معجزات میں سے عظیم معجزہ ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ کو اس کے ساتھ جوامع الکلام بھی عطا کیئے گئے۔

ہماری اس مؤدبانہ گزارش پر قارئین غور فرمائیں کہ ہم تو قرآن کریم کے حوالہ جات، اس کی تفاسیر اور اب احادیث اور ان کی شروحات نقل کرکے

اس قدر ایمان افروز ثبوت پیش کر رہے ہیں ان کے بعد کیا اسبات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم "ما کان و یکون" ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے؟ ہرگز نہیں مگر افسوس تو اس بات کا ہے ہم ادنٰی سے طالب علموں کے سینے عظمتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان و یقین رکھنے کی برکت سے ان علمی دلائل سے معمور ہیں مگر ڈاکٹر صاحب ایسے مدعی علم و تحقیق کا سینہ ان دلائل سے یکسر خالی و بے نور نکلا ؎

ہمارا زمزمہ قاصد پیام زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

۲۔ دوسری حدیث میں ہے حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ نے گزشتہ حدیث نمبر ا روایت کرنے کے بعد اس قدر الفاظ مزید روایت فرمائے۔

فاخبرنا بما هو كائن الى يوم القيامة فاعلمنا احفظنا۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات ص۵۴۳)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان تمام حالات و واقعات کی خبر دی جو قیامت کے دن تک ہونے والے ہیں تو ہم میں بڑا عالم وہ ہے جو ان باتوں کا زیادہ حافظ ہے۔

اس میں بھی "الی یوم القیامۃ" کے الفاظ منکرین علم مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر قیامت توڑ رہے ہیں برا ہو تعصب کا کہ ایسی واضح حدیثوں کے ہوتے ہوئے بھی علم غیب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیے جا رہے

ہیں۔ سہ

ثابت ہوا کہ یہ فرقہ حاملِ قرآں نہیں

ہے تعصب و ہٹ دھرمی پہ ان کا یقیں

۳۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن میں بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ الی یوم القیامۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ (مشکوٰۃ ص۴۶۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دی جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو اسے بھول گیا وہ اسے بھول گیا۔

اس کی شرح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ

من ذلک الوقت الی قیام الساعۃ (مرقاۃ ج ۵ ص۱۳۲)

آپ نے زمانہ اقدس سے لے کر قیامت تک ہونے والی ہر چیز کی خبر دی۔

پہلی حدیث میں ایک محفل میں روز اول (ابتداء خلق) سے لے کر قیامت تک یعنی "ما کان وما یکون" جو کچھ ہو چکا اور جو قیامت تک ہوگا سب کی خبر دی اور اس حدیث میں دوسری مجلس کا واقعہ ہے کہ اس میں اپنے زمانہ اقدس سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک ہر چیز کی خبر دی۔

۴۔ کل شئی کل علم

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رأیتُ ربّی فی احسن صورۃ فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدییّ فعلمت ما فی السموات والارض الخ (مشکوٰۃ باب المساجد ص)

میں نے اپنے رب کو سب سے اچھی صورت میں دیکھا تو اس نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دو چھاتیوں کے درمیان پائی تو میں وہ سب کچھ جان گیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اس حدیث میں لفظ "ما" پر غور فرمائیں جو عموم کے لیے ہے اور اس کے معنی ہر چیز اور سب کچھ کے ہیں اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہیں۔

چنانچہ امام المحدثین فی زمانہ حضرت علی بن سلطان القاری علیہ الرحمۃ حدیث شریف فعلمت ما فی السموات والارض کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

فعلمت بسبب وصول ذلک الفیض ما فی السموات والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیھما من الملائکۃ والاشجار وغیرھا وھو عبارۃ عن سعۃ علمہ الذی فتح اللہ بہ علیہ وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ "میں نے جان لیا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں" کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس فیض کے پہنچنے سے وہ تمام چیزیں جان لیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی فرشتے اور درخت وغیرہ

فی السمٰوات بل وما فوقهما کما یستفاد من قصة المعراج، والارض ،ھی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتها کما افاده اخباره علیه السلام عن الثور والحوت اللذین علیهما الارضون کلها

(مرقاة ج ۱ ص ۱۶۳)

اور یہ آپ کے اس علم کی وسعت سے عبارت ہے جو اللہ تعالےٰ نے آپ پر کھولا اور ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس سے مراد اس تمام کائنات کا علم ہے جو آسمانوں میں ہے بلکہ آسمانوں کے اوپر چنانچہ قصۂ معراج سے اور حدیث میں " الارض " جنس کے معنی میں ہے یعنی آپ وہ سب جانتے ہیں جو ساتوں آسمانوں، آسمانوں کے اوپر اور جو ساتوں زمینوں بلکہ جو زمینوں کے بھی نیچے ہے جیساکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیل اور مچھلی کی خبر دینے سے ثابت ہوتا ہے جن پر تمام زمینیں ہیں۔

کلی وجزوی

اس حدیث کی شرح میں امام المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطہ آں فعلمت ما فی السموات الخ اس بات کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جزوی اور کلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ فرما لیا۔ واحاطہ آں (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۳۳)

اب ڈاکٹر صاحب بتائیں کہ شیخ محقق و محدث حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمت ۱۰۵۲ھ جو فرما رہے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ "ما" کا عموم اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا کیا وہ جزوی و کلی سب آگیا اور آپ کے علم نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام اشیاء کا احاطہ کر لیا، کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ سچا عقیدہ یہی ہے اور آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم پاک کا انکار کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ علمیہ کا انکار ہے اور یہ غلط عقیدہ ہے۔

نیز محدث علی القاری المکی علیہ الرحمۃ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں واضح فرما رہے ہیں کہ

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وسیع ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ لیکن افسوس کہ علماء دیوبند اس کے برعکس کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا اور یہ کہ آپ کے علم کی وسعت کی کوئی دلیل و نص نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

جبکہ جناب ڈاکٹر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم "ما کان وما یکون" کا انکار کیے جا رہے ہیں۔

۲۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کی جمیع اور ان سے اوپر اور ساتوں زمینوں کی جمیع اور ان کے نیچے تک کی کائنات کا علم رکھتے ہیں۔

کل شئی کا علم

اور مشکوۃ شریف کے اسی باب کی فصل ثالث میں حضرت معاذ بن

جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

۵۔ وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردانامله بین ثدیی نتجلی لی کل شئی وعرفت (مشکوٰۃ صـ۲ ۷م)

اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتی کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنی دو چھاتیوں کے درمیان پائی تو مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔

اس حدیث میں لفظ "کل شئی" موجود ہے یہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ لیکن ایک جناب ڈاکٹر صاحب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کل شئی کا علم ماننے والے حضرات (اہلسنت وجماعت) پر اعتراض فرماتے اور ان کو مشرک ٹھہراتے ہیں، ان کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیئے کہ ان کا یہ اعتراض اور فتویٰ اہلسنت پر نہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے (معاذ اللہ) اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ کم از کم ایک صحیح العقیدہ مسلمان تو نہیں ہو سکتا ؎

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

صحیح بخاری شریف کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے کہ

۶۔ جو چاہو پوچھو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر

فرمایا اور فرمایا کہ قیامت سے پہلے بڑے بڑے واقعات وحوادث ہیں جو ظاہر ہوں گے جو شخص مجھ سے جو بات پوچھنا چاہے پوچھے فرمایا۔

نو اللہ لا تسألونی عن شیء الا اخبرتکم مادمت فی مقامی ھذا	اللہ کی قسم تم جس چیز کے بارے میں بھی پوچھو گے میں یہاں کھڑے کھڑے اس کے بارے میں تمہیں بتا دوں گا۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۰۸۳)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ جو چاہو اور جس چیز کے بارے میں چاہو پوچھو میں تمہیں یہاں کھڑے کھڑے اس کے بارے میں بتاؤں گا۔ کیا اس سے واضح نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰے نے ماکان ومایکون کا علم عطا فرمایا۔

مگر ع بے خبر بے خبر مانتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے یا تو ان حدیثوں کا مطالعہ ہی نہیں فرمایا، اگر فرمایا ہے تو آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ کر اور جب آنکھوں پر تعصب کی پٹی ہو تو حق نظر آتا ہی نہیں۔

؎ افسوس صد افسوس کہ عدل نہ کیا تو نے
دیکھے نہ تری آنکھ نے قرآں کے اشارات

قیامت تک آنے والے فتنہ گروں کی خبر

مشکوٰۃ شریف کی کتاب الفتن کی فصل ثانی میں ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ

ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

من نائد فتنة الی ان تنقضی الدنیا یبلغ من ثلاثمائة فصاعدا قد سماه لنا باسمه واسم ابیه واسم قبیلته
(مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۵)

دنیا کے ختم ہونے تک پیدا ہونے والے کسی فتنہ کے رہنما ولیڈر کو نہ چھوڑا ان کی تعداد تین سو یا اس سے زائد ہوگی اس کا نام اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام بتایا۔

قارئین اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وسیع کا اندازہ کیجیے پھر ڈاکٹر صاحب کی کوتاہ نظری کو بھی دیکھیے کہ اس قدر دلائل وثبوت کے باوجود علم مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیے جا رہے ہیں بلکہ اپنی گمراہی کو چھپانے کے لیے قرآن وسنت کے مطابق علم مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتوں پر یقین رکھنے والے اہلسنت وجماعت کو گمراہ بلکہ مشرک قرار دیئے جا رہے ہیں۔

گھوڑوں کے رنگ بھی بتا دیے

مزید ملاحظہ فرمائیں اسی مشکوٰۃ کی کتاب الفتن کے باب الملاحم کی فصل اول میں بحوالہ صحیح مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انی لاعرف اسماءھم واسماء آباءھم والوان خیولھم ھم خیر فوارس یومئذ ومن خیر فوارس علی

میں دجال سے جہاد کرنے کے لیے اس کے پیچھے جانے والوں کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ کو پہچانتا ہوں وہ اس روز روئے زمین

ظہر الارض (مشکوٰۃ ص۴۶۶) کے بہترین سوار ہوں گے۔

حدیث میں ان سواروں کی تعداد دس فرمائی گئی ہے اور ان کے لیے لفظ "طلیعہ" آیا ہے یعنی وہ دجال سے جہاد کرنے والوں کی طرف سے بطور جاسوس اس کا حال معلوم کرنے کے لیے جائیں گے اور وہ اس روز روئے زمین پر اللہ کے ہاں بہترین سوار ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے سلطان المحدثین حضرت علی بن سلطان القاری المکی علیہ الرحمۃ ۱۰۱۴ھ مرقاۃ میں لکھتے ہیں۔

فیہ مع کونہ من المعجزات دلالۃ علی ان علمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام محیط بالکلیات والجزئیات من الکائنات وغیرھا (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص۱۶۲)

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہونے کے ساتھ اس بات پر دلالت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم خداداد موجودات اور غیر موجودات سے تمام کلیات وجزئیات کو محیط ہے۔

حضرت امام ملا علی قاری مکی علیہ الرحمۃ اس حدیث سے دو باتیں ثابت فرما رہے ہیں کہ ایک تو یہ کہ اس میں پیشگوئی ہے اور یہ معجزہ ہوا دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا ان سواروں کے نام اور ان کے باپ دادا کے نام جاننا ثابت کرتا ہے کہ آپ کو جو اللہ تعالےٰ نے علم وسیع عطا کیا ہے وہ موجودات اور غیر موجودات سے تمام کلیات وجزئیات کو محیط ہے۔ مگر ایک ڈاکٹر صاحب کی کج نگاہی کا یہ عالم ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی عطا سے حاصل ہے "کلی" سمجھنے پر معترض ہیں بلکہ اسے شرک ٹھہرانے کے درپے ہیں۔

؎ نگاہ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

ضروری وضاحت

یہاں ایک ضروری وضاحت ہے وہ یہ کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں "ان علمہ علیہ السلام" کی بجائے "علمہ تعالیٰ" لکھا ہوا ہے "تعالیٰ" کا لفظ اگرچہ اپنے لغوی معنی کی رو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ اس کا معنی ہے "بلند شان والا" جیسے "جَلَّ" اور "عَزَّ" بڑی قدر و منزلت والا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لغوی اعتبار سے استعمال ہو سکتا ہے تاہم چونکہ عرف شرع میں یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں "مرقاۃ شریف" کے بعض نسخوں میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ "تعالیٰ" استعمال ہوا ہے غالباً یہ حضرت امام مکی علیہ الرحمۃ کی طرف سے نہ ہو گا بلکہ کاتب سے سہواً لکھا گیا ہو گا۔ علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل تو بہت ہیں مگر راقم انہیں دلائل پر اکتفا کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس موضوع پر ایک جامع کتاب لکھوں گا۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات اور ان کے جوابات

اب ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات اور راقم کی طرف سے ان کے

جوابات ہدیہ قارئین ہیں۔

اعتراض نمبر ۱

اگر یہ بات درست ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب

اس کا جواب تو ان آیات واحادیث کے بعد جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی ثابت ہوتا ہے جنہیں ہم پہلے پیش کر چکے ہیں خود ڈاکٹر صاحب سے پوچھا جائے بشرطیکہ وہ ان آیات پر ایمان رکھتے ہوں کہ جب ان آیات واحادیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام کائنات کا علم تا قیامت بلکہ قیامت کے بعد بھی بعض امور و احوال کا علم ثابت ہو چکا تو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے وحی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ دراصل ڈاکٹر صاحب (معذرت چاہتے ہوئے) ڈاکٹر تو ہو گئے لیکن علم و تحقیق سے دور رہ گئے۔ اس کا جواب ہمارے گزشتہ مضمون کی روشنی میں آچکا یہ الگ بات ہے کہ کوئی اپنی ضد پر قائم رہے اور اعتراف حقیقت کی سعادت حاصل نہ کر پائے۔

سمجھے اسے کوئی یا نہ مگر ہم نے
کردی بیان حقیقت سینۂ قرطاس پر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہیں اور یہ عطا وحی کے ذریعے ہے ضروری نہیں کہ اس میں جبرائیل علیہ السلام

کا واسطہ ہو۔ افسوس کہ جناب ڈاکٹر صاحب ٹی وی پر لوگوں کی سمع خراشی تو بہت کرتے ہیں اور علم دین سے بے خبر سادہ لوح سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس بہت علم ہے اور ان جیسا عالم ہی کوئی نہیں ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے یہ اعتراض کر کے اپنے علم کا بھانڈا ہی پھوڑ دیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب جاننے کی بات درست ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل کے ذریعے وحی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صفحہ ۲۶۹)

گویا ڈاکٹر صاحب کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی جبرائیل علیہ السلام کے ہی ذریعے آتی تھی، حالانکہ قرآن کریم میں واضح موجود ہے کہ

وحی کی تین صورتیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نازل ہونے کی تین صورتیں تھیں سورۃ شوریٰ میں ہے

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ

(الشوریٰ ۵۱)

اور کسی بشر کے لیے یہ نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا پردے کے پیچھے سے یا قاصد بھیجے تو وہ اس کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرتا ہے۔

اس آیت کے مطابق وحی کی تین صورتیں تھیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں اپنا کلام ڈالتا تھا

چنانچہ صحیح ابن حبان میں ہے۔ اس قسم کی وحی میں نہ فرشتے کا کوئی واسطہ ہوتا تھا اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت سامعہ (کان مبارک سے سننے) کا کوئی سلسلہ ہوتا اور نہ ہی اس میں آپ کی کسی ظاہری حس کا کوئی دخل ہوتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل مبارک میں کسی واسطہ کے بغیر علم ڈالتا تھا اس قسم کے القاء علم (دل میں علم ڈالے جانے) کو وحیاً سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ دوسری قسم کی وحی کو "اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے یعنی پردے کے پیچھے سے۔ اس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست ہمکلام ہوتا اور آپ سے باتیں فرماتا تھا اس میں بھی کسی فرشتہ کا کوئی واسطہ نہ ہوتا تھا لیکن آپ کو اللہ کا کلام سنائی دیتا تھا تیسری قسم کی وحی "اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا الخ" کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجتا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان تینوں صورتوں میں وحی ہوئی چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی سے آگے یوں فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا الخ (الشوریٰ ۵۲)

اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم کی روح تمہاری طرف وحی کی۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تینوں طریقوں سے وحی فرمائی گئی اور یہ کہ ان تینوں صورتوں میں سے صرف تیسری قسم کی وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اُتاری جاتی تھی اور قرآن کریم سارے کا سارا اسی تیسری قسم کی وحی کے ذریعے آپ پر اُتارا گیا۔ چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔

(البقرہ ۹۷)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے کہ جو کوئی دشمن ہو جبریل کا (تو وہ غصہ میں مرجائے) بے شک جبریل نے قرآن کو آپ کے دل پر اللہ تعالے کے حکم سے اُتارا۔

اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ قرآن جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے اُتارا گیا اور دوسری بات یہ کہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اُتارا گیا اور دل حواسِ ظاہرہ میں سے نہیں ہے اور ہم شروع میں عرض کر چکے ہیں کہ ہر وہ علم حواسِ ظاہرہ یعنی کان، آنکھ، ناک، زبان اور جسم کی قوت لامسہ (چھونے کے احساس) اور قیاس و عقل کے اندازے کے بغیر حاصل ہو وہ علم غیب کہلاتا ہے اس اعتبار سے پورا قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اُتارا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ علم غیب ہے اور قرآن کے علاوہ جو وحی کی باقی پہلی دو صورتیں سورۂ شوریٰ کے حوالہ سے گزری ہیں وہ بھی علم غیب کے زمرہ میں آتی ہیں ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ۝

(الشعراء ۱۹۲ - ۱۹۵)

اور بے شک یہ (قرآن) رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے اسے روح الامین نے آپ کے دل پر اُتارا تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں صاف عربی زبان میں

ان آیات کریمہ پر غور فرمائیے اور اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی

چارہ نہیں کہ اس میں "نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِيْنُ" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ قرآن پورے کا پورا روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اُتار اگیا تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیسے جانے کی باقی دو صورتیں جن کا ذکر سورۃ شوریٰ میں کیا گیا ہے وہ قرآن کے علاوہ ہیں لہٰذا محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمانا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو جبرائیل علیہ السلام کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی دلائل مذکورہ کی روشنی نہایت ہی غلط اور بے بنیاد خیال ہے جو کسی علم و تحقیق کے مدعی کا خیال نہیں ہو سکتا۔

یہ حقائق ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے قلب سلیم بخشا ہے وہ ان سے یقیناً فائدہ اُٹھائے گا لیکن ضدی اور ہٹ دھرمی مزاج کے لیے کوئی بھی حقیقت مفید ثابت نہیں ہو سکتی ؎

خود آدمی کا دل ہی اگر رہنما نہیں
دنیا کی رہبری سے اسے فائدہ نہیں

اعتراض نمبر ۲

پھر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ دیکھیے قرآن مجید اس معاملہ میں کس قدر وضاحت سے اپنا موقف بیان کرتا ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔	اور خدا کے پاس ہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
(الانعام ۵۹)	

جواب: کاش کہ محترم ڈاکٹر صاحب اس قسم کی آیات جن میں اللہ تعالیٰ کے

سوا غیر سے علم غیب کی نفی سمجھی جاتی ہے کے مقابلہ میں ان آیات کو بھی مد نظر رکھتے جن میں رسولوں کے لیے علم غیب کا ثبوت مل رہا ہے اور ہم وہ آیات ذکر کر چکے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید سارے کا سارا اللہ کا کلام ہے اور برحق کلام ہے تو اس کا کیا مطلب ہے کہ ایک جگہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور دوسری جگہ ہے کہ اللہ کے رسولوں کو غیب کا علم دیا جاتا ہے اور حدیثوں سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے بلکہ اولیاء کے لیے بھی غیب کا علم ثابت ہے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت اپنی حاملہ بیوی کے بارے میں بتا دیا تھا کہ اس کے پیٹ میں لڑکی ہے تو اس کا جواب اس کے سوا کوئی نہیں ہے کہ جس غیب کا اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہونا قرآن سے ثابت ہے اس سے غیب مستقل مراد ہے یعنی ذاتی جو کسی کا دیا ہوا نہ ہو اور وہ بھی لامحدود جس کی کوئی حد ہی نہیں ایسا جو جمیع ممکنات کو حاوی ہے اور جس غیب کا رسولوں اور ولیوں کے لیے قرآن مجید و احادیث وغیرہ سے ثبوت ملتا ہے اس سے علم عطائی (غیر ذاتی و غیر مستقل) اور محدود مراد ہے اگر ڈاکٹر صاحب نے اس آیت کی تفسیر کتب تفاسیر میں ملاحظہ کی ہوتی کہ ائمہ تفاسیر نے اس آیت کا کیا مطلب بیان فرمایا ہے تو شاید وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی مطلقاً نفی کرنے کی جرأت نہ کرتے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ تعصب ایک ایسا گہرا حجاب (پردہ) ہے کہ جب کسی کی آنکھ پر پڑ جاتا ہے تو اس میں راہ راست کی جستجو کا جذبہ باقی نہیں رہتا بلکہ وہ اپنی غلط بات کو ہی ہر صورت کھری کہتا چلا جاتا ہے۔

ان کی آنکھوں پہ تعصب کے پڑے ہیں پردے
کھوٹی باتوں کو بھی اپنی یہ کھرا کہتے ہیں

امام رازی

اب ہم ڈاکٹر صاحب کی پیش کردہ آیت کا مفہوم چھٹی صدی ہجری کے جلیل القدر مفسر اور عالم اسلام کے مایۂ ناز محقق امام فخرالدین رازی علیہ الرحمۃ ۲۰۶ھ کی تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر سے پیش کرتے ہیں آپ اس کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فکذالک ھھنا الحق سبحانہ لما کان عالما بجمیع المعلومات عبر ھذا المعنی بالعبارۃ المذکورۃ وعلی التقدیر الثانی المراد منہ القادرۃ علی کل الممکنات (التفسیر الکبیر ج ۱۳ ص ۹)

پس اسی طرح یہاں جب اللہ تعالیٰ تمام معلومات (لامحدود) کا جاننے والا ہے تو اس مفہوم کو اس عبارت سے بیان فرما دیا اور دوسری صورت میں اس سے مراد تمام ممکنات پر قادر ہونا ہے۔

لیجئے امام صاحب علیہ الرحمۃ نے اللہ تعالےٰ کے اس فرمان اقدس کہ (ترجمہ) "اور خدا کے پاس ہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا"

کے دو مطلب بیان کیے ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام لامحدود معلومات کا علم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں اور دوسرا یہ کہ وہ تمام ممکنات پر قادر مطلق ہے۔

اس وضاحت کی روشنی میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس سے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی ہو رہی ہے یہ تو تب ہو جب ہمارا یہ دعویٰ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معلومات لامحدودہ کا علم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ممکنات پر قادر ہیں۔ جب ہمارا یہ دعویٰ ہی نہیں اور نہ ہی ہمارا یہ عقیدہ ہے جبکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بغیر کسی کا علم ذاتی نہیں اور نہ ہی کسی کا علم لامحدود ہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ہمارا یہ عقیدہ نہیں تو پھر خواہ مخواہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد علم غیب کی نفی کی دلیل ٹھہرانا اپنے دین و ایمان کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔

متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی[۱]
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خونریز ہے ساقی

امام اسمٰعیل حقی

آیئے اسی آیت کا مفہوم امام علام حضرت اسمٰعیل حقی علیہ الرحمتہ م ۱۱۳۷ھ سے سنئے وہ فرماتے ہیں کہ ان غیب کی کنجیوں سے مراد علم تکوین ہے۔

ذفلتم نصورہا الذی ہو مفتاح یفتح بہ باب علم	علم غیب کی کنجیوں سے مراد اشیاء کائنات صورتیں بنانے کا قلم ہے

---

[۱] جو اللہ والے کہلاتے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ اللہ والے ہیں ہی نہیں کیونکہ اللہ والا وہی ہے جس کا اللہ ہو اور اللہ اسی کا ہے جو اس کے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھتا اور آپ کے خداداد کمالات کو دل سے مانتا ہو۔ قادری

تکوینها علی صورتها و کونها هو الملکوت فبقلم ملکوت کل شئ یکون کل شئ وقلم الملکوت بید اللہ لان الغیب ھو علم التکوین

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۴۳)

کہ وہ ایک ایسی کنجی ہے جس سے اشیاء کائنات کو ان کی صورتوں پر تخلیق دینے کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور کنجیاں ہی ملکوت ہیں پس ہر چیز کے ملکوت کے قلم سے ہر چیز کا وجود ہوتا ہے اور ملکوت کا قلم اللہ کے ہاتھ میں ہے کیونکہ غیب تخلیق ہی کا علم ہے۔

امام اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ کی تفسیر مذکور سے واضح ہو گیا کہ مفاتیح غیب (غیب کی کنجیوں) سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم تکوین و تخلیق ہے جس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ ہی کے پاس تخلیق اشیاء (چیزوں کو پیدا کرنے) کا اختیار ہے اس تفسیر کی رو سے بھی اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کی نفی نہیں ہوتی۔

امام علاؤ الدین البغدادی

جیسا کہ امام علاؤ الدین البغدادی المعروف علامہ امام خازن علیہ الرحمۃ ۷۲۵ھ اپنی تفسیر "لباب التاویل" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

المراد منہ القدرۃ الکاملۃ علی کل الممکنات (ج ۲ صفحہ ۱۴)

"مفاتیح الغیب" سے مراد تمام ممکنات پر قدرت کاملہ ہے۔

"قارئین غور فرمائیں کہ مفسرین کرام اس آیت کے جو معانی بیان فرما رہے

ہیں ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کے سلسلہ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ ایک ڈاکٹر کہلانے والا پی ایچ ڈی پر اپنی علمیت کا ڈھنڈورا پیٹنے والا اور لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرنے والا بجائے خود روح قرآن سے دور اور عشق و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے ذوق و بے سرور ہے ؎

عمل ان سے رخصت ہوا عقیدوں میں خلل آیا
کوئی پوچھے کہ ان کے ہاتھ میں کیا نعم البدل آیا

امام سمین حلبی

امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن یوسف بن محمد بن ابراہیم المعروف الامام السمین الحلبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۵٦ھ اپنی تفسیر الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون میں فرماتے ہیں کہ

مفاتح جمع المفتح بمعنی الفتح کأن المعنی وعندہ فتوح الغیب ای ھو یفتح الغیب علی من یشاء من عبادہ (الدر المصون ج ۳ ص ۷۹)

مفاتح مفتح کی جمع ہے مصدر میمی ہے فتح کے معنی میں گویا معنی یوں ہوا کہ اللہ ہی کے پاس غیب کا کھولنا ہے یعنی وہی غیب کھولتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے۔

نفی اثبات ہوگئی

قارئین غور فرمایئے کہ جس آیت کو محترم ڈاکٹر صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی کی دلیل قرار دیا ہے وہی آیت حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت کی دلیل بن گئی یہ امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن یوسف علیہ الرحمۃ مشہور فقیہہ و محدث و مفسر قرآن ہیں جو عالم اسلام کے مشہور فاضل مفسر امام ابوحیان اندلسی صاحب تفسیر "البحرالمحیط" کے شاگرد رشید ہیں اور بڑے بڑے جید و اکابر علماء و محدثین کے استاذ ہیں اپنی تفسیر میں کیسی خوبصورت اور ایمان افروز بات فرمائی کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کا کھولنا ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر غیب کے علوم کھولتا ہے۔ یہ عجیب بات ہوگئی کہ "ڈاکٹر صاحب کے مدعیٰ کے برعکس یہاں انبیاء اور اولیاء کرام سے علم غیب کی نفی کی بجائے ان کا اس کے لیے اس کا ثبوت فراہم ہو رہا ہے اور یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنا اور دوسری طرف ان کی شان اقدس کو گھٹانے کے لیے قرآنی آیات کے معانی و مفاہیم میں ہیرا پھیری کرنا، شاید ان لوگوں کو خدا تعالےٰ کے ہاں حاضری اور جوابدہی کا ذرہ بھر احساس نہیں ہے ؎

جب سرِ محشر وہ پوچھیں گے بُلا کے سامنے
کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

جناب ڈاکٹر صاحب! بارگاہ مصطفےٰ بڑی نازک بارگاہ ہے یہاں ہلکی سی بات بھی جو اس بارگاہ کے شایان شان نہ ہو ایمان و اعمال کو غارت کر کے رکھ دیتی ہے۔ سوچ اور سمجھ لیجیے۔

امامِ اہلِ حق۔ شیخ اکبر محی الدین بن عربی

امام اہلِ حق شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۳۸ھ اپنی

تفسیر میں "وعندہ مفاتح الغیب الخ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

فمعناہ عندہ ھذہ الخزائن المشتملۃ علی جمیع الغیوب (ج ۱ ص ۳۷۲)	اس کا معنی یہ ہے کہ تمام غیبوں پر مشتمل یہ خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔

الحمد للہ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے بھی واضح فرمادیا کہ اس آیت میں "مفاتح الغیب" سے مراد تمام غیبوں کے خزانے ہیں اور کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس تمام غیبوں کے خزانے ہیں کہ غیب تو لامحدود ہے جبکہ افضل الحق وسید الخلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم خداداد محدود ہے۔ لہٰذا اس آیت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۲۔ ڈاکٹر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد علم غیب کی نفی میں دوسری آیت کا حوالہ دیتے ہیں۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (الانعام ۵۰)	اے پیغمبر کہہ دو کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔

یہ الفاظ مبارکہ سورۂ ھود کی آیت ۳۱ میں بھی ہیں۔

اس کے چار جواب ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ اس میں علم غیب ذاتی کی نفی ہے یعنی وحی کے بغیر میں نہیں جانتا یعنی اس سے مراد وہ علم غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوتی اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں چنانچہ امام قاضی ناصر الدین بیضاوی اپنی مشہور تفسیر بیضاوی شریف

میں فرماتے ہیں۔

ولا اعلم الغیب) مالم یوح	اور میں وہ غیب نہیں جانتا جس
الی ولم ینصب علیہ	کی میری طرف وحی نہیں کی گئی اور
دلیل (بیضاوی ج ۱ ص ۳۰۲)	اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی

نیز امام نظام نیشاپوری علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فیہ دلالۃ علی ان الغیب	کہ اس آیت میں اس بات پر دلالت
بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ	ہے کہ ذاتی غیب اللہ تعالٰی کے
تفسیر نیشاپوری بحاشیہ الطبری ج ۵ ص ۱۴۹)	سوا کوئی نہیں جانتا۔

غیب بالاستقلال کا مطلب غیب مستقل ہے جو کسی کے دیئے بغیر ہو اس کا دوسرا نام غیب ذاتی بھی ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ اہلسنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم غیب کا جو موقف رکھتے ہیں اس آیت میں اس کی نفی نہیں فرمائی گئی

۲۔ دوسرا یہ کہ اس سے تمام معلومات الٰہیہ لا متناہیہ غیر محدودہ مراد ہیں۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

لا ادعی کونی موصوفا بعلم	کہ میں دعوٰی نہیں کرتا کہ میں اللہ
اللہ تعالٰی (تفسیر کبیر ج ۱۲ ص ۲۲۳)	کے علم کے ساتھ موصوف ہوں۔

اور یہ بات مسلم ہے کہ اللہ تعالٰی کا علم ایک تو ذاتی ہے اور دوسرا لامحدود ہے تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ میں علم غیب ذاتی اور علم غیب لامحدود کا دعوٰی نہیں کرتا کیونکہ یہ اللہ کی شان ہے علم غیب ذاتی اور علم غیب لامحدود کا دعوٰی کرنا الوہیت (خدائی) کا دعوٰی کرنا ہے اور میں الوہیت کا دعوٰی نہیں کرتا جیسا کہ امام رازی اور امام نظام لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کہہ

دیکھئے کہ لا ادعی الالوھیۃ ۔ میں الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔
(رازی ج ۱۲ صہ ۲۳۱ و نیشاپوری ج ۵ صہ ۱۲۸)

۳۔ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کے کرم سے اس کا دیا ہوا علم غیب جاننے کے باوجود آپ کا یہ فرمانا کہ میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا تواضع و انکساری کے طور پر ہے یہ جواب بھی مفسرین نے دیا ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

"ان المراد منہ ان یظہر الرسول من نفسہ التواضع للہ والخضوع لہ والاعتراف بعبودیتہ حتی لا یعتقد نیہ مثل اعتقاد النصاری فی المسیح ۔
(ج ۱۲ صہ ۲۳۱)

اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے تواضع و خضوع و انکساری اور اس کے بندہ ہونے کا اظہار فرمائیں تاکہ لوگ آپ کے بارے میں وہ اعتقاد نہ اختیار کریں جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں کیا۔

الحمد للہ اس سے بھی واضح ہو گیا کہ مقصود یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب نہیں جانتے بلکہ مقصود تواضع و انکساری کا مظاہرہ ہے۔

۴۔ چوتھا یہ کہ اس میں دعویٰ کی نفی ہے نہ کہ مدّعیٰ کی۔ یعنی علم غیب کے دعویٰ کی نفی ہے نہ کہ علم غیب۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی شئے کے دعویٰ کی نفی سے اس کی شئی کی نفی لازم نہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں عبارت کی ترکیب نحوی میں مفسرین نے "لا علم الغیب" کو محلاً منصوب ٹھہرایا اور "لا اقول" کا مفعول یا مقول قرار دیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ میں دعویٰ نہیں

کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں غیب کا علم جانتا ہوں۔

چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ

یحتمل ان یکون لہ ھذہ المقامات ولکن لا یظہرھا (تفسیر نیشاپوری ج ۵ ص۱۴۵)

ہوسکتا ہے کہ آپ علم غیب اور اللہ کے خزانے رکھتے ہوں لیکن ان کو ظاہر نہ فرماتے ہوں۔

لہٰذا یہاں سے علم غیب کی نفی نکالنا حق سے انحراف ہے۔

اسی طرح قرآن میں جہاں جہاں بھی نفی آئی ہے وہ یا تو ذاتی علم غیب کی نفی ہے یا کل معلومات الٰہیہ کے جاننے کی نفی ہے۔

خزائن الٰہیہ

اور اسی طرح خزائن الٰہیہ کے پاس ہونے کے نفی کا مفہوم بھی یہی ہے کہ میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں اس کی اجازت کے بغیر ان میں تصرف کرتا ہوں اور اگر یہ مفہوم ہو کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں تو قرآن و حدیث میں ٹکراؤ ہو جائے گا جسے دور کرنے کی کوئی صورت نہ ہوگی کیونکہ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔

فوضعت فی یدی (متفق علیہ)

اس حدیث کو صحیحین کے حوالہ سے "متفق علیہ" لفظ کے ساتھ مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں ملاحظہ فرمایئے اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات پر ایمان لے آئیے۔ دلائل تو بہت ہیں مگر اس مختصر کتاب میں راقم اختصار سے کام لے رہا ہے ؎

مجھے تنہا نہ سمجھیں اہلِ باطل
تصور میں مرے اک انجمن ہے

اختیاراتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد لکھتے ہیں

"وہ لوگ جو انبیاء و اولیاء یا اہلِ قبور کے صاحب تصرف و مختارِ کل اور عالم الغیب ہونے پر ایمان رکھتے ہیں ان کو مندرجہ ذیل آیات پر غور کرنا چاہیئے اور پھر اپنے ایمان کی صحت کا جائزہ لینا چاہیئے۔"

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

(الاعراف ۱۸۸)

اے نبی تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور برے کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچی میں تو بس ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایماندار لوگوں کو

علم تحقیق سے عاری ڈاکٹر

جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صاحب کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ علم کی نفی کے سلسلے میں اس آیت کے حوالہ دینے سے مجھے یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب علم و تحقیق سے عاری ڈاکٹر ہیں اور ڈاکٹر کہلانے کے باوجود جاہلوں والی بات فرما رہے ہیں ؎

جنوں کو عقل کا پابند کرنے کی ہدایت ہے
اب اہل ہوش بھی دیوانہ پن کی بات کرتے ہیں

تین باتیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتیں کہی ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ

لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے برے کا اور نہ نقصان کا مگر جو اللہ چاہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ

لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ

اگر میں غیب جان لیا کرتا تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی۔

۳۔ تیسری یہ کہ

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

میں تو بس ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایماندار لوگوں کو۔

دو قابلِ توجہ

ہم ان تین باتوں میں سے پہلی دو پر توجہ کرنے اور انہیں زیرِ بحث لاتے ہیں تاکہ جناب ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری کا بھرم کھل جائے اور قارئین کو پتہ چلے کہ ٹی وی پر درسِ قرآن دینے والے خود قرآن کے علوم سے ناواقف ہیں اور علم کی روشنی کے نام پر قوم کو جہالت کے اندھیرے میں دھکیل رہے ہیں۔

حرفِ استثناء کا قاعدہ

قارئین اس کلام کے پہلے حصہ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں
یعنی "لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ"
اس میں حرف اِلَّا ہے جو حرفِ استثناء کہلاتا ہے۔
اب عربی زبان کے اصولوں کی روشنی میں استثناء کا قاعدہ و قانون ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ محب اللہ بن عبد الشکور بہاری علیہ الرحمۃ اصولِ فقہ کی مشہور درسی کتاب مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں۔

الاستثناء من الاثبات نفی و بالعکس۔ (مسلم الثبوت صـ۹۹) یعنی اثبات سے استثناء نفی ہے اور اس کے برعکس یعنی نفی سے

استثناء اثبات ہے۔

اس کی شرح "فواتح الرحموت" میں بحر العلوم عبد العلی لکھنوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"ائمۂ اربعہ اور ان کے جمہور مقلدین کا بھی یہی موقف ہے۔"

(ج ۲ ص ۳۲۶)

قارئین: اس کا مطلب یہ ہے کہ حرف "استثناء" اگر کلام مثبت پر داخل ہوگا تو اسے منفی کر دے گا اور اس کے برعکس اگر کلام منفی پر داخل ہوگا تو مثبت کر دے گا۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ زیر بحث کلام الٰہی "لَا اَملِکُ الخ" منفی ہے اور حرف استثناء "اِلَّا" منفی کو مثبت کر دیتا ہے، لہذا اس قاعدہ کی رو سے آیت کا معنی مثبت ہو گیا لہذا معنی ہوگا کہ "اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے اذن سے اپنی جان کے نفع اور نقصان کا مالک ہوں۔

کافرانہ عقیدہ

علامہ شیخ احمد صاوی مالکی مدنی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر الصاوی علی الجلالین میں سورۂ آل عمران کی آیت "لیس لک من الامر شئ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ونفی ذلک من حیث الایجاد والاعدام واما من الدلالۃ والشفاعۃ فھو الدلیل الشفیع المشفع جعل اللہ مفاتیح خزائنہ بیدہ فمن زعم ان النبی کآحاد الناس لایملک شیئا اصلا ولا نفع بہ لا ظاھرا ولا باطنا فھو کافر خاسر الدنیا والآخرۃ واستدلالہ بھذہ الآیۃ ضلال مبین (تفسیر الصاوی علی الجلالین ج ۱ ص ۱۵۸)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفع ونقصان کی نفی اس

معنی ہیں ہے کہ آپ نفع ونقصان کے خالق نہیں لیکن رہنمائی اور شفاعت کے اعتبار سے بلاشبہ آپ اُمت کے رہنما شفاعت فرمانے والے اور شفاعت قبول کیے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں کردی ہیں تو جس کا یہ عقیدہ ہو کہ آپ کسی طرح بھی کچھ اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ سے نفع ہے نہ ظاہر میں اور نہ باطن میں وہ کافر ہے دنیا اور آخرت میں نقصان اُٹھانے والا ہے اور اس کا ایسی آیتوں سے استدلال کھلی گمراہی ہے۔

دوسرا حصہ

اس کے بعد کلام مبارک کا دوسرا حصہ ہے

"لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ"

"کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت کچھ بھلائیاں حاصل کرلیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی"

بلاشبہ یہ کلام تواضع وانکساری پر محمول ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی مفسرین کے حوالہ جات عرض کرچکے ہیں اس سلسلے میں ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

ازالہ شبہ

رہا یہ سوال کہ اگر ایسی بات تھی تو نفی اثبات کے انداز کی بجائے سیدھی طرح کیوں نہ کہا گیا کہ میں اللہ تعالےٰ کے اذن سے اپنے نفع و نقصان کا مالک ہوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے نفی پھر حرف استثناء کے ذریعے اثبات کے انداز کو اس لیے اختیار فرمایا گیا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع کی تعلیم دینا مقصود تھا۔

شیخ احمد صاوی مالکی مصری

چنانچہ مصر کے عظیم الشان عالم و فاضل و مفسر قرآن جنہوں نے تفسیر جلالین کی تفسیر لکھی جو تفسیر صاوی کے نام سے مشہور ہے اور بھی کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں جنہوں نے بالآخر مدینہ منورہ کی اقامت اختیار فرمائی۔ اور ۱۲۴۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہی ان کا وصال ہوا شیخ احمد الصاوی المالکی اپنی تفسیر صاوی میں زیر بحث آیت سے پہلے والی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

والذی یجب الایمان بہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ینتقل من الدنیا حتی اعلمہ اللہ بجمیع المغیبات التی تحصل فی الدنیا والاخرۃ فھو یعلمھا کما ھی عین یقین لما

اور وہ بات جس پہ ایمان رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ نہ فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو دنیا و آخرت کے ان تمام غیبوں کا علم دے دیا جن کا

ورد" رفعت لی الدنیا فانا انظر فیھا کما انظر الی کفی ھذه وورد انه اطلع علی الجنة وما فیھا وغیر ذلك مما تواترت الاخبار ولکن امر بکتمان بعضھا.

تفسیر الصاوی
علی الجلالین
ج ۲ ص۱۱۱
طبع مصر

حصول آپ کے لیے ممکن تھا پس آپ انہیں کما حقہ عین یقین سے جانتے ہیں کیونکہ حدیث میں وارد ہوا کہ میرے لیے دنیا کو اٹھا دیا گیا پس میں دنیا اور اس میں موجود ہر چیز کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو اور حدیث میں وارد ہوا کہ آپ جنت اور جو کچھ اس میں ہے اور دوزخ اور جو کچھ اس میں ہے وغیرہ سب پر مطلع ہوئے اور ایسی احادیث متواتر وارد ہوئی ہیں۔ لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ باتوں کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔

علامہ شیخ احمد صاوی مالکی علیہ الرحمتہ کی مندرجہ بالا عبارت سے درج ذیل امور معلوم ہوئے۔

۱۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال سے پہلے تک دنیا و آخرت کے ان تمام غیبوں کا علم عطا فرما دیا تھا جن کا دیا جانا آپ کے حق میں ممکن تھا۔

۲۔ دوسرا یہ کہ حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ساری دنیا سمیٹ دی ہے اور آپ دنیا و مافیہا کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو۔

۳۔ تیسرا یہ حدیثیں متواتر وارد ہوئی ہیں جن کا تسلیم کرنا ہر مسلمان کو واجب وضروری ہے۔

۴۔ چوتھا یہ کہ جنت و دوزخ اور جو کچھ ان میں ہے آپ سے مخفی نہیں ہے۔

۵۔ پانچواں یہ کہ آپ کو ان غیبوں میں سے بعض کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔

تواضع مصطفےٰ

اس کے بعد اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہ
(ترجمہ) "اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے برائی نہ چھوتی"
لکھتے ہیں کہ

ان قلت ھذا یشکل مع ما تقدم لنا انہ اطلع علی جمیع مغیبات الدنیا والاخرۃ والجواب انہ قال ذلک تواضعا الخ

(تفسیر الصاوی علی الجلالین ج ۲ صہ ۱۱۲)

اگر تم کہو کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا اس کے خلاف ہے جو تم نے پہلے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت کے تمام غیبوں کی اطلاع دی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا بطور تواضع ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ سب کچھ جانتے ہوئے فرمانا کہ میں غیب نہیں جانتا کسرِ نفسی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی اور اسی سے شان بڑھتی

ہے کیونکہ اگر اسے کسرِ نفسی پر محمول نہ کیا جائے اور علم غیب کی نفی قرار دی جائے تو اس آیت کا ان آیتوں اور حدیثوں سے ٹکراؤ ہوگا جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

قرآن کریم کے سمجھنے کے لیے فہم و شعور کامل درکار ہے محض ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کر کے اپنے آپ کو قرآن کا مفسر تصور کر لینا جبکہ تفسیر کے آداب سے بھی واقف نہ ہو بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ ؎

فہمیدن معانی ہر طبع کے نواند
لذت بیابد آں دل کہ رازہا بداند

(ترجمہ) قرآن کے معانی سمجھنا ہر طبع کا کام نہیں ہے۔
اس کے معانی کے ادراک کی لذت رازدار دلوں کو نصیب ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے پیر و مرشد اعوان صاحب کا عقیدہ

یہاں مجھے ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صاحب کے پیر و مرشد دیوبندی مسلک کے مولانا جناب محمد اکرم اعوان صاحب کا عقیدہ بھی نوٹ کرنا ہے تاکہ ڈاکٹر صاحب کے عقیدہ کے برعکس ان کے پیر و مرشد کے عقیدہ کا بھی قارئین کو پتہ چل جائے۔ جناب ڈاکٹر صاحب کے پیر و مرشد جناب محمد اکرم اعوان صاحب اپنی تفسیر "اسرار التنزیل" میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"انبیاء کا موضوع ہی غیب سے متعلق ہے کہ فرشتے برزخ آخرت اور خود ذات باری تعالیٰ جو سب سے بڑا غیب ہے تو تمام غیوب سے ساری مخلوق کو مطلع فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ علم غیب نہیں رکھتا تو سب یہ باتیں انبیاء کو

بتائی جاتی ہیں اور جتنی بھی کسی کو بتائی گئیں سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئیں آپ کا علم اولین و آخرین کے علوم سے بھی زیادہ ہے۔"

(اسرار التنزیل ج ۳ صـ ۲۱۲)

استخراج مسائل

جناب ڈاکٹر صاحب کے پیر و مرشد جناب اعوان صاحب کی اس عبارت مندرجہ بالا سے درجے ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

۱۔ ایک یہ کہ انبیاء کے علوم کا موضوع ہی غیب اور غیب سے متعلق ہوتا ہے۔

تمام غیوب

۲۔ دوسری یہ کہ انبیاء علیہم السلام تمام غیوب سے ساری مخلوق کو مطلع فرماتے ہیں۔

اس میں ڈاکٹر صاحب کے مرشد نے بحمدہ تعالیٰ یہ بات مان لی کہ انبیاء علیہم تمام غیوب کا علم رکھتے ہیں کیونکہ ان کا ساری مخلوق کو تمام غیوب سے مطلع فرمانا تب ہی ممکن ہے جب وہ تمام غیوب کا علم رکھتے ہوں اور یہی ہم اہلسنت کہتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں اور لفظ "تمام" عربی ہے اور اردو میں "سارے" یا "سارا" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور "کل" کا بھی یہی مطلب ہے دیکھئے اردو کی لغات سعیدی "تمام" پورا سالم۔ سب۔ آخر۔ (صـ ۲۳۹)

" کل" سب کا سب. تمام. پورا (ص ۹۳۲)

قارئین! غور فرمائیں کہ اردو کی لغت میں لفظ "تمام اور لفظ کل" دونوں مترادف (ہم معنی) لفظ ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطاء سے کل غیوب یا تمام غیوب جانتے ہیں صحیح قرار پائے گا اگر یہ بات شرک ہے تو ڈاکٹر صاحب کو چاہیئے کہ وہ اپنے مرشد جناب اعوان صاحب کو بھی مشرک کہیں۔ اگر وہ مشرک نہیں کہلا سکتے تھے تو اہل سنت کو بلاوجہ کیوں مطعون کیا جا رہا ہے؟

سب سے بڑا غیب

پھر جناب ڈاکٹر صاحب کے پیر و مرشد نے تو یہ بات کہہ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے بڑے غیب (خود باری تعالیٰ) کی خبریں دیتے ہیں۔

اعلیٰحضرت کی تائید

یہ بات کہہ کر جناب اعوان صاحب نے محبوب المومنین امام اہلسنت اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ اس بات کی تائید کردی۔ ہمارے شیخ الشیخ امام اہلسنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کرتے ہیں ؎

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

(حدائق بخشش)

یعنی یارسول اللہ علیہ وسلم جب آپ سے خدا ہی نہ چھپا یعنی آپ نے اس کا دیدار فرمایا جو سب سے بڑا غیب ہے یعنی غیب الغیب بھی آپ پر ظاہر ہو گیا تو دوسرے غیب آپ سے کیسے چھپے رہ سکتے ہیں۔

بر صغیر کے اکابر علماء، عوام و خواص جانتے ہیں کہ حضرت کا مزار مبارک یہاں ہے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ جیسی برگزیدہ ہستی نے بھی یہاں اسی موجودہ مزار شریف پر چلہ کیا اور چلہ کی جگہ آج تک محفوظ ہے جبکہ یہی اعوان صاحب اپنی اسی پُر اسرار تفسیر کے اسی صفحہ ۱۳۲ پر حضرت خواجہ اجمیری کے بارے میں لکھ رہے ہیں کہ وہ ان بزرگوں میں سے ایک تھے جن کو عالم امر میں رسائی نصیب ہوئی اس انداز بیان سے قارئین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں (اعوان صاحب) بھی ان خوش نصیبوں میں سے ہوں جنہیں عالم امر میں رسائی حاصل ہے جبکہ جناب والا عالم دنیا کی ایک معمولی سی بات کہ حضرت داتا صاحب کا مزار مبارک کہاں ہے، سے بے خبر ہیں اور شک میں مبتلا ہیں جیسا کہ ان کے لفظ "غالباً" سے ظاہر ہوتا ہے تو ایسا انسان عالم امر کی باتیں کریں اور وہاں کی خبریں سنانے لگے اسے تصنع و تکلف یا دوسرے لفظوں میں سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنانے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

؎ نظر میں ہو ہادی طریقت مگر حقیقت سے بے خبر
یہی میں دل میں بھی کہہ رہا ہوں یہی مرا قول برملا ہے

اطلاع اور علم میں فرق

جناب ڈاکٹر صاحب کے پیر و مرشد دیوبندی مسلک کے مولانا محمد اکرم اعوان صاحب اپنی پر اسرار تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم غیب دیئے گئے۔

"اس کو غیب پر اطلاع دینا کہا گیا یعنی اطلاع علی الغیب، اور علم غیب وہ جس کے حصول میں کوئی واسطہ نہ ہو یہ صرف اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے"

ہم اس پر "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" ہی پڑھ سکتے ہیں۔

اعوان صاحب کی غلط فہمیاں

ہمیں افسوس ہے کہ جس شخص کو ایمان و عقائد تک کا علم نہیں اور نہ ان کی باریکیوں کی خبر وہ قرآن کا مفسر اور روحانی اعتبار سے اپنے آپ کو عرش بلکہ عالم امر کا رازدان ظاہر کر کے بیچارے سادہ لوح مسلمانوں کو صراط مستقیم سے ہٹانے میں مشغول ہے۔

اعوان صاحب کی اس بات میں دو فحش غلطیاں ہیں اور یہ غلطیاں وہی شخص ہی کر سکتا ہے جو ایمان یا اعتقاد کے بنیادی مسائل سے ناواقف ہو۔ اب ہم ان دونوں غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اطلاع سبب علم ہے

اعوان صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اطلاع کا معنی خبر دینا یا خبر کے

ہیں اور اطلاع یا خبر بذات خود علم نہیں بلکہ مخلوق کے لیے حصول علم کے اسباب میں سے ہے چنانچہ اُردو کی لغات سعیدی میں ہے۔

"اطلاع (ع۔ مث) خبر دینا نیز خبر" ص۵۶

یعنی اطلاع کا معنی خبر دینا اور خبر کا ہے اور عقائد نسفی میں ہے کہ

علم کے تین اسباب

"واسباب العلم للخلق ثلاثة الحواس السليمة والخبر الصادق والعقل"

تین اسباب ہیں جن کے ذریعے ان کو علم آتا ہے ایک تو حواس سلیمہ یعنی حواس خمسہ جو صحیح کام کر رہے ہوں اور دوسرا سچی خبر اور تیسرا سبب علم عقل ہے۔

(شرح عقائد ص۱۰-۱۱)

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ اطلاع کا معنی خبر کا ہے۔ اور سچی خبر مخلوق کے لیے علم کے حصول کا ذریعہ ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور غیبیہ کی اطلاع یا خبر دی تو اس اطلاع یا خبر سے آپ کو امور غیبیہ کا علم آگیا، اس کے باوجود اعوان صاحب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کو علم نہ کہنا بلکہ اسے اطلاع کہنا ایسی غلط بات ہے جو کسی اہل علم سے متوقع نہیں ہے کیونکہ اطلاع کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی اور اس سے جو علم حاصل ہوگا اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی اطلاع دی تو آپ کو غیب کا علم آگیا۔ اعوان صاحب کا علم کو اطلاع قرار دینا تحقیق و دانش سے نہایت دور کی بات

اعوان صاحب کی دوسری فحش غلطی

اس کے بعد اعوان صاحب کی دوسری فحش بلکہ ایمان کو تباہ کرنے والی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے علم الٰہی کو حصولی ٹھہرا دیا ہے، ان کے الفاظ پر پھر سے غور فرمائیں۔

وہ فرماتے ہیں۔

"علم غیب وہ ہے جس کے حصول میں کوئی واسطہ نہ ہو یہ صرف اللہ کریم کو سزاوار ہے"

(اسرار التنزیل ج ۳ ص ۲۱۲)

"قارئین! کیا اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے حصول میں کوئی واسطہ نہیں یعنی اللہ تعالےٰ کو کسی واسطہ کے بغیر علم حاصل ہوا ہے۔ اس لیے اسے علم غیب کہیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے حصول میں چونکہ واسطہ ہے اس لیے اسے علم غیب نہیں کہیں گے بلا شبہ اعوان صاحب کی عبارت کا یہی مطلب ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا علم حصولی ہو کیونکہ جس کے لیے لفظ "حاصل" بولیں گے وہ حصولی ہو گا اور حاصل وہ ہوتا ہے جو پہلے نہ ہو جیسا کہ ملا حسن شرح مسلم العلوم میں ہے "الحاصل الموجود بعد العلوم ص۲۷ کہ حاصل اسے کہتے ہیں جو پہلے نہ تھا پھر موجود ہو گیا گویا اللہ تعالےٰ کو پہلے علم نہ تھا پھر حاصل ہو گیا اس سے تو اللہ تعالےٰ کی طرف جہل کی نسبت لازم آتی ہے (معاذ اللہ) ولاحول ولا قوۃ الا باللہ جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم حصولی نہیں، بلکہ حصولی

ہونے سے پاک ہے اس کا علم تو حضوری قدیم ہے چنانچہ قاضی مبارک شرح مسلم العلوم میں ہے ان علمہ تعالیٰ لایکون الاحضوریا صدؔ کہ اللہ تعالیٰ کا علم حضوری ہی ہے حصولی نہیں ہے۔ مگر اعوان صاحب کا اللہ تعالیٰ کے علم کو حصولی ٹھہرانا ایمان کو سخت نقصان پہنچانے والی بات ہے ؎

ان کے ایماں کے سفینے کا خدا ہی حافظ
موجیں غضبناک اور طوفاں بھی بلا خیز

نبی کی شان بزبان اعوان

جناب اعوان صاحب اس کے بعد نبی کی شان یوں بیان فرماتے ہیں۔
"نبی کی شان نبوت یہ ہے کہ نیک و بد بھلائی اور برائی کا نہ صرف پتہ چل جائے بدی سے بچنا نصیب ہو اور جنت کی بشارت نصیب ہو جائے۔"

(اسرار التنزیل صـ۲۱۲)

یعنی نبی کی شان یا اس کا کمال یہ ہے کہ اسے برائی سے بچنا نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے خوشخبری مل جائے کہ تم جنت میں جاؤ گے حالانکہ نبی تو گناہوں سے معصوم ہوتا ہے پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ اُسے گناہوں سے بچنا نصیب ہو جائے یہ تو اُمتی کا کمال ہے کہ اسے گناہوں سے بچنا نصیب ہو جائے اور یہ جو دوسری بات کی ہے یہ بھی ایک عام اُمتی کے بارے میں کہی جا سکتی ہے کہ معلوم نہیں کہ فلاں جنت میں جائے گا یا نہ تو اس کا کمال یہ ہے کہ اسے

جنت کی خوشخبری نصیب ہو جائے۔ حالانکہ پوری اُمت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم و پاک ہوتے ہیں جب پاک ہوئے تو جنتی بھی ہو گئے، لیکن اعوان صاحب اور ان کے دیوبندی بزرگ حسین علی صاحب کے اقوال مذکورہ کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کی معصومیت کی نفی ہوتی ہے جو اہل اسلام کے عقائد کے خلاف ہے، کاش کہ اعوان صاحب عقائد کی کتاب پڑھ لیتے تو ایسی ٹھوکریں نہ کھاتے کیونکہ سب سے اہم تعلیم عقائد کی تعلیم ہے۔

اہمیت تعلیم عقائد

عقائد کی تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث شریف سے ہوتا ہے جسے حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن فتیان حزاورۃ فتعلمنا الایمان قبل ان نتعلم القرآن ثم تعلمنا القرآن فازددنا بہ ایمانا
(سنن ابن ماجہ ص۲)

ہم طاقتور جوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم نے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے سے پہلے ایمانی عقائد کا علم سیکھا پھر جب ہم نے قرآن پڑھا تو اس سے ہمارے ایمان میں ترقی ہوئی۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ شاہ عبدالغنی محدث دہلوی علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ

استفید منہ ان تعلم العقائد قبل تعلم الفقہ والقرآن (ص۲)

اس سے ثابت ہوا کہ فقہ و قرآن کی تعلیم سے پہلے عقائد کا علم حاصل

کیا جائے۔

آمدم بر سر مطلب

اب ہم اس آیت کا صحیح مفہوم عرض کرتے ہیں جسے جناب ڈاکٹر صاحب نے پیش کیا۔ اس کا صحیح مفہوم یہ کہ اگر میں ذاتی طور پر اور خدا تعالٰے کے دیئے بغیر علم غیب جان لیا کرتا تو دنیا کی راحتیں، خوشیاں اور دشمنوں پر ظاہری فتح مندی حاصل کر لیتا اور مجھے دنیاوی تکالیف جو گاہے گاہے پہنچتی رہتی ہیں یہ نہ پہنچتیں۔ لہٰذا اس میں ذاتی غیب جاننے اور قدرت علی الغیب کی نفی مراد ہے کہ قدرت علی الغیب تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نبی کا علم غیب تو اس کے عطا کرنے سے ہے اگر یہ معنی نہ کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ایک غیب کی بات کا بھی علم نہ ہو حالانکہ منکرین اور ان کے اکابر بھی مانتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ غیب کی بعض باتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا اور ان کا یہ عقیدہ بھی تو اس آیت کے خلاف قرار پائے گا اور اس کے لیے انہیں بھی اس آیت کی تاویل و توجیہہ کرنا ہو گی اور اس کی بہتر توجیہہ وہی ہے جو علماء مفسرین نے فرمائی جن کے حوالہ جات ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور ایک حوالہ مزید عرض کیے دیتے ہیں۔

علامہ امام نظام الدین حسن بن محمد نیشا پوری علیہ الرحمۃ متوفی ۷۲۸ھ اپنی مشہور تفسیر حاشیہ تفسیر الطبری میں اسی آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے

" القدرۃ الکاملۃ والعلم المحیط لیس الا اللہ

تعالیٰ (تفسیر غرائب والقرآن ورغائب الفرقان ج ۹ ص ۹۱)
یعنی قدرت کاملہ اور علم محیط اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔
یعنی جملہ کائنات کو احاطہ کرنے والا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اور کائنات کا دائرہ لامحدود ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا علم شریف محدود ہے کہ عرش سے تحت الثریٰ، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کے مابین جو کچھ ہے روز اول سے لے کر قیامت تک سب کا علم اللہ نے آپ کو عطا کر دیا ہے تو اس میں نفی قدرت کاملہ اور علم لامحدود کی ہے

منطقی جواب

اس کا ایک اور جواب بھی دیا جا سکتا ہے جو منطقی طرز کا ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو میں خیر کثیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی، یہ دراصل کفار کے مطالبہ کے جواب میں کہا گیا ہے ان کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو بتائیں کہ قیامت کب آئے گی فلاں کام کب ہو گا اور فلاں بات کیسے ہو گی ان سوالات سے ان کا مقصد دراصل قیامت کا انکار ہی کرنا تھا جیسا کہ تفسیر قرطبی میں ہے کہ

ان المشرکین قالوا ذلک لفرط الانکار — انہوں نے یہ سوال زیادہ انکار کے طور پر کئے۔

(ج ۷ ص ۳۳۵)

اس کے جواب میں یہ فرمایا گیا کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

اور یہ کہ میں اللہ کی مشیت وارادہ کے بغیر اپنے لیے بھی کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں اور یہ کہ تم ایک طرف سے تو مجھ سے غیب کی باتیں پوچھتے ہو اور دوسری طرف سے مجھ پر الزام تراشیاں کرتے ہو کبھی کہتے ہو کہ میں نے اعلان نبوت کر کے اور تمہارے عقائد وافکار کی مخالفت کر کے کوئی بھلائی جمع نہیں کی اور ساتھ ہی کہتے ہو کہ مجھے جنون یا پاگل پن کا مرض لاحق ہو گیا ہے لانھم نسبوہ الی الجنون (قرطبی ج ۷ ص ۳۳۷) کہ منکرین نے آپ کی طرف جنون کی نسبت کی تھی۔ تو یہ بات سوچو کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے جنون بھی لاحق نہ ہوتا۔ اب تم یا تو مجھ سے غیب کی باتیں نہ پوچھو یا تم نے جو مجھ پر بھلائی جمع نہ کرنے اور جنون کے الزام لگائے ہیں اپنے وہ الزام واپس لو جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دونوں الزاموں کا جواب دے دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر حاصل ہو گئی

"اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ" کہ اے محبوب ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرما دی۔

چنانچہ جلالین شریف میں ہے۔

"الکوثر الخیر الکثیر" کہ کوثر خیر کثیر (بہت سی بھلائی) ہے۔

اور تفسیر طبری شریف میں سند کے ساتھ مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد خیر کثیر (بہت سی بھلائی) ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما دی اور یہی حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بلکہ ان سے تو یہ الفاظ مروی ہیں کہ۔

"خیر الدنیا والاخرۃ" (تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۲۰۹) اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرما دیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں "یعلمکم الکتاب والحکمۃ" فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "معلم الحکمۃ" (حکمت سکھانے والا) ٹھہرایا اور دوسری جگہ فرمایا۔

ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (البقرہ ۲۶۹) کہ جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے دامن میں خیر کثیر جمع کر دی گئی اور رہا اگلا جملہ کہ مجھے برائی نہ چھوتی یعنی جنون عارض نہ ہوتا۔ اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرما دیا۔

فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِکَاھِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (الطور ۲۹) کہ آپ اپنے رب کی نعمت کے سبب نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔

لہٰذا آپ کو سوء (یعنی جنون) کبھی نہ پہنچا۔

قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو گئی قرآن ہی نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر (بہت بھلائی) حاصل ہو گئی اور قرآن ہی نے بتایا کہ آپ کو سوء (جنون) کبھی نہ پہنچا تو آپ کا علم غیب بھی ثابت ہو گیا۔

رفع تامی رفع مقدم ہے

اہل علم جانتے ہیں کہ "لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ" قضیہ شرطیہ ہے جس میں "لو کنت اعلم الغیب" مقدم اور "لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ"

تامی ہے اور منطق قاعدہ ہے کہ تامی کا رفع مقدم کا رفع ہے جیساکہ منطق کی مشہور کتاب "مسلم العلوم" میں ہے رَفْعُ التَّامِي رَفْعُ الْمُقَدَّم کہ تامی کا رفع مستلزم ہے مقدم کے رفع کو، لہٰذا اس بات کا ثبوت قرآن سے مل جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کثیر حاصل کی اور آپ کو سوء (جنون) بھی نہ پہنچا تو ثابت ہوگیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے علم غیب جانتے ہیں۔ اس باریک مسئلہ کو ہم ایک مثال سے مزید واضح کیے دیتے ہیں۔ ایک عالم دین جو کسی مسجد میں امامت کرتا ہو اور تنخواہ بھی نہ لیتا ہو اگر وہ یوں کہے کہ اگر میں عالم دین ہوتا تو میں امامت کراتا اور کسی کو ناجائز تنگ بھی نہ کرتا۔ اب اگر ثابت ہو جائے کہ وہ امامت بھی کراتے ہیں اور کسی کو ناجائز تنگ بھی نہیں کرتے اس سے ان کا عالم ہونا خود بخود ثابت ہوگیا۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت بھلائی حاصل کر لیتا اور یہ کہ مجھے سوء (جنون) بھی نہ پہنچتا اور ظاہر ہے کہ آپ کو جنون کبھی نہ پہنچا اور آپ کو خیر کثیر بھی حاصل ہوئی لہٰذا خود بخود ثابت ہوگیا کہ آپ بفضلہ تعالیٰ غیب بھی جانتے ہیں۔ اس طرح یہ آیت بجائے نفی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیب جاننے کا ثبوت قرار پاتی ہے لیکن جن کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و فضائل کا کوئی تصور ہی نہ ہو انہیں تو ہر جگہ آیت کے کمالات کی نفی ہی نظر آئے گی۔ ؎

وحشت میں ہر اک نقشہ اُلٹا نظر آتا ہے

مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

منسوخ سے استدلال

جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صاحب جنہوں نے ٹی وی پہ درس قرآن کا سلسلہ ایک عرصہ دراز سے شروع کر رکھا ہے ایک منصوبہ کے تحت انہیں ٹی وی کے ذریعے پوری قوم پر مسلط کر دیا گیا ہے، قرآن کے علوم سے کہاں تک واقفیت رکھتے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کو قرآن کریم کے ناسخ و منسوخ تک کا علم نہیں ہے۔

ناسخ و منسوخ سے بے خبر کو وعظ کا حق نہیں

حالانکہ قرآن کریم کے وعظ و درس دینے کا اسے کوئی حق نہیں پہنچتا جو قرآن کریم کے ناسخ و منسوخ سے بے خبر ہو۔ چنانچہ امام ابوالقاسم ھبتہ اللہ بن سلامہ متوفی ۴۱۰ھ اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں لکھتے ہیں کہ ایک روز سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو عبدالرحمٰن بن داب نامی شخص جو حضرت ابوموسیٰ اشعری کے شاگردوں میں سے تھا، کو دیکھا کہ وہ مسجد میں درس دے رہا ہے اور لوگ اس کے اردگرد حلقہ بنائے بیٹھے ہیں اور اس سے مسائل پوچھتے ہیں اور وہ غلط سلط جواب دے رہا ہے آپ نے اس سے سوال کیا "أتعرف الناسخ والمنسوخ" کہ کیا تم قرآن وسنت کے ناسخ و منسوخ کو جانتے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا "نہیں" یعنی ابھی میرا علم ابتدائی مراحل میں ہے۔ آپ نے فرمایا "هَلَكْتَ وَ أَهْلَكْتَ" کہ تو خود بھی برباد ہوا اور لوگوں کو بھی برباد کر دیا پھر آپ نے اس کا کان پکڑ کر مسجد سے نکال

دیا اور فرمایا "فلا تقصن فی مسجدنا بعدہ" کہ آج کے بعد ہماری اس مسجد میں وعظ و درس نہ دینا۔ (الناسخ والمنسوخ ص۳)

قوم کی بدقسمتی

یہ قوم کی بدقسمتی ہے کہ ذرائع ابلاغ خصوصاً ریڈیو اور ٹی وی ایسے ہاتھوں میں ہیں جو عالم اور غیر عالم کے درمیان فرق نہیں کر سکتے اور دیدہ دانستہ یا دانستہ قرآنی علوم سے بے خبر لوگوں کو ہی درس قرآن کی ذمہ داری سونپ دیتے ہیں۔

بددیانتی

ایک عالم کہلانے والے انسان کی یہ بھی بددیانتی ہے کہ وہ تحقیق کے بغیر درس دے یا کتاب تصنیف کرے مگر یہاں سب کچھ چلتا ہے اور چل رہا ہے اور سب علماء بھی یہی کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو کم کرنے کے لیے منسوخ آیات و احادیث کے علاوہ موضوع و بے اصل روایات تک سے استدلال کر گزرتے ہیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہوتے کا بھی دعویٰ کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ علماء دیوبند کے امام جناب مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے خلیفہ و شاگرد و مرید جناب مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب ایک حدیث کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کا پتہ نہیں ہوتا تھا (معاذ اللہ) حضور نے فرمایا کہ "واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم" کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ اور یہ کہ

آپ نے فرمایا کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براھین قاطعہ ص۵۲ طبع دیوبند) حالانکہ محدثین لکھتے ہیں کہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے چنانچہ علامہ شیخ محمد بیروتی لکھتے ہیں کہ موضوع لا اصل لہ (اسنی المطالب ص۱۹۶) کہ یہ حدیث موضوع و بے اصل ہے اور ایسا ہی شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ج اص۷ پر لکھتے ہیں۔

جناب، ڈاکٹر صاحب بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے خلاف درج ذیل منسوخ آیت پیش کرتے ہیں۔

قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ۔

ان سے کہو کہ میں کوئی نرالا رسول نہیں ہوں نہیں جانتا کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے اور میرے ساتھ کیا۔

(الاحقاف: ۹)

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ڈاکٹر کا اس آیت سے یہ دلیل پکڑنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور اپنے صحابہ کے انجام تک کی خبر نہ تھی انتہائی قابلِ شرم بات ہے ہم اس پر یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہونے کا دعوٰی اور دوسری طرف سے آپ کی شانِ اقدس کو گھٹانے کی کوشش۔

؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی

قارئین! بلاشبہ یہ آیت منسوخ ہے جیسا کہ صحیح ترمذی شریف میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صلح حدیبیہ سے واپسی پر یہ آیت اتری۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح ۱-۲)	بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن کامیابیوں کے دروازے کھول دیئے تاکہ اللہ بخش دے تمہارے لیے جو پہلے ہوا تمہارے ترک اولیٰ سے اور جو پیچھے ہوا۔

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت اور کامیابیاں تمہارے مقدر میں فرما دیں، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے ہر وہ خلاف اولیٰ بات بخشدے جو تم سے پہلے ہوئی یا پیچھے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مجھ پر ایک ایسی آیت اتری ہے جو مجھے روئے زمین پر موجود ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ نے عرض کی یارسول آپ کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کا حال و انجام بتا دیا کہ دنیا و آخرت کی کامیابیاں آپ کا مقدر بن گئیں "لَقَدْ بَیَّنَ لَکَ اللّٰہُ مَاذَا یُفْعَلُ بِکَ" بے شک اللہ نے آپ کے لیے بیان کر دیا جو آپ کے ساتھ ہوگا۔ فماذا یُفعَلُ بنا، پس ہمارے ساتھ کیا ہوگا اس کا بیان ابھی باقی ہے؟ تو اس پر درج ذیل آیت نازل ہوئی۔ یُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُکَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَکَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰہِ فَوْزًا عَظِیْمًا (الفتح ۵) کہ داخل کرے گا اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں اور عورتوں

کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کی خطائیں معاف کرے گا اور یہ اللہ کے ہاں (مسلمانوں کے لیے) بڑی کامیابی ہے۔

(صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۱۵۹)

الحمدللہ حق واضح ہو گیا کہ ڈاکٹر صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو گھٹانے کے لیے جو سہارا لیا تھا وہ ان کے لیے سہارا نہ بن سکا اور ان کا استدلال بے بنیاد، باطل ثابت ہوا۔

حق کے پیرایہ میں ہوتا نہیں باطل سرسبز
کیجئے لاکھ بیاں اس پہ دلیل و برہاں

تفاسیر

قارئین یہ تو حدیث شریف کے حوالہ سے ہم نے اس آیت کا منسوخ ہونا ثابت کیا ہے اب کچھ تفاسیر وغیرہ کے حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں۔

امام ابوالقاسم هبۃ اللہ بن سلامہ متوفی ۴۱۰ھ علیہ الرحمہ الناسخ والمنسوخ میں سورۃ احقاف میں لکھتے ہیں۔

" والمنسوخ (وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ) کہ اس میں یہ منسوخ ہے کہ "میں نہیں جانتا جو میرے ساتھ ہو گا اور نہ وہ جو تمہارے ساتھ ہو گا۔ اس کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں کہ

ولیس فی القرآن منسوخ دال حکمۃ کهذه الآیۃ، لأنہ عمل بہا بمکۃ عشر سنین وعیرہ المشرکون فہاجر إلی المدینۃ نبقی ست سنین یعیرونہ، وکان المنافقون یقولون

كيف يجوز لنا اتباع رجل لا يدرى ما يفعل به ولا بأصحابه. وقال المنافقون من أهل المدينة مثل ذلك، فلما كان عام الحديبية خرج على اصحابه ووجهه يتهلل فرحا، فقال لقد نزلت علىّ اليوم آية، أو قال آيات هم أحبُّ إليّ من حُمرِ النعم أو قال: مما طلعت عليه الشمسُ، فقال أصحابُه: وما ذلك يا رسول الله؟ فقرأ عليهم (إنَّا فتحنا لك فتحاً مبيناً) إلى قوله (وكان اللهُ حكيماً) فقال أصحابُه ليهنك ما أنزل فيك، أعلمك الله ما يفعلُ بك فماذا يفعلُ بنا؟ فأنزل الله تعالى (وبشر المؤمنين بأن لهم من الله فضلاً كبيراً)

وأنزل الله تعالى (ليُدخلَ المؤمنينَ والمؤمناتِ جناتٍ) إلى قوله (أجراً عظيما) فقالت المنافقون من أهل المدينة والمشركون من أهل مكة قد أعلمه ما يفعل به وما يفعل بأصحابه فماذا يفعل بنا؟ فنزلت: (ويُعذّبَ المُنافقينَ والمنافقات والمُشركينَ والمُشركاتِ) أى من اهل مكة والمدينة، فغيرهم الظانين بالله ظن السوء إلى آخر الآية، فقال عبد الله بن أُبيّ: هبه غلب اليهود فكيف يكون له قدرة على فارس والروم، فنزلت (ولِلهِ جنودُ السمٰواتِ والأرضِ) هم أكثر من فارس والروم وليس في كتاب الله تعالى كلمات منسوخة نسخها سبع آيات إلا هذه الآية (الناسخ والمنسوخ ص٨٠-٨١)

قرآن میں کوئی ایسی منسوخ آیت نہیں جس کے منسوخ کرنے میں اس قدر دیر گزری کیونکہ مکہ میں دس سال رہے اور مشرکین آپ کو یہ کہہ کر پریشان کرتے رہے کہ ان کو تو اپنے اور اپنے ماننے والوں کا انجام بھی معلوم نہیں، پھر آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور چھ سال گزر گئے مخالفین آپ کو یہی کہہ کر پریشان کرتے رہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ ہم ایک ایسے شخص کی اتباع کیوں کریں جو یہ نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا اور اس کے ماننے والوں کے ساتھ کیا اور مدینہ منورہ کے منافقین بھی یہی کہتے تھے تو جب حدیبیہ کا سال ہوا تو آپ اپنے صحابہ کے ساتھ نکلے خوشی سے آپ کا چہرہ انور تمتما رہا تھا فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت اتری ہے جو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے یا فرمایا ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوا صحابہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! وہ کون سی آیت ہے تو آپ نے سورۃ فتح کی آیتیں " اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا " سے " وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا " تک تلاوت فرمائی تو صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! اس کی آپ کو مبارک ہو جو آپ کے بارے میں نازل ہوا آپ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کا انجام بتادیا تو ہمارا انجام کیا ہوگا تو اس پر سورۃ فتح کی آیتیں " وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا " اور خوشخبری سنائیں ایمان والوں کو کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ اور " لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ " تا " اَجْرًا عَظِیْمًا " نازل ہوئیں۔ تو مدینہ منورہ کے منافقوں نے اور مکہ مکرمہ کے مشرکوں نے کہا بلاشبہ اللہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کا اور اس کے یاروں کا انجام بتادیا لیکن ہمارا انجام کیا ہوگا۔ اس پر یہ

اُتری ہیں نازل ہوئی ہیں۔ " وَیُعَذِّبَ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکَاتِ" یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے منافقوں اور مشرکوں کو اللہ عذاب دے گا الخ

امام حافظ جمال الدین ابو الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی علیہ الرحمۃ م ۵۹۷ھ نواسخ القرآن میں مسند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت بیان فرماتے ہیں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی " وما ادری ما یفعل بی ولا بکم" پھر فرمایا نسختھا الآیۃ التی فی الفتح " (نواسخ القرآن ص۲۲۵) کہ اسے سورۃ فتح والی آیتوں نے منسوخ کر دیا۔

امام ابو الحسن علی بن احمد الواحد النیشاپوری علیہ الرحمۃ متوفی ۴۶۸ھ اسباب النزول میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس سے اسی طرح نقل فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ص۲۱۷)

اسی طرح امام ابو محمد بن حزم رحمۃ اللہ تعالیٰ م ۴۵۶ھ اپنی کتاب معرفۃ الناسخ المنسوخ میں سورۃ احقاف کی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

" نسخت بقولہ تعالیٰ " انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر "۔ (بحاشیہ تنویر المقباس ص۳۶۷) کہ یہ سورۃ فتح کی ان آیتوں سے منسوخ ہو گئی۔

قارئین! غور فرمائیں کہ کس قدر واضح ہو چکا کہ یہ آیت منسوخ ہے جسے جناب ڈاکٹر صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو کم کرنے کے لیے بڑی دیدہ دلیری سے نقل فرما رہے ہیں حوالہ جات تو اور بھی بہت سے پیش کیے جا سکتے ہیں مگر طوالت کے خوف سے ان چند حوالہ جات

پر اکتفا کرنا پڑا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب ان حوالہ جات سے آنکھیں بند کرکے اپنی ضد پر اڑے رہیں اور جو زبان و قلم کی نوک پر آئے کہتے اور لکھتے جائیں ؎

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

اس کے بعد جناب ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہوتا تو " انہیں ان کی اپنی محبوب بیوی عائشہ کے بارے میں پورے ایک ماہ تک صحیح صورت حال معلوم نہ ہو سکی یہاں تک کہ سورہ نور کی آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔" (وجود باری تعالیٰ اور توحید ص۲۷)
ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ ایک ماہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے بارے میں صحیح صورتحال معلوم نہ ہوئی اور آپ خاموش رہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو معلوم نہ تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت لگی ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے، گویا آپ اس معاملہ میں شک و شبہ اور بدگمانی میں مبتلا رہے حتیٰ کہ قرآن کی سورہ نور نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شک و شبہ کو دور کر دیا اس سے آپ کے علم غیب کی نفی ہو گئی کہ اگر آپ کو غیب کا علم ہوتا تو آپ پہلے ہی فرما دیتے کہ میری بیوی بے قصور ہے اور یہ تہمت غلط اور جھوٹی ہے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ افسوس کہ ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر تو کہلاتے ہیں

مگر قرآن و حدیث اور عقائد سے بے خبر ڈاکٹر ہیں جناب والا نے اگر حدیث پڑھی ہوتی تو ایسی بہکی بہکی باتیں نہ کرتے، آیئے صحیح بخاری شریف کی کتاب الشہادات کھولیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ملاحظہ کیجیے۔

فواللہ ما علمت من اھلی الا خیراً (صحیح البخاری ج ا ص۳۵۹)

پس مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میں اپنی بیوی سے بھلائی کے سوا کچھ یقین نہیں رکھتا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح بخاری کی کتاب الشہادات میں لا کر واضح کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں گواہی دے دی کہ آپ کو ان کی پاکدامنی کا یقین تھا بلکہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی بھی بیان فرما دی کہ ما علمت فیہ الا خیرا کہ مجھے اس کے بارے میں بھی بھلائی کا ہی یقین ہے۔

صحابہ کا امتحان

رہا یہ سوال کہ پھر آپ نے صحابہ کرام سے کیوں مشورے لیے اور ان کی رائے حضرت عائشہ کے بارے میں کیوں پوچھی؟ بلاشبہ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ لوگوں پر ان کے خلوص کو جس میں ان کا امتحان تھا واضح کر دینا چاہتے تھے کہ میرے صحابہ کرام اس امتحان میں فیل نہیں ہوئے بلکہ کامیاب ہوئے ہیں چنانچہ جن جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رائے لی سب نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی بیان کی۔

صحابہ کا ایمان افروز بیان

اس سلسلے میں صحابہ کرام کا ایمان افروز بیان بھی ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی علیہ الرحمۃ جو اپنے زمانہ کے یکتا فاضل مفسر و اصولی و فقیہ و محدث و متکلم تھے جن کی عقائد نسفی کتاب بھی ہے م ۷۰۱ھ اپنی مشہور تفسیر مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں کہ۔

ان عمر رضی اللہ عنہ قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا قاطع بکذب المنافقین لان اللہ تعالی عصمک من وقوع الذباب علی جلدک لانہ یقع علی النجاسات فیتلطخ بھا فلما عصمک من ذلک القذر من القذر فکیف لا یعصمک من صحبۃ من تکون متلطخۃ بمثل ھذہ الفاحشۃ وقال عثمان: ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذلک الظل فلما لم یمکن احدا من وضع القدم علی ظلک کیف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ مجھے منافقوں کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالی نے آپ کے جسم پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے بچایا ہے کیونکہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی اور ان سے گندی ہوجاتی ہے تو جب اس نے آپ کو اس قدر معمولی سے نجاست تک سے محفوظ رکھا ہے تو وہ آپ کو ایسی عورت کی صحبت سے کیسے نہ بچائے گا جو برائی جیسی گندگی سے ملوث اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بے شک اللہ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ

يمكن احدا من تلويث عرض زوجتك وكذا قال علی رضی اللہ عنہ: ان جبرئيل اخبرك ان علی نعليك قذرا وامرك باخراج النعل عن رجلك بسبب ما التصق به من القذر فكيف لا يأمرك باخراجها بتقدير ان تكون متلطخة بشئ من الفواحش الخ

(مدارک التنزیل ج ۳ صـ ۱۳۴/۱۳۵)

اس سایہ پر کسی کا قدم نہ آجائے تو جس ذات نے آپ کے سایہ پر غیر کے قدم پڑنے کو گوارا نہیں کیا وہ کسی کو اس بات کا موقع کیسے دے سکتا ہے کہ وہ آپ کی اہلیہ محترمہ کی عزت کو دھبہ لگائے اور ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بے شک جبرئیل نے ایک بار آکر آپ کو خبر دی تھی کہ آپ کے جوتے مبارک کو کچھ ناپاک سی چیز لگ گئی ہے اسے اتار دیجئے تو جس ذات نے آپ کے جوتے کو پاؤں مبارک سے اتارنے کا حکم دے دیا تو اگر خدا نخواستہ آپ کی اہلیہ میں کوئی ایسی بات ہوتی تو وہ آپ کو اس کے چھوڑ دینے اور گھر سے نکال دینے کا کیسے حکم نہ دیتا۔

⁂ ⁂ ⁂

الحمد للہ! یہ صحابہ کے ایمان افروز دلائل بتا رہے ہیں کہ وہ سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قطعی طور پر یقین رکھتے تھے کہ وہ منافقوں کی تہمت سے پاک ہیں تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال شریف میں وہ دلائل نہ تھے جن کی بنا پر آپ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا یقین رکھتے؟ یقیناً اس سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پاکدامنی کا یقین تھا اس لیے تو آپ نے قسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اپنی اہلیہ کے بارے میں بھلائی کا ہی یقین رکھتا ہوں،

افسوس صد افسوس ایسے نام نہاد مفکروں پر جن کی فکر میں بس یہی سمایا ہوا ہے کہ جہاں تک ہو سکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو کم کیا جائے پھر اُمتی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔

سچ فرمایا ہے محبوب المؤمنین وغیض المنافقین امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے ؎

کرے مصطفےٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی؟ ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

خلط مبحث

ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمنوا خصوصاً شیخ ابن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکاروں کی عادت شریفہ ہے خلط مبحث کرنا جیسا کہ شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب "التوحید" سے ثابت وظاہر ہے اور ان کی شروح جو ان کے پیروکاروں نے لکھی ہیں ان کا بھی یہی وطیرہ ہے اور جناب ڈاکٹر صاحب کے قرآن وسنت کے متقدمین شارحین سے کچھ نہیں ملا آخر شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار جناب شیخ سلیمان کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں

ڈاکٹر صاحب کی دھوکہ بازی

البتہ ڈاکٹر صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے لیے حوالہ میں ابہام و اختصار رکھا ہے یہ نہیں بتایا کہ شیخ سلیمان جو توحید الوہیت کی شرح میں لکھ رہے ہیں یہ شیخ سلیمان کون ہیں اور توحید الوہیت کس کی کتاب کا موضوع ہے۔

قارئین کو معلوم ہو کہ توحید الوہیت شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب کے عنوانات و مسائل میں سے ایک عنوان و مسئلہ ہے اور شیخ سلیمان اسی نجدی وہابی مذہب کے پیروکار ہیں تو ڈاکٹر صاحب اسی وہابی مذہب کا پرچار فرما رہے ہیں اور اس پرچار میں بھی نہایت تلبیس اور دھوکہ بازی سے کام لینے اور خلط مبحث کر رہے ہیں۔

مثال کے طور پر وہ لکھتے ہیں۔

محبت ہو تو صرف اللہ سے، خوف ہو تو صرف اسی سے توکل ہو تو صرف اسی پر اُمید و بیم ہو تو اسی صرف اسی سے اس میں کسی غیر کو شریک نہ ہونے دیا جائے یعنی عبادات کی ساری قسمیں خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی بلا شرکت غیرے صرف اللہ کے لیے ہی مختص کر لی جائیں خواہ وہ کوئی مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل الخ یہی وہ توحید ہے۔

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صد ۲۷۱)

محبت ہو تو اللہ سے

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ محبت ہو تو صرف اللہ سے کیا ڈاکٹر صاحب اس پر کوئی آیت قرآن یا کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ محبت ہو تو صرف اللہ سے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز سے محبت نہ ہو یہی توحید ہے اور یہ کہ محبت کرنا یہ عبادت کا ہی ایک قسم ہے جو اللہ کے سوا کسی اور سے محبت کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا لاحول ولاقوۃ الا باللہ سچ فرماتے ہیں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ الوھابیۃ قوم لا یعقلون کہ وہابیہ بے عقل قوم ہیں۔

اگر ڈاکٹر صاحب کی یہ بات صحیح مان لی جائے ان کے خود ساختہ شرک کے فتویٰ کی تو کوئی نبی ولی اور کوئی مسلمان محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ایمان سے محبت

خود قرآن گواہ ہے کہ مؤمن کو ایمان سے محبت ہے اور ایمان خدا نہیں ہے غیر خدا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ۔ (الحجرات ۷)	اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت ڈال دی۔

تو ڈاکٹر صاحب کے خیال میں یہ بھی شرک ہوا۔ (معاذ اللہ)

چچا سے محبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابوطالب سے محبت تھی آپ

چاہتے تھے کہ وہ ایمان لے آئے اسے بہ اصرار ایمان لانے کا فرماتے رہے لیکن وہ نہ مانے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ

اِنَّکَ لَا تَہۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ
(القصص)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جس سے آپ محبت کرتے ہیں لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔

یعنی کسی کے دل میں ہدایت ڈال دینا اللہ کا کام ہے جسے تخلیق ہدایت کہنا چاہیئے آپ تخلیق ہدایت نہیں کر سکتے۔ قرآن گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا سے محبت تھی تو ڈاکٹر صاحب کے بقول یہ بھی شرک ہوا کہ وہ لکھ چکے ہیں کہ محبت ہو تو صرف اللہ سے ہو۔

مال سے محبت

قرآن گواہ ہے کہ ایک مؤمن کو مال سے بھی محبت ہے۔
ارشادِ خداوندی ہے کہ

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ
(آل عمران ۹۲)

تم نیکی کو ہرگز نہیں پاسکو گے یہاں تک کہ خرچ کرو اس مال سے جس سے تم محبت کرتے ہو۔

یہاں تو مال کو بھی مؤمن کی محبوب چیز قرار دیا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر صاحب یہ بھی شرک ہوا۔

اس طرح کی بے شمار آیات و احادیث پیش کی جاسکتی ہیں کہ کسی مسلمان کا دین و دنیا کی کسی بھی چیز سے محبت کرنا ہرگز شرک نہیں ہے

اسے شرک ٹھہرانا ڈاکٹر صاحب کی دہابیانہ جاہلانہ سوچ ہے۔

کون سی محبت شرک ہے

ہاں اس جناب ڈاکٹر صاحب کو کہنا یہ چاہیئے تھا کہ کسی سے اللہ کی طرح محبت کرنا شرک ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

کچھ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

(البقرہ ۱۶۵)

یہ ہے وہ بات جو کہنا چاہیئے تھی جو جناب۔ ڈاکٹر صاحب کی عقل و سمجھ میں ہی نہیں آئی اور جناب بکبر کے فقیر بن کر شیخ سلیمان نجدی کی بے تکی اور بے بنیاد بات کو اندھوں کی طرح پکڑ لیا اور دوسرے مسلمانوں کو بھٹکانے کے لیے اپنی من گھڑت تحقیق کا حصہ بنا کر کتاب میں لکھ مارا۔

قارئین الیقین کیجیئے ڈاکٹر موصوف کی ان جاہلانہ باتوں کا جواب لکھنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر یہ خیال کر کے کہ یہ شخص ٹی وی کے ذریعے بڑی شہرت حاصل کیے ہوئے ہے اور نیچے سے اوپر تک بے شمار پڑھے لکھے کہلانے والے اسے ایک مفکر سمجھ کر اس کی باتوں کو اہمیت دیں گے اور بھٹک جائیں گے، اس کا جواب لکھنا ضروری سمجھا۔ اسی طرح مطلقاً خوف و امید وغیرہ سب باتیں غیر اللہ سے ہرگز ہرگز شرک نہیں ہیں، ہاں کسی سے ایسے ڈرنا جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیئے یا کسی سے ایسے امید

رکھنا جیسے اللہ سے رکھنا چاہیے ضرور شرک ہے مگر خوف و اُمید یا محبت یہ کیفیات باطنیہ ہیں جن کا تعلق انسان کے باطن کے ساتھ ہے کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ فلاں، فلاں سے ایسے ڈرتا ہے جیسے اللہ سے یا فلاں سے ایسے محبت کرتا ہے جیسے اللہ یا ایسی اُمید رکھتا ہے جیسی اللہ سے لہذا وہ مشرک ہے انتہائی غلط بات ہے جب تک کہ کوئی خود اس کا اقرار نہ کرے یا اللہ رب العالمین جو انسان کے باطن سے باخبر ہے وہ نہ فرمائے جیسا کہ اس نے مشرکین کے بارے میں فرمایا محض اپنے وہم و گمان سے کسی کو مشرک ٹھہرانا اور محض اپنے قیاس و گمان کی بناء پر اس پر شرک کا فتویٰ لگانا انتہائی ظلم و زیادتی ہوگی خصوصاً ان مسلمانوں پر جو اللہ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور خاتمیت پر یقین رکھتے ہیں مگر بزرگانِ دین سے عقیدت رکھتے اور ان کا احترام کرتے اور ان کی ذوات قدسیہ سے توسل کرتے ہیں اور یہی جمہور اُمت کا مسلک چلا آرہا ہے۔

مسئلہ وسیلہ

ڈاکٹر صاحب اس اپنی کتاب میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ و ذریعہ سمجھنا بھی عین شرک ہے کیونکہ مشرکین عرب بتوں کو بھی وسیلہ سمجھنے کی وجہ سے مشرک ہوئے۔

(وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۷)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "قبروں پر قبے بنانا اور یہ سمجھنا کہ مزارات پر جا کر دعا مانگی جائے تو وہ قبول و مستجاب ہوتی ہے شیطانی خیالات ہیں جو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں ڈالے ہیں۔ (وجود باری تعالیٰ اور توحید ص ۲۸۸/۲۸۹)

پھر لکھتے ہیں کہ

"انبیاء و اولیاء صلحی اور اہل قبور کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا واسطہ یا وسیلہ قرار دینا بالکل یہی حال مشرکین مکہ کا تھا۔"

جواب

جناب ڈاکٹر صاحب نے غور نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (المائدہ ۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو کہیں تم کامیاب ہو۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تین باتوں کا حکم دیا ہے ایک اللہ سے ڈرنے کا دوسرا وسیلہ ڈھونڈنے کا اور تیسرا اس کی راہ میں جہاد کرنے کا۔

اللہ سے ڈرنا

پہلا حکم ہے اللہ سے ڈرنا۔ تو اس کی صورت کیا ہو گی ظاہر ہے کہ تقویٰ (اللہ سے ڈرنے) کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کام کرنے کو فرمائے ہیں وہ کریں اور جن کاموں سے روکا ہے ان سے بچیں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ تقویٰ کا معنی لکھتے ہیں۔ امتثال الاوامر واجتناب النواھی" (ملاحظہ ہو تفسیر جلالین صہ ۳ تحت آیۃ کریمہ ھدی للمتقین یعنی اللہ سے ڈرنے کی صورت اس کے احکام کی بجا آوری ہے۔ اور اس

کی منع کی ہوئی چیزوں سے پرہیز ہے اس میں شریعت کے سب کام آگئے نماز وروزہ و حج وزکوٰۃ وغیرہ ایسے نیکی کے کام کرنا اور جھوٹ، چوری وزنا وغیرہ ایسے بُرے کاموں سے بچنا۔

وسیلہ ڈھونڈنا

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور ظاہر ہے کہ مذکورہ تفسیر کی روشنی میں اس سے مراد عبادات تو ہو نہیں سکتیں کیونکہ وہ سب "اتقوا اللہ" کے تحت آگئیں، لہذا اس سے مراد شخصیات ہی ہو سکتی ہیں یعنی اللہ کے مقبول ومحبوب بندوں کا وسیلہ پکڑو جو تمہیں ہم تک پہنچائیں یعنی ہم تک پہنچنے کا راستہ بتائیں تمہاری تربیت اور رہنمائی کریں۔

جاھدوا فی سبیلہ

اور اس کی راہ میں جہاد کرو یعنی ان کی رہنمائی میں چلو جو وہ کہیں وہی کرو، اپنی ذاتی سوچ اور ذاتی فکر پر چلنے کی بجائے انہی کا کہنا مانو کیونکہ تمہاری فکر وتمہاری سوچ کی بنیاد ان جیسا علم یا ان جیسی تحقیق نہیں۔ پھر تم کامیاب ہو جاؤ گے

شخصیات کا وسیلہ

رہا یہ سوال کہ یہاں شخصیات یعنی بزرگان دین مراد نہیں بلکہ نیک اعمال مراد ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ نیک عمل اس صورت میں مراد ہو سکتے ہیں کہ جب ہم "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" کی واؤ عاطفہ کو مغایرت کے لیے نہیں بلکہ اسے واؤ تفسیریہ قرار دیں اور اس حقیقت سے اہل علم بے خبر نہ ہوں

گے کہ واؤ میں اصل تفسیر نہیں تغایر ہے یعنی واو کا اصلی اور حقیقی ضابطہ یہ ہے کہ اس کا ماقبل اور مابعد دونوں ایک دوسرے کے غیر یعنی ایک دوسرے سے مختلف ہوں ایک نہ ہوں لہذا اس صورت میں بھی لازم آتا ہے کہ "اتقوا اللہ" سے نیک اعمال مراد ہوں اور "الوسیلۃ" سے نیک شخصیات۔

اعیان واعراض

نیز یہ بات بھی اہل علم جانتے ہیں کہ اعمال اعراض ہیں جو قائم بالذات نہیں قائم بالغیر ہیں یعنی نیک اعمال نیکیوں میں پائے جاتے ہیں ان کا اپنا کوئی ذاتی وجود نہیں ہے جبکہ نیک لوگ اللہ کے مقبول ومحبوب بندے اعیان ہیں جو بالذات قائم ہیں یعنی ان کا اپنا ایک ذاتی وجود ہے تو مخالفین سے سوال ہے کہ جب اعراض جو قائم بالغیر ہیں وسیلہ ہو سکتے ہیں تو اعیان جو قائم بالذات ہیں وہ وسیلہ کیوں نہیں ہو سکتے۔ اعراض سے توسل جائز اور اعیان سے ناجائز ٹھیرانا ناقابل فہم بات ہے براہ کرم اس گتھی کو سلجھا کر تو دکھا دیں۔

مفسرین ومفکرین کی رائے

یہی وجہ ہے کہ بعض مفسرین ومفکرین نے یہاں وسیلہ سے بزرگان دین لیا ہے۔

علامہ امام اسمٰعیل حقی

چنانچہ علامہ امام اسمٰعیل حقی م ۱۱۳۷ھ روح البیان میں اس آیت کے

تحت لکھتے ہیں کہ

وھی علماء الحقیقة ومشائخ الطریقة (ج ۲ ص ۲۴۸)

یہ وسیلہ علماء حقیقت اور مشائخ طریقت ہیں۔

حافظ شیرازی

حضرت حافظ شیرازی جنہیں اہل علم و معرفت لسان الغیب کا لقب دیتے ہیں اپنے دیوان حافظ میں فرماتے ہیں۔

شعر
قطع ایں مرحلہ بے ہمراہی خضر مکن
ظلماتست بترس از خطر گمراہی

یعنی خدا تعالیٰ تک رسائی کا راستہ پیر و مرشد کا وسیلہ پکڑے بغیر طے نہ کرنا کیونکہ اس میں بہت سے اندھیرے اور گمراہی کے خطرے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کے والد محترم

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تصنیف القول الجمیل میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے ایک ہمعصر عالم نے ان سے بیعت مرشد کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی۔

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا إِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

(المائدہ ۳۵)

شاہ صاحب نے فرمایا کہ (ترجمہ فارسی سے اردو)

"یہ ممکن نہیں کہ وسیلے سے ایمان مراد لیا جائے کیونکہ یہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ "یا ایھا الذین آمنوا" اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے کیونکہ تقویٰ امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے عبارت ہے کیونکہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف و والمعطوف علیہ کا مقتضی ہے اور اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا بدلیل مذکور یعنی تقویٰ میں داخل ہے پس متعین ہو گیا کہ وسیلے سے مراد ارادت اور بیعت مرشد کی ہے پھر اس کے بعد مجاہدہ ہے ذکر اور فکر میں تا فلاح حاصل ہو کہ عبارت ہے وصول ذات پاک سے۔" واللہ اعلم۔

(القول الجمیل صنہ ۲)

جناب ڈاکٹر صاحب جو اللہ اور بندوں کے درمیان وسیلۂ بزرگانِ دین کو شرک قرار دے رہے اب شاہ ولی اللہ اور ان کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم محدثین دہلوی رحمہما اللہ کے بارے میں کیا فرمائیں گے جو فرما رہے ہیں کہ وسیلہ پکڑنا قرآن کی آیت مذکورہ سے ثابت ہے اور یہ بیعتِ مرشد ہے گویا مشائخ کرام اور علماءِ عظام اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان وسیلہ ہوئے لہٰذا ثابت ہوا کہ جناب ڈاکٹر صاحب کے خیالات راہ حق سے مختلف اور گمراہ کن ہیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

اسی طرح حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "ضیاء القلوب"

میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مرشد ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۵)

شاہ اسمٰعیل دہلوی

جناب کے مسلم بزرگ جن پر علماء دیوبند اور علماء اہلحدیث کو بہت ہی اعتماد ہے اور جن کو آپ کے بزرگوں نے حجت اور ان کی کتابوں کے مطالعہ کو ذریعہ نجات قرار دیا ہے اپنی کتاب صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں کہ (اردو ترجمہ ملاحظہ ہو)

"بے شک مرشد اللہ تعالےٰ کے رستے کا وسیلہ ہے"

اللہ عزوجل نے فرمایا ہے " یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؕ "

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈو اور اس کے رستے میں جہاد کرو کہ شاید نجات پالو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے نجات کے واسطے چار چیزیں ایمان اور تقویٰ اور وسیلہ کا طلب کرنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا مقرر فرمائی ہیں اہل سلوک اس آیت کو سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور وسیلہ مرشد کو جانتے ہیں پس حقیقی نجات کے لیے مجاہدہ سے پہلے مرشد کا ڈھونڈنا ضروری ہے اور سنت اللہ بھی اسی طرز پر جاری ہے اسی واسطے راہبر کے سوا رستہ پالینا نہایت نادر کمیاب ہے۔ الخ"

(صراطِ مستقیم صفحہ ۸۷-۸۸)

فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا

سورہ نازعات کی آیت کریمہ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا قسم ہے ان فرشتوں کی جو تمام

دنیا کے کاروبار کی تدبیر کرتے ہیں۔

قرآن متعدد معنی رکھتا ہے

امام ابونعیم علیہ الرحمۃ حلیہ شریف میں اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"القرآن ذو وجوہ" (کنز العمال ج ۱ ص ۵۵۱) کہ قرآن کریم متعدد معانی رکھتا ہے۔ اور علماء فرماتے ہیں کہ قرآن اپنے ہر معنی کے لحاظ سے حجت ہے۔ ورنہ اس کے متعدد معانی رکھنے کا فائدہ نہ ہوگا اور قرآن کا کوئی پہلو بے فائدہ نہیں ہے اس کے ایک معنی تو یہی ہیں کہ یہ قسم فرشتوں کی فرمائی گئی ہے۔

اب اس آیت کریمہ کے دوسرے معنی ملاحظہ فرمایئے امام قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی م ۷۹۱ھ رحمۃ اللہ کی تفسیر "انوار التنزیل واسرار التاویل" سے ملاحظہ فرمائیں وہ فرماتے ہیں کہ۔

او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانھا تنزع عن الابدان غرقاً ای نزعاً شدیداً تنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ فتسبق الی حظائر القدس فتصیر لشرفھا وقوتھا من المدبرات (تفسیر البیضاوی سورۃ نازعات)

یا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ارواح اولیاء کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے تمام قوت کے ساتھ جدا ہو کر عالم بالا کی طرف جلدی پرواز کریں اور دریائے ملکوت میں تیرتی اور بارگاہ قدس تک جلدی رسائی حاصل کرلیتی ہیں پس اپنی بزرگی اور طاقت کے

سبب سے جہان کے کاروبار کرنے
والوں میں سے ہوجاتی ہیں۔

علامہ امام قاضی خاں علیہ الرحمۃ کے اس تفسیری نکتہ سے واضح ہوگیا کہ اولیاء کرام وصال کے بعد عالم میں تصرف کرتے ہیں اور اس کے کاموں کی تدبیر فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کا کیا معنی ہو سکتا ہے۔

اولیاء وسیلہ ہیں

علامہ امام احمد بن محمد بن عمر القاضی شہاب الدین المعروف الخفاجی المصری علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۶۹ھ جو اپنے زمانے کے جلیل القدر ادیب فقیہ حنفی، محدث و مفسر ہوئے ہیں اور بہت سی تصانیف کے بھی مصنف ہوئے جن میں سے۔

۱۔ خبایا الزوایا فی الرجال من البقایا
۲۔ دیوان الادب فی ذکر شعراء العرب
۳۔ رحلۃ
۴۔ الرسائل الاربعون
۵۔ ریحانۃ الاولیاء وزہرۃ الحیاۃ الدنیا
۶۔ شرح درۃ الخواص للحریری
۷۔ شرح الفرائض
۸۔ شفاء العلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل
۹۔ طراز المجالس
۱۰۔ نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض

۱۱ ۔ عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی شرح تفسیر البیضاوی ۸ جلد میں ہے
اور بھی بہت سی تصانیف ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ۔

(ہدایۃ العارفین ج ۵ صـ ۱۶۰/۱۶۱)

علامہ موصوف تفسیر بیضاوی کی آیت مذکورہ کی اسی تفسیر کی شرح کرتے ہوئے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ م ۵۰۵ھ وامام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ م ۶۰۶ھ سے اس معنی کی تائید میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

وَلِذَا قِيْلَ إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُوْرِ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بِحَدِيْثٍ كَمَا تَوَهَّمَ وَلِذَا اتَّفَقَ النَّاسُ عَلَى زِيَارَةِ مَشَاهِدِ السَّلَفِ وَالتَّوَسُّلِ بِهِمْ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَإِنْ أَنْكَرَهُ بَعْضُ الْمَلَاحِدَةِ فِي عَصْرِنَا وَالْمُشْتَكٰى إِلَيْهِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی ج ۸ صـ ۳۱۳)

یعنی اسی لیے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں حیران وپریشان ہو تو مزارات و اولیاء سے مدد مانگو مگر یہ حدیث نہیں جیسا کہ بعض کو وہم ہوا اور اسی لیے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانہ کے کچھ بے دین لوگ اس کے منکر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں ان کے فساد کی فریاد ہے ۔

استخراج مسائل

امام قاضی خفاجی علیہ الرحمۃ کی عبارت بالا مذکورہ سے درج ذیل مسائل معلوم ہوئے ۔

۱۔ ایک یہ کہ وسیلہ برحق ہے کیونکہ یہ قرآن کی متعدد آیتوں سے ثابت ہے۔

۲۔ دوم یہ کہ انبیاء اور اولیاء دونوں ہی وسیلہ ہیں کیونکہ قرآن میں وسیلہ کے لیے نبی وولی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ وسیلہ دنیا میں موجود اللہ کے مقبول بندے بھی ہیں اور جو دنیا سے پردہ فرما گئے وہ بھی کیونکہ قرآن کی آیتوں میں جہاں وسیلہ کا ذکر ہے وہاں اس بات کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

۴۔ چوتھا یہ کہ اصحاب قبور اولیاء اللہ کے وسیلہ سے پریشانیاں اور حیرانیاں دور ہوتی ہیں جیسا کہ دنیا میں موجود اللہ کے مقبول بندوں کے وسیلہ سے۔

۵۔ پانچواں یہ کہ شروع سے اُمت کا اس پر اجماع و اتفاق چلا آرہا ہے کہ دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے (اصحاب قبور) اولیاء کا توسل جائز ہے اور جن حضرات نے دلائل حقہ سے دیدہ دانستہ صرف نظر کر کے اولیاء (اصحاب قبور) کے توسل سے انکار کیا انہوں نے الحاد بے دینی اختیار کی ہاں جنہیں مغالطہ لگا اور دیدہ دانستہ انکار نہیں کیا جیسے شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بعد از وصال توسل کے قائل نہ تھے اگر یہ نسبت ان کی طرف صحیح ہو جبکہ میرے خیال میں وہ بعد میں قائل ہو گئے تھے، تو انکار کی صورت میں کہیں گے کہ ان سے خطا ہوئی۔

خطا امام ابن تیمیہ

جیسے امام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ وغیرہ کو اس قدر جلالت و عظمت علمیہ کے باوجود اس مسئلہ میں کہ کیا انبیاء و اولیاء کے وصال و انتقال کے بعد بھی ان کے

وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے یا نہ جبکہ ان کی زندگیوں میں ان کے وسیلہ ہونے کا کوئی منکر نہیں ہے البتہ اختلاف اس میں ہوا کہ کیا ان کے وصال کے بعد ان سے توسل (ان کا وسیلہ پکڑنا) جائز ہے یا نہ اس میں جمہور اُمتِ مسلمہ کا یہی مسلک ہے کہ جائز ہے مگر بعض کہتے ہیں ناجائز ہے یہ مسئلہ اعتقادی نہیں بلکہ فقہی و فرعی ہے اس لیے اس کا کفر و اسلام سے کوئی تعلق نہیں البتہ صواب و خطا سے ہے جیسے دوسرے فقہی و فروعی مسائل کا معاملہ ہے۔ ان میں سے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ بھی ہیں تو اس مسئلۂ توسل اور شدِ رحال کے مسئلہ کی تحقیق میں ان کو مغالطہ لگا۔ شدِ رحال کا مطلب ہے مزارات کی زیارت کے لیے سفر کرنا یہ بھی جمہور اُمتِ مسلمہ کے نزدیک جائز ہے جبکہ بعض کے نزدیک جائز نہیں ان میں سے ایک حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ بھی ہیں جو حدیث "لا تشدّ الرحال الخ" کی وجہ سے اس سے منع کرتے ہیں جبکہ منع کرنا صحیح نہیں یہ ان کی خطا ہے اور اہلِ علم سے خطا ہو سکتی ہے ان سے بھی خطا ہو گئی۔ اگرچہ امام جلیل عالم نبیل ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ اور ان جیسے بعض اکابر نے ان کے بارے میں سخت الفاظ مثلاً ضال و مضل کے لکھے ہیں یہ ان کی حق کی حمایت میں حمیت حقہ تھی اللہ انہیں بہترین جزا دے تاہم ان کے مقابلہ میں بے شمار اکابرین نے انکو شیخ الاسلام بھی ٹھہرایا امام ذہبی و امام ابن کثیر رحمہما اللہ تعالےٰ ان کی بے حد تعریف فرماتے ہیں اور حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف لطیف مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی کتاب اللباس کے اندر عمامہ کی بحث کرتے ہوئے انہیں اور ان کے تلمیذ رشید امام حافظ ابن قیم جوزیہ علیہ الرحمۃ کو اس اُمت کے اولیاء میں سے قرار دیا ہے نیز علامہ شامی فتاویٰ شامیہ میں ان کے نام کے ساتھ شیخ الاسلام کا لقب لکھتے ہیں اور امام علامہ نبہانی

فرماتے ہیں "فانہ شیخ الاسلام بلا ریب" کہ بلاشبہ وہ شیخ الاسلام ہیں۔

(شواہد الحق صہ ۱۴۵)

پھر فرماتے ہیں کہ مسئلہ توسل وسفر برائے زیارت قبور اور بعض دیگر مسائل میں ان سے خطا ہو گئی یہ مسائل فروعی فقہی ہیں ان میں کسی نے کسی کو بے دین یا ملحد کہدیا تو بطور تہدید و مبالغہ کہا نہ یہ کہ وہ واقعی ویسے تھے کیونکہ فقہا کرام کی عبادات میں ایک دوسرے کے خلاف ایسے متشددانہ الفاظ پائے جاتے ہیں جنہیں ان کی گرم مزاجی یا اظہار حقیقت میں متشددانہ انداز پر ہی محمول کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے آمین

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

"وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا" (الاحزاب ۵)

اور جس میں تم سے خطا ہو گئی اس میں تم پر کوئی حرج نہیں لیکن تمہارے دلوں نے جو جان بوجھ کر کیا (اس کی گرفت ہو گی) اور اللہ (توبہ کرنے والوں کے لیے) غفور و رحیم ہے۔

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب شواہد الحق میں لکھتے ہیں کہ مجھے ۲۷ رمضان ~~۱۳۱۵~~ ۱۳۱۹ھ کو ایک ہی مجلس میں امام تاج الدین سبکی اور امام حافظ ابن تیمیہ رحمہما اللہ دونوں کی اکٹھے زیارت ہو گئی امام سبکی علیہ الرحمہ بیٹھے تھے بھاری جسم اور گندمی رنگ تھا ان پر ہیبت اور وقار چھایا ہوا تھا اور امام ابن تیمیہ کھڑے تھے گندمی رنگ تھا دبلا پتلا چہرہ اور کمزور چہرہ تھا لیکن ان پر بھی علم کی ہیبت چھائی ہوئی تھی اور وہ امام سبکی کی نسبت میرے زیادہ قریب تھے اور میں نے امام ابن تیمیہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور پوچھا کہ آپ کی

عمر کتنی ہے فرمایا چھ سو سال پھر میں بیدار ہو گیا تو میں نے ان کی تاریخ وفات دیکھی تو ۷۲۸ھ تھی اور امام تاج الدین سبکی کی ۷۵۶ھ تھی پھر فرماتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ امام کبیر اور علم کا پہاڑ ہیں اور اُمت محمدیہ کے ان افراد ائمہ میں سے ہیں جن پر اُمت کو دوسری اُمتوں کے مقابلہ میں فخر ہے لیکن اس کے باوجود خطاو لغزش سے معصوم نہیں بلاشبہ ان سے تھوڑے سے مسائل میں خطا ہو گئی ان میں سے یہ دو مسئلے بھی ہیں مسئلہ توسل اور مسئلہ زیارت قبور انہوں نے ان مسائل میں جمہور سلف وخلف کی مخالفت کی۔

پھر لکھتے ہیں کہ اگرچہ انہوں نے ان تھوڑے سے مسائل میں خطا کی تاہم بے شمار مسائل میں حق کو پالیا اور ان کے ذریعے دین مبین کی مدد اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی خدمت فرمائی اس کے علاوہ ان کی طرف منسوب بعض مسائل کی صحت نسبت سے بعض جلیل القدر علماء نے انکار بھی فرمایا ہے بہر حال اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ" کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نیکیوں کی برکت سے ان کی برائیوں کو مٹاتا اور معاف فرماتا ہے۔ علامہ نبہانی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت میرا حشر ان دونوں اماموں (امام تاج الدین سبکی و امام ابن تیمیہ رحمہما اللہ تعالیٰ) کے ساتھ فرمائے ان ایمان والوں کے زمرے میں جنہیں ایک دوسرے سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت ہے جن کے حق میں فرماتا ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ

(الحجر ۴۷)

ہم نے ان کے سینے میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے آپس میں بھائی ہیں (جنت کے) تختوں پر روبرو بیٹھے ہیں۔

یعنی ایمان والوں کے دلوں میں دنیا کی زندگی میں جو باہمی کینے اور ناراضگیاں پیدا ہوئیں اور وہ دنیا میں ختم نہ ہو سکیں کہ ان میں سے ہر ایک دلیل شرعی کی بنا پر اپنے آپ کو حق پر ٹھہراتا رہا تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرنے سے پہلے ان کے سینوں کو کینوں اور ناراضگیوں سے پاک وصاف کر دے گا اور جنت میں داخل ہوتے وقت ان کے دل ایک دوسرے کے بھائی چارے کے جذبات ومحبت سے لبریز ہوں گے اور وہ ایک دوسرے سے راضی اور خوش خوش جنت کے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر انہیں میں سے ہیں یعنی ہمارے سینوں سے عناد وعداوت اور بغض وحسد نکال دیا گیا ہے ہم آپس میں محبت رکھنے والے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے پہلے ہی یہاں دنیا میں ایک دوسرے سے ناراضگیاں رضائے الٰہی کے لیے ختم کر کے اپنے سینے پاک وصاف کر لیے ہیں۔

(شواہد الحق صہ ۴۲/۴۳)

غرض یہ کہ مسئلہ توسل حق ہے قرآن کریم اور اس کی تفاسیر وائمہ کی تعلیمات کی روشنی میں اس کا حق ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے

احادیثِ توسل

اس کے علاوہ احادیث سے بھی اس کا ثبوت موجود ہے۔

عمل حضرت آدم

حضرت آدم علیہ السلام نے "رَبَّنَا ظَلَمْنَا" کی دعا کرتے ہوئے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

امام حافظ ابو عبداللہ الحاکم النیشاپوری علیہ الرحمۃ م ۴۰۵ھ المستدرک علی الصحیحین میں اپنی سند کے ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَمَّا اعْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ يَا رَبِّ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا غَفَرْتَ لِي فَقَالَ اللّٰهُ يَا آدَمُ وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ قَالَ يَا رَبِّ لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ فَقَالَ اللّٰهُ صَدَقْتَ يَا آدَمُ إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ادْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ

جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو انہوں نے عرض کی اے میرے پروردگار حضرت محمد کے حق کے وسیلہ سے مجھے بخش دے اللہ نے فرمایا اے آدم تو نے محمد کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے اسے دنیا میں پیدا نہیں کیا؟ عرض کی اے میرے پروردگار کیونکہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح میں سے پھونکا تو میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو میں نے عرش کے پایوں پہ لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ بے شک تو اپنے نام کے ساتھ اسی کے نام کو ملائے گا جو تجھے ساری مخلوق میں زیادہ محبوب ہو اللہ نے فرمایا

کہ اے آدم تو نے سچ کہا بے شک میری
مخلوق میں سب سے بڑھ کر محبوب ہیں
تم ان کے وسیلہ سے دعا کر دیں نے
تمہیں بخش دیا اگر وہ نہ ہوتے تو میں
تمہیں پیدا نہ کرتا۔

امام حاکم اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں "ھذا حدیث صحیح الاسناد" کہ یہ حدیث صحیح سند رکھتی ہے۔
(المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵)

مزے کی بات

اور یہاں مزے کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کو شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغفر لہ خطایاہ ولنا، نے بھی اپنی کتاب مجموعہ فتاوی میں اس حدیث کو نقل کیا۔ ملاحظہ ہو جلد دوم ص ۱۵۰، ۱۵۱)

بلکہ انہوں نے شیخ الاسلام امام حافظ عبدالرحمٰن بن الجوزی علیہ الرحمۃ کی کتاب الوفا باحوال المصطفیٰ کے حوالہ سے وہ حدیث بھی نقل کی ہے جس میں ہے کہ حضرت آدم وحضرت حوا دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام گرامی کا واسطہ دے کر اپنی بخشش کی اللہ تعالٰے سے دعا کی تو اللہ تعالٰے نے انہیں معاف فرما دیا۔ بلکہ امام حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ تو مجموعہ فتاوی میں فرماتے ہیں کہ ہمارے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ سے مروی ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی جو اللہ نے اپنے ائمہ کرام میں نیک بندوں سے متعلق لیا ہے قسم دے کر اور ان کی ذات کا وسیلہ پیش

کر کے اللہ سے دعا کرنا جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو مجموعہ فتاویٰ ج ا صفحہ ۱۴۰) اس سے ثابت ہوا کہ شیخ الاسلام مسئلہ توسل میں جواز کی طرف بھی میلان رکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ توسل سے انکار کی نسبت ان کی درست نہ ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ برحق ہے بس کہ اللہ کے محبوب بندے درجہ بدرجہ یعنی اپنی اپنی شان کے مطابق وسیلہ ہیں اور سب مخلوق میں سب سے بڑا وسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ لہذا وسیلہ کا انکار قرآن وسنت کا ہی انکار ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں قدم رنجہ فرمانے سے پہلے وسیلہ تھے اور دنیا میں جلوہ گر ہونے کے بعد بھی وسیلہ تو دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد کیونکر وسیلہ نہ ہوں گے۔

اس سلسلے میں دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔

امام ابن ماجہ علیہ الرحمۃ نے اپنی سنن میں اور امام ابو عبداللہ حاکم نے مستدرک میں سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک نابینا شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ علیہ وسلم میرے لیے اللہ تعالٰی سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے عافیت دے یعنی میری آنکھیں ٹھیک کر دے آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کو موخر کروں یعنی تم صبر کرو اور صبر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم چاہو تو میں دعا کروں۔ اس نے عرض کی کہ حضور اللہ تعالٰی سے دعا فرمایئے۔ آپ نے اسے ہدایت فرمائی کہ وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کرے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی یہ دعا کرے کہ۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّہْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ"

سنن ابن ماجہ شریف صلوۃ الحاجہ ومستدرک شریف ج ۱ ص ۳۱۳)

اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے رحمت والے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمد بے شک میں نے توجہ آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں تاکہ پوری کی جائے پس اے اللہ میرے حق میں ان کی دعا قبول فرما۔

امام ابن ماجہ اس حدیث کو سند کے ساتھ ہدایت کر کے فرماتے ہیں۔ "قال ابو اسحق ھذا حدیث صحیح" اور امام حاکم فرماتے ہیں" ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین" کہ یہ امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح حدیث ہے۔

ڈاکٹر صاحب غور فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو دعا کرتے ہوئے اپنا وسیلہ پکڑنے کی صحابی کو خود تعلیم و تلقین فرمائی وسیلہ پکڑنے کا اس سے بڑا اور ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی و نسائی نے بھی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے اسے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا اس میں حدیث یوں ہے

"یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہٖ لتقضیہا الی الخ"

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوتا ہوں تیرے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں پس آپ میری یہ حاجت پوری فرما دیں۔

یہاں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجت مانگی جا رہی ہے جو بدایں معنی ہے کہ آپ کے واسطہ اور وسیلہ سے میری حاجت یہ پوری ہو جائے

بیہقی میں ہے کہ وہ شخص دعا کر کے کھڑا ہوا تو اس کی بینائی بحال ہو چکی تھی اور وہ آنکھوں آنکھوں دیکھ رہا تھا۔

(دلائل النبوۃ للامام البیہقی ج ۶ ص ۱۶۶/۱۶۷)

ولادت سے پہلے وسیلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے پہلے بھی آپ کے وسیلہ سے اہل کتاب کفار پر فتح کی دعائیں مانگتے اور فتح پاتے تھے چنانچہ سورۂ بقرہ میں ہے۔

"وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ"

(سورۂ بقرہ آیت ۸۹)

اس کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت موجود ہے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر طبری ج ۱ ص ۳۲۶/۳۲۷)

وصال شریف کے بعد وسیلہ

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصال شریف کے بعد بھی وسیلہ ہیں چنانچہ امام بیہقی علیہ الرحمۃ دلائل میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی صحابی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت امامہ بن سہل بن حنیف جو جلیل القدر تابعی ہیں بیان فرماتے ہیں کہ۔

"ایک شخص کسی مقصد کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا جب ان کا عہد خلافت تھا تو حضرت عثمان اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے تو وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور اپنی پریشانی اور حضرت عثمان غنی کی بے توجہی کا ذکر کیا تو حضرت عثمان بن حنیف نے ان سے فرمایا کہ جاؤ وضو خانہ میں وضو کرو پھر مسجد میں دو رکعت نفل پڑھو پھر یوں دعا کرو "اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّیْ أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلٰى رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ" یہاں اپنی حاجت و مشکل کا ذکر کریں پھر اس نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد امیر المومنین حضرت عثمان غنی کی خدمت اقدس میں لے گیا آپ نے اسے اپنے ساتھ بچھونے پر بٹھایا پھر پوچھا کہ دیکھو میرے لائق کیا کام ہے اس کا کام کر دیا تو وہ شخص وہاں واپس آ کر حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ آپ کو جزا دے امیر المومنین میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے مگر آپ نے میری سفارش کر دی۔

حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ نہیں میں نے کوئی سفارش نہیں کی لیکن میں نے مشکل کے حل کی یہ دعا جو تمہیں بتائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی جو آپ نے ایک نابینے انسان کو بتائی تھی اور اس نے یہ دعا کی تو اس کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں امام بیہقی نے اسے دو سندوں سے روایت کیا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ صد ۱۶۷/۱۶۸)

اور ملاحظہ ہو (المعجم الصغیر طبرانی صد ۱۰۳/۱۰۴)

لاعلاج امراض سے شفاء

امام نبہانی نے سعادت الدارین میں اور امام خفاجی نسیم الریاض میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان بن حنیف اور ان کی اولاد لوگوں کو پریشانیوں اور لاعلاج بیماریوں سے نجات وشفاء کے حصول کے لیے اسی عمل یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعا پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

قبر انور سے توسل

۱۔ امام دارمی اپنی سنن میں سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ اہل مدینہ کو شدید قحط کا سامنا تھا تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ

"اُنْظُرُوا اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كُوًى اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ قَالَ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ"

(سنن الدارمی ج ۱ ص ۴۳)

تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کی چھت سے سوراخ کردو تاکہ آپ کی قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو انہوں نے ایسا کیا تو خوب بارش ہوئی حتی کہ زمین پہ اس قدر سبزہ اُگا کہ جانور اسے کھا کر موٹے ہو گئے اور چربی سے ان کے چمڑے پھٹنے لگے۔ اس لیے اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا۔

۲۔ دوسری حدیث جسے امام ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری نے اپنی تصنیف میں سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ناظم خوراک تھے وہ روایت فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں لوگوں میں قحط پھیلا تو

فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق لا متک فانہم قد ھلکوا الخ

(المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱۲ صا۳۱-۳۲)

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ اپنی اُمت کے لیے بارش طلب فرمائیں وہ ہلاک ہو رہی ہے۔

تو اسے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حکم ہوا کہ عمر کے پاس جاؤ اور اسے میری طرف سے سلام کہو اور خوشخبری سناؤ کہ عنقریب بارش ہو گی اور ان سے کہیں کہ "عَلَیْکَ الْکَیْسُ عَلَیْکَ الْکَیْسُ" تم پر لازم ہے ہوشیاری و خبرداری وہ شخص حضرت عمر کے پاس آیا اور خواب بتایا تو حضرت عمر رو پڑے اور فرمایا "یا رب لا آلو الا ما عجزت منہ"

(المصنف ج ۱۳ صہ ۳۲)

اے میرے پروردگار میں کوتاہی نہیں کرتا یا آئندہ نہ کروں گا مگر جہاں میں بے بس ہو جاؤں۔

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری ج ۲ صہ ۳۹ پر لکھتے ہیں کہ وہ شخص جس نے خواب دیکھا تھا حضرت بلال بن الحارث المزنی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کی درخواست کی امام ابن حجر فرماتے اسے امام ابن ابی شیبہ نے مصنف

میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(فتح الباری کتاب الاستسقاء ج ۲ صفحہ ۳۹۷)

اب جناب ڈاکٹر صاحب کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں وہ اہل سنت پر برستے ہوئے لکھتے ہیں۔

"چنانچہ وہ انبیاء صلحاء اور اہلِ قبور کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا واسطہ یا وسیلہ قرار دیتے ہیں بالکل یہی حال مشرکینِ مکہ کا تھا۔"

(وجود باری تعالیٰ اور توحید صفحہ ۲۸۹)

ناظرین انصاف فرمائیں اوپر کی حدیثوں سے واضح ہو رہا ہے کہ صحابہ و تابعین مشکلات میں قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑتے تھے، ڈاکٹر صاحب کی رو سے تو معاذ اللہ صحابہ تابعین بھی مشرک ٹھہرے۔

جناب ڈاکٹر صاحب آج اپنے زورِ بیان اور زورِ قلم اور زورِ دولت و سرمایہ کی بناء پر جو سادہ لوح مسلمانوں سے جناب کو پہنچتا ہے اور جو چاہیں فرمائیں اور جو چاہیں لکھیں اور قرآن و سنت کے حقائق سے روگرداں ہو کر قرآن کی من مانی ترجمانی فرمائیں صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ایمانوں کا قتل عام فرمائیں اور ان پر مشرک ہونے کا الزام لگائیں آخر خدا تعالےٰ کے ہاں تو حاضری ہوگی اور جواب طلبی بھی ؎

رنگ جب محشر میں لائی گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یوں نہ کہیئے سرخیِ خونِ قتیلاں کچھ نہیں

اللہ کے پلّے

کسی جاہل شاعر کا یہ کلام لکھتے ہیں ؎

اللہ کے پلّے ہیں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ لینا ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے

پھر کسی اور شاعر کا کلام لکھتے ہیں۔ ؎

پکڑے خدا اور چھڑائے محمد۔ جو پکڑے محمد چھڑا کوئی نہیں سکتا

جناب نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ کلام کس صحیح العقیدہ عالم و فاضل کا ہے۔ جناب یہ تو جانتے ہیں کہ ان پڑھوں یا جاہلوں کی بات نہ عقیدہ کہلاتی ہے اور نہ مسلک۔ اس دور میں جناب کے حریف ہیں تو صرف وہ صحیح العقیدہ مسلمان ہیں جنہیں آپ لوگ بریلوی کہتے ہیں اور بریلوی درحقیقت کوئی مسلک نہیں ہے اس نسبت کا تعلق امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ سے ہے کاش آپ ان کا کلام پیش کر کے اس پر قرآن و سنت اور علماء اُمت کے حوالہ سے تنقید کرتے تو ہم آپ کی ہمت سمجھتے مگر جاہلوں یا ان پڑھوں یا مسلک و عقیدہ کے معاملہ میں غیر معتبر لوگوں کا غیر معتبر کا کلام پیش کر کے پوری اُمت کو مشرک یا کافر ٹھہرانا کہاں کی عقلمندی ہے، الحمد للہ علماء اہلسنت میں کوئی اس کا قائل نہیں ہے جو آپ فرما رہے ہیں کہ۔

"سب کچھ اختیارات اب محمد رسول اللہ کے ہاتھ میں آ گئے اللہ تعالیٰ چاہے یا نہ چاہے محمد رسول اللہ چاہیں گے تو بخشوا لیں گے اور اگر محمد رسول اللہ کسی کو پکڑنا چاہیں تو اسے کوئی بھی نہیں چھڑا سکتا اللہ تعالیٰ بھی وہاں پہ بے بس ہو گئے۔"

علماء اہلسنت بلکہ خود امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ اور ان کے علاوہ دیگر علماء اہلسنت کے نزدیک ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر و مرتد ہے اہلسنت مسلمانوں کا اعتقاد صرف توسل کا ہے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں یہ بزرگ انبیاء و صلحاء وسیلہ ہیں ان کی دعاؤں سے اللہ تعالٰی کرم فرماتا ہے، یہ اللہ تعالٰی کے محتاج ہیں اللہ تعالٰی کسی کا محتاج نہیں۔

وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ

"ایمانداری کی بات یہ ہے کہ وہ مشرکین جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ فرمائی ان کا عقیدہ اس دور کے سادہ لوح مسلمانوں سے اس اعتبار سے بہت بہتر ہے کہ وہ کم از کم اضطراری مجبوری اور مصیبت کے عالم میں تو صرف اللہ تعالٰی کو پکارتے تھے اور غیروں کو چھوڑ دیتے تھے لیکن اس دور کے بے سمجھ لوگ مشکل کیا اور آسان کیا راحت کیا اور غم کیا ہر حال میں غیروں کو پکارتے ہیں اور مستقل وظیفہ بنایا ہوا ہے " یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ اور " المدد یا غوث الاعظم " اس قسم کی خرافات ہیں جو اولیاء اللہ اور موحدین کے نام سے مشہور ہوگئی ہیں مجھے یقین ہے کہ یہی وظیفہ اگر اس دور کے موحد اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کیا جاتا تو وہ جوتوں سے خبر لیتے۔"

ڈاکٹر صاحب کا انداز گفتگو بھی ماشاء اللہ کس قدر سنجیدہ ہے۔ ہم عرض کریں

گے کہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ضرور جوتوں سے خبر لیتے مگر کس کی منکرین کی، جو "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کو شرک قرار دیتے ہیں ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ یہ اس دور کے بے سمجھ لوگوں کا وظیفہ ہے بالکل غلط اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔

صلوٰۃ غوثیہ

خود سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عقیدت مندوں کو اپنے توسل سے دعا مانگنے کی تلقین فرمائی ہے یہ کوئی آج کل یا اس دور کی بات نہیں ہے۔

امام شطنوفی

امام ابو الحسن نور الدین علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب بہجۃ الاسرار میں سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ امام نور الدین علی بن یوسف کے بارے میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ حسن المحاضرہ میں فرماتے ہیں کہ یہ ملک مصر کے شیخ القراء تھے آپ کی ۶۴۴ھ کو قاہرہ میں ولادت اور ۷۱۳ھ ماہ ذی الحجہ میں وصال ہوا۔

امام شطنوفی اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ شیخ ابو القاسم عمر بزاز فرماتے ہیں کہ میں نے سید شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ سنا آپ فرماتے ہیں کہ

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْہُ وَمَنْ نَادَانِیْ بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فُرِّجَتْ عَنْہُ وَمَنْ

جس نے مصیبت میں مجھ سے مدد مانگی ہیں اس کی مصیبت دور کردوں گا اور جس نے مصیبت میں مجھے

توسل بي الى الله تعالىٰ عزوجل في حاجته قضيت له ومن صلى ركعتين يقرء في كل ركعة بعد الفاتحه سورة الاخلاص احدى عشرة مرة ثم يصلي على رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد السلام ويسلم عليه ويذكرني ثم يخطو الى جهة العراق احد عشرة خطوة و يذكر حاجته فانها تقضى باذن الله۔

(بهجة الاسرار صـ۱۰۲ طبع مصر)

نام لے کر پکارا میں اس کی مصیبت دور کردوں گا اور جس نے کسی حاجت میں اللہ کی بارگاہ میں میرا وسیلہ پیش کیا اس کی حاجت پوری ہوجائے گی اور جس نے دو رکعت نفل پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجے اور مجھے یاد کرے پھر عراق (بغداد) کی طرف گیارہ قدم چلے اور اپنی حاجت بیان کرے تو بلاشبہ اس کی حاجت اللہ کے حکم سے پوری کردی جائے گی۔

کیوں جناب ڈاکٹر صاحب! کچھ سمجھ شریف میں بات آئی ہے یہ کتاب آٹھویں صدی کے اوائل کی لکھی گئی ہے اور صدیاں گزر گئیں آج تک اسے علماء و فقہاء و محدثین پڑھتے چلے آرہے ہیں کیا آپ ثبوت پیش کرسکتے ہیں کہ کسی نے بھی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اس ہدایت و تلقین کو شرک قرار دیا ہو، اس کتاب میں کچھ حکایات و واقعات بھی ہیں جن کا تعلق سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات سے ہے ہوسکتا ہے کہ کوئی واقعہ، واقعہ کی حیثیت سے سند کے اعتبار سے قابل جرح و تنقید ہو اور اس پر سند کے لحاظ سے کسی کو اعتراض ہو مگر یہ بات تو مسلم ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں اور خاص کر

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مندرجہ بالا فرمان اسی ندا "شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کی بنیاد ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ بنظر عقیدت دیکھی اور پڑھی جاتی رہی ہے حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اس کی تلخیص فرمائی مولانا عبد الحئی لکھنوی علیہ الرحمۃ نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں اس کی تائید فرمائی۔

امام خیر الدین الرملی کا فتویٰ

صاحب فتاویٰ خیریہ امام خیر الدین بن احمد علی بن زین الدین ابن عبد الوہاب الایوبی العلیمی الفاروقی الرملی جن کی ولادت ۹۹۳ھ کو رملہ (فلسطین) میں اور ان کی وفات ستائیس رمضان المبارک ۱۰۸۱ھ کو ہوئی آپ کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ آپ فقہ حنفی کے عظیم الشان فقیہ تھے قرآن کے مفسر اور احادیث کے محدث تھے لغت و نحو و صرف و بیان و عروض کے علوم کے ماہر و امام مانے جاتے تھے بہت سی کتابوں کے بھی مصنف ہیں ان میں سے خاص خاص یہ مشہور ترین ہیں۔

۱۔ مظہر الحقائق الخفیہ من البحر الرائق فی فروع الفقہ الحنفی

۲۔ دیوان شعر

۳۔ مطلب الادب وغایۃ الارب

۴۔ وحاشیۃ علی الاشباہ والنظائر

۵۔ الفتاویٰ الخیریہ لنفع البریہ

(معجم المؤلفین ج ۴ ص ۱۳۲)

اسی فتاوی شریف میں آپ فرماتے ہیں۔

واما قولہم "یا شیخ عبد القادر" اور لوگوں کے "یا شیخ عبد القادر

شیئاً للہ یا شیخ فھو نداء واذا اضیف الیہ شیئاً للہ فھو طلب شیٔ اکراما للہ فما الموجب لحرمتہ الخ
(الفتاویٰ الخیریہ ج ۲ ص ۲۸۲)

شیئاً للہ کہنے میں کوئی ناجائز ہونے کی وجہ شرعی نہیں کیونکہ "یا شیخ" نداء (پکار) ہے اور جب اس کے ساتھ "شیئاً للہ" ملا دیا جائے تو اس میں اللہ کی تعظیم کے لیے ایک چیز کی طلب ہے۔

لیجئے! یہ دسویں اور گیارہویں صدی کے ایک فقیہ کا فتویٰ ہے کہ لوگ جو سیدنا غوث اعظم کو مدد کے لیے پکارتے ہیں اور شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہتے ہیں اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ شرعی نہیں ہے لہذا اس سے منع کرنا درست نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں اس ندا کا پہلے ہی سلسلہ چلا آرہا تھا اور علماء و فقہاء کے علم میں تھا مگر کسی نے بھی اسے شرک تو کیا ناجائز بھی نہ کہا، ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ اس دور کے لوگ یہ کہتے ہیں غلط ثابت ہوا۔

شیخ علماء دیوبند کا فتویٰ

اب آخر میں علماء دیوبند کے شیخ و مرشد جناب علامہ رشید احمد گنگوہی صاحب کا فتویٰ بھی عرض کرتا ہوں ان سے سوال کیا گیا کہ "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کا ورد جائز ہے۔

جواب میں فرماتے ہیں کہ

"جو اس عقیدہ سے پڑھتا ہے کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور باذنہ تعالیٰ شیخ حاجت برآری کر دیتے یہ بھی مشرک نہ ہوگا مؤمن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت ہے اور جلدی

سے کسی کو کافر و مشرک بنا دینا بھی غیر مناسب ہے۔" الخ
(فتاوی رشیدیہ طبع دہلی ج ۱ صفحہ ۴)

امام اہلسنت کا عقیدہ

امام اہلسنت محبوب المؤمنین مجدد و شیخ الاسلام والمسلمین شیخ شیخنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ م ۱۳۴۰ھ حدائق بخشش میں فرماتے ہیں۔

یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ
اولیاء کو حکم نصرت کیجئے

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری
ممبر وفاقی شرعی عدالت پاکستان۔ بانی و مہتمم و استاذ الحدیث والتفسیر
جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور۔

فہرست مراجع

۱۔ قرآن کریم

۲۔ نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول ناصر الدین البیضاوی م ۷۹۱ھ

۳۔ شرح عقائد نسفی مسعود بن عمر تفتازانی م ۷۹۱ھ کوئٹہ ۱۳۹۷ھ

۴۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ کاتب چلپی بن عبداللہ آفندی ۱۰۶۷ھ بغداد

۵۔ محیط المحیط محمد الانطاکی

۶۔ المنجد

۷۔ اقرب الموارد سعید الخوری

۸۔ فرہنگ عمید حسن عمید تہران

۹۔ لغات کشوری

۱۰۔ فیروز اللغات

۱۱۔ الشہاب الثاقب طبع دیوبند حسین احمد مدنی ــــ لاہور

۱۲۔ حاشیہ عبدالحکیم علی شرح المواقف علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی

۱۳۔ نبراس عبدالعزیز پرہاروی م ۱۲۳۹ھ شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال ۱۹۷۷ / ۱۳۹۷

۱۴۔ ضوء المعالی علامہ علی بن سلطان القاری م ۱۰۱۴ھ

۱۵۔ شرح المقاصد مسعود بن عمر تفتازانی م ۷۹۱ھ معارف نعمانیہ ۱۴۰۱ھ

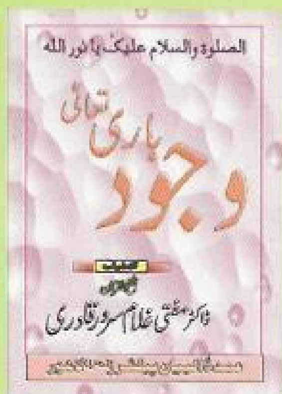
۱۶۔ تحفۃ الاعالی مطبوعہ مصر لبعض المحققین۔
۱۷۔ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی م ۶۰۶ھ طبع تہران
۱۸۔ شرح عقائد مسعود بن عمر تفتازانی ۷۹۱ھ بندیال ۱۳۹۷ھ
۱۹۔ المسامرہ شرح مسایرہ محمد بن محمد المقدسی م ۹۰۵ھ ۱۳۴۷ھ مصر
۲۰۔ فتاوی شامی علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی سنہ طبع ۱۳۸۶ھ
۲۱۔ حاشیہ الصاوی شیخ احمد صاوی مالکی ۱۲۴۱ھ طبع مکہ
۲۲۔ مقرر التوحید طبع جدہ
۲۳۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری م ۱۰۱۴ھ مصطفیٰ البابی ۱۳۷۵ھ
۲۴۔ فتاوی حدیثیہ امام ابن حجر مکی ۹۷۴ھ لبنان
۲۵ کتاب المفردات ابوالقاسم الحسین بن محمد الراغب م ۵۰۲ھ بیروت
۲۶ تفسیر البیضاوی قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر ۷۹۱ھ طبع بیروت
۲۷۔ شیخ زادہ محمد بن مصطفیٰ مصلح الدین ۹۵۰ھ ترکیہ
۲۸۔ تفسیر روح المعانی السید محمود آلوسی ۱۲۷۰ھ مصر
۲۹ فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ ۱۵۰ھ مصطفی البابی مصر
۳۰۔ بہجۃ الاسرار شیخ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف ۷۱۳ھ
۳۱۔ کنز العمال علامہ علاؤ الدین بن حسام الدین الہندی ۹۷۵ھ حلب
۳۲۔ بہار شریعت مولانا امجد علی م ۱۳۶۷ھ مکتبہ اسلامیہ لاہور
۳۳۔ المعتقد المنتقد الامام احمد رضا البریلوی م ۱۳۴۰ھ
۳۴۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ الامام احمد رضا م ۱۳۴۰ھ
۳۵۔ عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی امام شہاب الدین الخفاجی ۱۰۶۹ھ
۳۶۔ جامع البیان امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ۳۱۰ھ

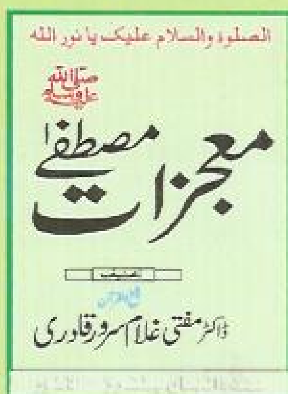
۳۷۔ البدایہ والنہایہ امام ابن کثیر م ۷۷۴ھ
۳۸۔ شرح مواقف المحقق السید شریف الجرجانی ۸۱۶ھ
۳۹۔ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ
۴۰۔ تفسیر بحر المحیط امام ابو عبداللہ محمد بن یوسف ابوحیان اندلسی ۷۵۴ھ
۴۱۔ تفسیر جلالین امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ
۴۲۔ تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی بروسی ۱۱۳۷ھ
۴۳۔ الاتقان امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ
۴۴۔ تفسیر ابن کثیر امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیر ۷۷۴ھ
۴۵۔ نسیم الریاض امام علامہ شہاب الدین خفاجی ۱۰۶۹ھ لاہور ۱۴۱۲ھ
۴۶۔ مواہب لدنیہ احمد بن ابی بکر قسطلانی ۹۲۳ھ بیروت ۱۴۱۲ھ
۴۷۔ الاساس فی التفسیر سعید حوی
۴۸۔ تفسیر عزیزی فارسی ۱۲۴۰ھ شاہ عبدالعزیز مطبوعہ دہلی
۴۹۔ تیسیر الکریم الرحمٰن عبدالرحمٰن بن السعدی ۱۳۷۶ھ بیروت
۵۰۔ التفسیر المنیر دکتور وھبۃ الزحیلی بیروت
۵۱۔ لباب التاویل علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی ۷۲۵ھ
۵۲۔ عمدۃ القاری امام بدرالدین عینی ۸۵۵ھ بیروت
۵۳ تفسیر ابوالسعود امام ابوالسعود محمد بن محمد العماری ۹۵۱ھ
۵۴ فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ مصر ۱۳۷۴ھ
۵۵۔ ارشادات الساری شرح صحیح البخاری ابوالعباس شہاب الدین احمد بن القسطلانی ۹۲۳ھ القاہرہ
۵۶۔ مرقات علی بن سلطان القاری ۱۰۱۴ھ مکہ

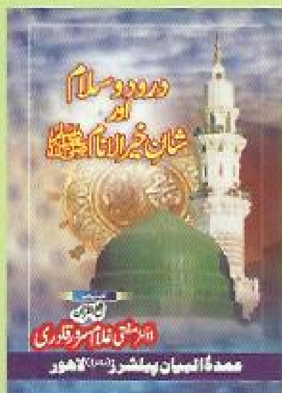
۵۷ ۔ تفسیر ابن جریر ابو جعفر طبری ۳۱۰ھ
۵۸ ۔ تفسیر در منثور سیوطی ۹۱۱ھ
۵۹ ۔ دلائل النبوۃ بیہقی احمد بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ
۶۰ ۔ الاصابۃ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ بیروت ۱۳۲۸ھ
۶۱ ۔ مشکوۃ ابو عبد اللہ محمد ولی الدین تبریزی م ۷۴۰ھ
۶۲ ۔ صحیح بخاری شریف امام محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ
۶۳ ۔ معالم التنزیل امام محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی ۵۱۶ھ
۶۴ ۔ الدر المصون امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن یوسف السمین الحلبی ۷۵۶ھ
۶۵ ۔ حدائق بخشش امام احمد رضا خان ۱۳۴۰ھ
۶۶ ۔ مسلم الثبوت محقق علامہ محب اللہ البہاری سہ کراچی
۶۷ ۔ اسرار التنزیل علامہ قاضی بیضاوی ۷۹۱ھ
۶۸ ۔ تفسیر نیشاپوری نظام الدین نیشاپوری م ۷۲۸ھ
۶۹ ۔ اسنی المطالب الشیخ محمد بن السید درویش الشہیر بالحوت البیروتی ۱۲۷۶ھ مصر ۱۳۷۶ھ
۷۰ ۔ سنن ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ ۲۸۳ھ کراچی
۷۱ ۔ الناسخ والمنسوخ امام ابو المنصور عبد القاہر بن طاہر بن محمد البغدادی ۴۲۰ھ اردن ۔
۷۲ ۔ نواسخ القرآن امام ابن جوزی ۵۹۷ھ ابو الفرج عبد الرحمن ابن جوزی ۵۹۷ھ ریاض ۔
۷۳ ۔ مدارک التنزیل علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین ابو البرکات النسفی
۷۴ ۔ ہدایۃ العارفین اسماعیل باشا البغدادی مطبوعہ بغداد

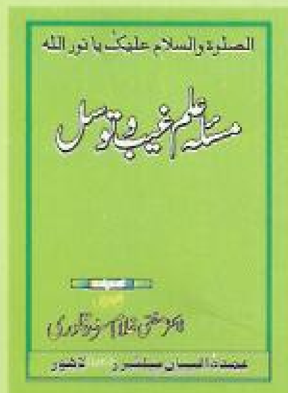
۷۵۔ شواہد الحق یوسف بن اسماعیل
نبہانی م ۱۳۵۰ھ مصطفیٰ البابی مصر
۷۶۔ مستدرک شریف امام حافظ ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری ۴۰۵ھ بیروت
۷۷۔ القول الجمیل شاہ ولی اللہ مطبوعہ دیوبند
۷۸۔ صراط مستقیم اسماعیل دہلوی
۷۹۔ ضیاء القلوب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مطبوعہ دیوبند
۸۰۔ دیوان حافظ حافظ شیرازی طبع لاہور
۸۱۔ مجموعہ فتاویٰ لابن تیمیہ امام ابن تیمیہ ۷۲۸ھ
۸۲۔ الفتاویٰ الخیریہ علامہ خیر الدین
۸۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ امام حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی م ۲۳۵
۲۳۵ھ طبع کراچی۔
۸۴ سنن دارمی امام حافظ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی السمرقندی
۲۵۵ھ طبع کراچی
۸۵ المعجم الصغیر سلیمان احمد الطبرانی ۳۶۰ھ عمان
۸۶۔ فتاوی عبدالحئی مولانا عبدالحئی لکھنوی ۱۳۰۴ھ لاہور
۸۷۔ فتاویٰ رشیدیہ رشید احمد گنگوہی
۸۸۔ دلائل النبوۃ ابو نعیم احمد بن عبداللہ ۴۳۰ھ طبع حیدر آباد دکن طبع ۱۳۹۶ھ

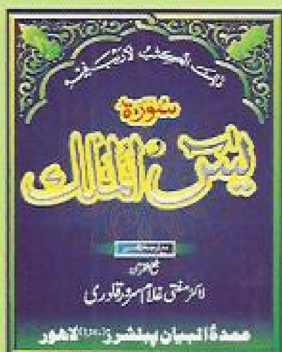
شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری کی دیگر تصانیف

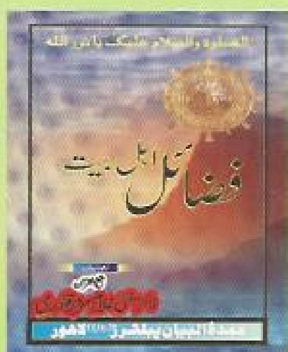












Distribute by SAW Publisher 0300-4826678 0321-4059491

